تاریخ قدیم

معلومات اکمل

بنی نوع انسان کی ابتدائی تاریخ طوفان نوح سے

لیکر سکندر اعظم کے وقت تک

جو بڑی تحقیق سے قدیم زمانہ کے کھنڈرات اور کتبوں اور سکوں وغیرہ کی مدد سے

لکھی گئی ہے

مصنفہ مسٹر ضیاالدین اکمل دوران اثنائے سفر یوروپ (آسٹریا ہنگری)

پہلی مرتبہ ۱۹۰۴ء میں

کارخانہ پیسہ اخبار لاہور کے خادم التعلیم سٹیم پریس میں منشی محمد عبدالعزیز مینیجر کے

اہتمام سے چھپی

معلومات اکمل

دیباچہ

ہستی ناپائدار کا گلہ کسے نہیں ۔ ہزار چاہتے ہیں کہ اس دنیائے دوں کی حقیقت کسی قدر تو معلوم کریں ۔ مگر بحر کائنات بے پایان ہے اور زندگی چند روزہ ؎

ادھر مکان بنا اور اُدھر مزار کھُدا   ادھر لباس اُدھر ہے کفن کی تیاری

یوں تو ہم نظام فلکی پر بحث کرتے بال کی کھال نکالتے ہیں ۔ ستاروں کے طول و عرض پہ اربعہ جاتے ہیں ۔ مگر اے فلاسفران عالی خیال و اے عالمان زمانہ حال کیا آپ اس خاک ناچیز کے ایک ذرہ کی بھی حقیقت بیان کرسکتے ہیں ۔ نہیں ہرگز نہیں ۔ اگر دنیا میں ہمیں ۔ بجائے سو سال کے ہزار سال رہنا ہو ۔ پھر بھی ہماری ساری واقفیت اس بحر کائنات کا کب پتہ لگا سکتی ہے ۔

مگر اس دنیائے فانی میں ہماری زندگانی قدرت اور اس کے قوانین پہچاننے پر منحصر ہے ۔ اگر ہمیں آگ کی خاصتیں معلوم نہ ہوتیں ۔ تو کیونکر قطب شمالی تک پہنچ سکتے سردی کی شدت ہمارا قدم منطقہ حارہ سے آگے نہ بڑھنے دیتی ۔ اگر ہم پانی کے مختلف خواص کا مطالعہ نہ کرتے ۔ تو کیونکر ایک براعظم سے دوسرے براعظم کو جاسکتے ۔ چاند کیوں زمین کے گرد گردش کرتا ہے ۔ اور زمین کیوں سورج کے گرد گھومتی ہے ؟

مری طرح سے مدودھری ہیں آوارہ کسی حبیب کی یہ بھی ہیں حسبت جو کرتے
یہ سب انتظام حکمت سے خالی نہیں۔ اگر ہمیں اپنی بھلائی منظور ہے۔ تو ہر ایک امر میں اُس حکیم مطلق کے ارادوں سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ کائنات ایک معمہ ہے۔ جو آج تک نہ تو کسی سے حل ہو سکا ہے۔ اور نہ آیندہ حل ہو سکے گا۔ مگر ہاں جوں جوں ہم اپنی عقل و فہم سے کام لیں گے۔ کسی نہ کسی قدر حق کے قریب پہونچتے جاویں گے۔ خدائے لایزال ہماری محنتوں کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

روزے بری بہ وصل حافظ گر طاقت انتظار داری

نہیں تو یاد رکھنا۔ ایک نہ ایک دن دُنیا فنا ہو جاوے گی۔ اور وہ کام جسکے سرانجام کرنے کے لئے پروردگار نے ہمیں ہزاروں سال دیئے ہیں۔ اُس آخری لحظہ میں پورا نہ ہو سکیگا۔ زمین کیا ہے۔ جلتی آگ کا کوئلہ ہے۔ جسکی راکھ پر ہم مسکن گزین ہیں۔ عالمان جغرافیہ کہتے ہیں۔ کہ روے زمین پر پانی خشکی سے زیادہ ہے۔ مگر یہ خشکی اور تری اُس جلتے ہوے کوئلہ کی راکھ ہیں۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ زمین ایک آتش عظیم کی کان ہے۔ آگ کا قاعدہ ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا ہے گھٹتی چلی جاتی ہے۔ الغرض زمین کی حرارت سال بسال روز بروز کم ہو رہی ہے۔ طوفان نوح سے پہلے ہاتھی سے چار گنے بڑے جانور تھے۔ سائبیریا میں ماموتھ کی ہڈیاں اب تک پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ایک جانور جو ہزاروں سال ہوے برف کے نیچے دب کر رہ گیا تھا۔ کھودنے سے دستیاب ہوا۔ اور چونکہ برف میں جسم سڑ نہیں سکتا۔ اسلئے مہیب جانور کے تمام اعضا بلکہ پشم تک صحیح اور سالم تھے۔ اب اتنے عرصہ کے بعد زمین کی حرارت اسقدر کم ہو گئی ہے کہ بڑے تن آور جانور زندہ رہ نہیں سکتے۔ امریکہ میں کانوں کے کھودنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں وہاں اب سے پچاس ساٹھ گنے بڑے درخت موجود تھے۔ مگر اب کافی حرارت نہ ہونے کی وجہ سے اتنا بڑا درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا ہزار دلائل سے بہتر ہوگا۔ کہ جب زمین کے اندر آتش سوزان ہے۔ اور آگ کا کام جلکر بجھ جانا ہے۔ تو ایک نہ ایک دن ضرور ہماری محسن زمین ہماری رفاقت سے

پہلوتہی کرے گی۔ پس ہماری خیر اسی میں ہے کہ اس مختصر اور عارضی وقت کو ایسے کام میں لائیں۔ اور اپنے تئیں قوانین قدرت سے ایسا متناسب بنائیں۔ کہ دم اخیر ہمیں پچھتانا نہ پڑے ؎

اُڑی خوشبوئے گل ہے رنگ وروئے نسترن پھیکا
بہ عجلت پھول چُن ہونے کو ہے رنگِ چمن پھیکا

کوئی آخرت کے معتقد ہیں۔ کوئی تناسخ کو مانتے ہیں۔ مگر اس بات کا تو کوئی بھی قائل نہیں۔ کہ بعد از مرگ ہماری ارواح کرۂ زمین کو چھوڑ جاتی ہیں۔ پس مردہ یا زندہ بہر صورت ہم زمین کی قسمت میں شریک ہیں۔ اگر زمین کی یہ حالت ہونی ہے۔ جیسا کہ آجکل کی معلومات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک تو زمین کی حرارت کم ہو رہی ہے۔ اور دوسرا بوجہ سورج کی کشش کے زمین ہمیشہ گردش کرتے کرتے سورج سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ تو اسوقت جبکہ زمین سورج کی خطرناک کشش میں پہونچکر ۶۵ روز کے اندر اوس آتش فشان ناپیدا کنار میں جا گرے گی۔ جیسا کہ سوئی تک مقناطیس کی طرف دوڑتی ہے۔ تو کیا اگر اُس وقت تک ہم زمین پر رہے۔ تو اُس ہیبت ناک واقعہ کے نتائج سے بچ رہیں گے۔

مگر اُس خالق لایزال کا مقصد ہمیشہ بھلائی ہے۔ اگر دوربین سے دیکھیں تو اس کائنات میں پندرہ کروڑ کے قریب سورج دکھائی دیتے ہیں۔ جو سب کے سب ہمارے سورج سے بڑے ہیں۔ اور ہر ایک سورج کے گرد بے شمار ستارے اور زمینیں دکھائی دیتی ہیں۔ کیا اتنی عظیم الشان خدائی کا مالک اِس بالشت بھر کی زمین کو فنا کرکے راضی ہوگا۔ فنا کرنا اُس کی عادت نہیں۔ آگ جلکر فنا نہیں ہوجاتی۔ اُس کے اجزا ہوا سے مرکب ہوجاتے ہیں۔ پانی اگر ہماری نظر سے غائب ہوجاتا ہے تو پھر بھی صفحہ ہستی سے دور نہیں ہوتا۔ فنا ہوجانا کسی شئے کا ہمارے میدان واقفیت سے پرے چلے جانے کا نام ہے۔ اِس نظام فلکی کے یہ نتائج جو ہمیں اسقدر مہیب اور مہلک نظر آتے ہیں۔ بھلائی اور حکمت سے خالی نہیں۔ جس جون زمین کی ...

گھٹتا ہی ہے۔ اسکا فاصلہ سورج سے کم ہو رہا ہے۔ تاکہ سردی کی شدت سے حیوانات مر نہ جاویں۔ جس وقت زمین کی اندرونی آگ بجھنے کو آجاوے گی۔ تو کشش کی وجہ سے سورج میں جا گرے گی۔ اور رفتہ رفتہ جب سورج کی گرمی پایہ اعتدال کو پہونچ جاوے گی۔ تو وہ مادے جو تصعید کی وجہ سے سورج سے دور دور ہوا میں تیرتے ہیں قریب آتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ منجمد ہو کر اس آتش سوزاں کی سطح پر طبقہ بعد طبقہ جم جائیں گے۔ اور اس مہر درخشاں کو ایک نئی زمین بنا دینگے۔ یہ زمین جس پر ہم آج آباد ہیں ایک زمانہ میں ایک چھوٹا سا سورج ہوگی۔ حرارت کے کم ہونے پر نباتات اور حیوانات کی رہایش کے قابل ہوئی۔ یہ کروڑوں قوی ہیکل پہاڑ جو جابجا سطح زمین پر نظر آتے ہیں۔ کیا ہیں۔ یہ جب ابتدا میں آگ کے گرد طبقہ بنے۔ تو زمین کی اندرونی حرارت اسقدر طاقتور تھی۔ کہ مختلف طبقوں سے مادے نکل نکل کر باہر آتے تھے۔ اب زمین کی حرارت پہلے کی نسبت بدرجہا کم ہے۔ اسلئے پہلے ایسے بلند اور قد آور پہاڑ نہیں بنتے۔ ہاں آتش فشاں مقامات میں اب بھی گاہے گاہے یہ تعجب انگیز نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ معدودے چند آتش فشاں پہاڑ ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ رفتہ رفتہ کمزور ہو رہے ہیں۔ میرے یہ سب بیانات علم نجوم وطبی پر مبنی ہیں۔ ہر ایک بیان کے لئے ہزاروں ثبوت کارخانہ قدرت میں موجود ہیں۔ جن پر ذرا سے غور کرنے سے عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ اس کتاب کا مضمون اور ہے۔ اسلئے فی الحال میں ان دلچسپ اور طویل بیانات کو نظر انداز کرتا ہوں۔

وہی باتیں جن کا چودہ سال پیشتر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کے آثاروں میں ذکر کیا ہے۔ آج منجمان عالم کی سالہا سال کوششوں کے بعد ثابت ہو رہی ہیں۔ زمانہ قدیم میں کہنے والے کا جذبہ صداقت دلوں میں گھر کر جاتا تھا۔ مگر اب نہ وہ کہنے والے اور نہ وہ سننے والے باقی ہیں۔ ہاں بفضل خدا ہماری معلومات پہلے کی نسبت بدرجہا زیادہ ہیں۔ پس طالبان حقیقت کی تفصیل وتشریح سے کیوں نہ تسلی کریں۔

جب تک یہ نظام فلکی بحال ہے۔ زمین اور ستاروں کی گردشیں بدستور ہیں۔ اور جب تک ہمارے جسم میں خون اور خون میں حرکت باقی ہے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ اس محدود حصہ کائنات میں جہاں ہمارے تعلقات ہیں۔ اپنی معلومات کو بڑھائیں اور ہر ایک معاملہ میں قانون قدرت کے اصول پہچان کر اپنے آیندہ افعال اور خیالات کے تصحیح کی کوشش کریں۔ مگر ہماری عمر کوتاہ اور کارخانہ قدرت وسیع ہے۔ اسلئے ہمیں ان اصولوں کے دریافت کرنے کے لئے نہایت مختصر طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ تاریخ قدیم سب سے اعلے ترین ذریعہ ہے۔ تاریخ کیا ہے۔ ایک حکیم ہے۔ جسنے ہزاروں سالوں کے تجربے سے ہمارے لئے بے بدل نسخہ تیار کر رکھے ہیں۔ یہ تاریخ ہی ہے جو ہمیں بتاتی ہے۔ کہ طرح طرح کی آب و ہوا میں انسان کے خیالات نے کیا کیا طریق اختیار کیا۔ اور کس طرح کی تہذیب میں ترقی کی۔ اب سے آٹھ ہزار سال پہلے روئے زمین کا مذہب کیا تھا۔ اور اب اتنے کثیر التعداد مذہب کیوں پائے جاتے ہیں؟ کن کن قوموں نے دوسروں پر فضیلت حاصل کی۔ اور ان کی فضیلت حاصل کرنے کی وجوہات کیا تھیں۔ ان دلچسپ سوالات کے جوابات کے لئے ناچار ہمیں تاریخ ہی کو کھولنا پڑتا ہے۔

اگر ہم میدان ترقی میں قدم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں صرف انگلستان ہی کی ترقی کے وجوہات پر نظر کرنی چاہئے۔ خالدین۔ اسرین۔ بابلونی۔ فارسی۔ یونانی اور رومن اقوام کی بھی ترقیوں پر غور کرنی چاہئے۔ صرف ایک ہی مثال سے نتائج وضع کرنا غلطی ہے۔ اگر انگلستان اقوام مذکورہ بالا کے حالات سے واقف نہ ہوتا تو یہ عروج کہاں سے حاصل ہو سکتا۔ جب ہمیں قوت امتیاز ہے۔ تو تہذیب قدیم کا مطالعہ کرکے اپنے لئے کیوں مفید راستہ تلاش نہ کریں۔ اور بے سوچے سمجھے نقل کرنے کے جیسے نتائج جن سے آج یورپ کی تہذیب معرض خطر میں ہے کیوں نہ بچیں جس وقت یورپ والوں نے اقوام مذکورہ بالا کی نقل کرنی شروع کی۔ تو اس وقت وہ جاہل مطلق اور بے علم تھے۔ مگر بفضل خدا ہند پر نہ تو آج اور نہ دو ہزار سال پہلے یہ

لفظ اطلاق کرسکتا تھا۔ پھر کیوں ہم اپنی عقل و تمیز سے کام نہ لیں۔ اور اپنے لئے ایسی تہذیب بناویں۔ جو ہمارے ہمعصروں کو باعث رشک اور ہماری اولاد کے لئے اکسیر ہدایت ہو۔

مینے اس کتاب کو کن وسائل سے تحریر کیا

روم کے قدیمی حالات تمام مہذب قوموں کے لئے باعث دلچسپی رہے ہیں۔ پُرانے قصوں اور مذہبی کتابوں کے بموجب طوفان نوح کے بعد انسان نے اسی ملک میں سب سے پہلے ظہور کیا ہے۔ باغ عدن یہیں واقع تھا۔ بابل کا مینار جہاں توریت کے بموجب لوگوں کی زبانوں میں اختلاف پڑگیا تھا۔ اسی سرزمین سے منسوب ہے۔ زمانہ قدیم کے دو قدیمی شہر بابلون اور نینوا جن کا نام باشندگان عالم کو کبھی فراموش نہ ہوگا روم ہی میں ایک دریائے فرات اور دوسرا دریائے دجلہ پر واقع تھا۔ اس حیرت انگیز ملک کو دیکھنے کے لئے ہمیشہ دور دور کے لوگ آیا کرتے تھے۔ مگر باوجود اس قدر شوق اور سرگرمی کے وہاں کی قدیمی تاریخ کا کھوج نکالنے کے لئے ہمارے پاس کوئی معتبر ذریعہ نہ تھا۔ یوں تو یونان کے دو مشہور مورخین ہیروڈوٹس اور ھیراوڈوٹس نے اس ملک میں پھر پھر کر وہاں کی پُرانی حکایات اور قصوں کو پوچھ پوچھ کر تحریر کیا تھا۔ مگر ان دونوں کے بیانات میں اسقدر اختلافات تھے۔ کہ کسی ایک پر باور کرنا محال تھا۔ ہاں یوروپین اندھا دُھند ھیروڈوٹس کو معتبر تسلیم کرتے تھے۔

۱۸۴۲ء میں فرانس نے ایک عالم مسمی بوٹا کو سفیر مقرر کرکے روم کو روانہ کیا۔ شہر موصل کو پہونچنے پر بوٹا کو طرح طرح کے کھنڈرات کے ملاحظہ کرنے پر خیال آیا۔ کہ اگر گری ہوئی عمارات کی زمین کو کھود اجاوے تو شاید وہاں سے پُرانے زمانے کے کوئی برتن وغیرہ دستیاب ہوں گے۔ مگر اس بیچارے فرانسیس کو کیا معلوم تھا کہ یہ وسیع کھنڈرات واقعات قدیم کا خزانہ بن جاویں گے۔ جن سے تاریخ کی عمر

میں ہزاروں سال کا اضافہ ہوگیا سلطان صاحب نے اِس معاملہ میں خوب مدد دی اور کھدائی سے عمارات قدیمہ کے کھوج ملنے لگے - فرانس نے بھی وہاں علما کو بھیجا - تاکہ چپے چپے پر غور کرکے اِن قدیمی عمارتوں کے نشان معلوم کریں - وہاں سے ہزاروں طرح کی پُرانی اینٹیں جن پر کچھ منقوش تھا - اور بے تعداد کتبے میسر آئے - جن سے قسطنطنیہ کا عجائب گھر اور یورپ کے اور نامی عجائب خانے پُر کئے گئے - اِن کتبوں کی صرف پُرانے ہونے کی وجہ سے قدر کی جاتی تھی - مگر یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اُن پر کیا لکھا ہے - چونکہ اینٹوں پر بے ڈھنگے نقش تھے - عالمان یورپ کو شک پڑا کہ شاید یہ لفظ ہی نہ ہوں - اور آخرکار گروٹفنڈ نامی ایک عالم نے اِن کتبوں کی زبان اور طرز تحریر کو پڑھنے کا رستہ نکالا - اِس تحریر کی آسانی کو دیکھ کر ہنسی آتی ہے - کہ اس معمولی سی بات پر بڑے بڑے عالموں نے سالوں تک سر پٹکے ہیں - ایران میں کھدائی کرنے سے بھی بہت سے کتبے وصول ہوئے ہیں - جن کے پڑھنے میں ایک انگریز مسٹر الئسن نے لیاقت ظاہر کی - مجھے اس کتاب میں حالات روم کے لئے تو مسٹر ادبیر (ایک فرانسیسی) اور فارس کے متعلق مسٹر الئسن کی تصانیف سے مدد ملی ہے - اور سب سے زیادہ چارلس سمتھ کا ممنون ہوں جنہوں نے بارِ دیگر روم میں کھدائی کرکے بہت سے اور کتبے پائے ہیں - اور ان بے تعداد کتبوں کا ترجمہ زبان انگریزی میں کیا ہے الغرض اس قسم کی بہت سی طول طویل کتابوں کو پڑھ کر جو ہر ایک مصنف کے سفر کے حالات اور بے شمار غیر ضروری کتبوں سے پُر ہیں - میں نے اس مختصر کتاب کے لئے مضمون جمع کیا ہے اور اُسے سلسلہ وار تاریخ کے پیرایہ میں بیان کیا ہے ٭

اِس کتاب کو تحریر کرنے کی وجوہات

میرا پیشتر ارادہ تھا کہ مذہب اور تہذیب پر ایک کتاب تحریر کروں - مگر مناسب ہے - پہلے تاریخ قدیم کے متعلق اہل وطن کے معلومات کو بڑھایا جاوے تاکہ اِس ضروری مضمون پر غور کرتے وقت اُن کی نظر دور تک پہونچ سکے - گو

مصر اور ہندوستان نے بھی زمانہ قدیم میں تہذیب میں بے مثال ترقی کی ہے
مگر بوجوہات چند میں اس کتاب کو ان ملکوں کے حالات لکھ کر طویل کرنا نہیں چاہتا
مصر کی تہذیب نے زمانہ قدیم میں آس پاس کے ملکوں پر بہت تھوڑا اثر کیا ہے کیونکہ
ہندوستان کی طرح مصر ہمیشہ غیر ملکوں کی جنگ آور قوموں سے دبا رہا ہے - اور
مفتوح ملک کی تہذیب خواہ کتنی ہی اعلیٰ ہو نام آوری حاصل نہیں کر سکتی - اور مزید
برآں روم و شام کی اقوام نے جو زمانہ قدیم میں متواتر مصر پر حملہ آور ہوتی رہی ہیں - جو
جو باتیں وہاں کی تہذیب میں ضروری پائی ہیں - اختیار کی ہیں - اور چونکہ اس کتاب
میں روم و ایران کی قدیمی تہذیب کا ذکر ہے - اسلئے مصر کو ان میں شامل سمجھنا چاہئے
اب رہا ہندوستان - ہندوستان کی تہذیب خواہ کیسی ہی حیرت انگیز ہو - مگر روم سے
چار ہزار سال بعد ہے - اور اس پر بحث کرنے کے لیے ہماری کتابوں میں کافی سرمایہ ہے -
بہر صورت روم کے قدیمی حالات کی نسبت معلومات حاصل کرنا ہر ایک فلاسفر کے لئے
ضروری ہے - اور اگرچہ میں نے ہزاروں واقعات کو نظر انداز کیا ہے - تاہم قدیم
زمانہ میں تہذیب اور مذہب کی رفتہ رفتہ ترقی کا کھوج لگانے کے لئے حالات کافی
ہیں - امید ہے کہ ناظرین اس تاریخ قدیم کے واقعات کو جو دلچسپی سے خالی نہیں
خوب غور و فکر کی نظر سے دیکھیں گے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

چند ضروری ریمارک

توریت میں ذکر ہے کہ نوح کے تین بیٹے تھے - حام - سام اور جعفر جنہوں نے
طوفان کے بعد روم - مصر اور افریقہ کے دوسرے ملکوں میں سکونت اختیار کی
اور آجکل کے باشندگان روئے زمین انہیں کی اولاد سے ہیں - پیشتر بھی تاریخ
قدیم اس معاملہ میں معترض تھی - کیونکہ ہر ایک قدیم قوم کے خط و خال اور طرز کلام از قدر

مختلف تھے کہ اُن کے ایک نسل سے ہونے کو تسلیم کرنا مشکل ہے۔ ہزاروں سال کی پرانی تصاویر جو اب ہمیں ملی ہیں۔ اُن میں مختلف اقوام کے خط و خال کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام کے خط و خال میں آٹھ ہزار سال میں بھی کچھ فرق نہیں پڑا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ کہ نوح کے تین بیٹوں کے خط و خال میں ایسا فرق ہوسکتا تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مہذب قوموں کے خط و خال زیادہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان اور یورپ کے باشندوں کے خط و خال میں بعض بعض ایسے تغیر و تبدل واقعہ ہوتے ہیں۔ کہ باپ بیٹے میں کوئی مشابہت نظر نہیں آتی۔ مگر غیر مہذب قوموں کے خط و خال میں سالہا سال تک کوئی فرق نہیں پڑتا چنانچہ افریقہ اور اسٹریلیا کے حبشی سب ایک ہی سانچے میں ڈھلے نظر آتے ہیں۔ الغرض یہ بالکل خلاف قیاس ہے۔ کہ غیر مہذب قوم کے خط و خال میں کوئی بڑا تغیر واقع ہوسکے تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان نوح کے وقت کے لوگ ہم سے تہذیب میں بدرجہا کم تھے۔ پھر ہم کیونکر باور کرسکتے ہیں۔ کہ اس قلیل عرصہ میں ایک غیر مہذب قوم کی اولاد میں ایسا بڑا فرق پڑ سکتا۔ جو آریا اور حبشیوں کے مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اب دیکھئے کہ ہر ایک قدیم قوم جنے صفحۂ ہستی پر قدم دھرے۔ اپنے ساتھ کوئی خاص نام لیکر آئی ہے۔ ایرانی اور ہندوستانی گو مختلف ملکوں میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں تھے۔ مگر اپنے تئیں ہمیشہ نسل آریہ سے بتاتے تھے۔ اور اس خط و خال کے لوگ جہاں کہیں جاکر آباد ہوئے ہیں۔ ہمیشہ اپنے تئیں آریہ کہتے رہے ہیں۔ ان کا خط و خال اور طرز کلام میں دیگر سب قوموں سے مختلف ہے۔ آریہ کے معنے زبان قدیم میں نیک ہیں۔ ایسے ہی نسل منگول یا تورانی جو ساری نسلوں سے زیادہ پرانی ہے وہ ہمیشہ اپنے تئیں بربر یا باربار کہا کرتے تھے۔ جس کے معنی زبان قدیم میں حکمران یا طاقتور ہیں۔ آریہ لوگوں نے موجودہ زبان میں اسی لفظ کے معنوں کو بگاڑ دیا ہے کیونکہ اُن کی

زبان میں لفظ بربر کے معنی وحشی ہیں۔ اب رہی اقوام یہود و عرب وغیرہ۔ قدامت کے لحاظ اس نسل کے لوگ تورانیوں سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ اِس نسل کے لوگ قدیم سے اپنے تئیں سام بن نوح کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ اسیواسطے مورخین اونہیں سامیت یا سمیت کے نام سے پکارتے ہیں۔ روے زمین کے مہذب باشندے صرف انہیں تین نسلوں میں سے ہیں۔ منگول سمیت اور آریہ۔ ان اقوام کے خط و خال اور زبان بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایشیا میں جہاں انسان نے سب سے پہلے ظہور کیا ہے۔ اولاً قوم منگول جسے یورپین تورانی کہتے ہیں حکمران تھی۔ چین اسکے قدیمی جاہ و جلال کے نقش قدم ہے۔ بعدازآن قوم سمیت نے روم و مصر میں ظہور کیا ز تورتیت کے بموجب مصری حام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ مگر چونکہ قوم سمیت سے انہیں بہت مشابہت ہے اسلئے میں انہیں بھی قوم سمیت میں شامل کرتا ہوں) اور سب سے آخر آریہ نے ایران اور ہندوستان میں غلبہ کیا۔ پہلے جو ہماری معلومات بہت محدود تھیں۔ تمام مورخین کا خیال تھا کہ قوم سمیت نے سب سے پہلے تہذیب کی بنیا ڈالی ہے۔ اب جو شہر بابلون کے کھودنے سے بیشمار کتبے دستیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہماری معلومات کو بدرجہا زیادہ کر دیا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ جس تہذیب کے لئے ہم قوم سمیت کو اسقدر فضیلت دیتے تھے۔ وہ انہوں نے قوم منگول سے سیکھی ہے۔ بادشاہ نمرود جس کا نام زمانہ قدیم میں شہرۂ آفاق تھا۔ قوم منگول سے تھا۔ اُس کی تصویر جو کھنڈرات سے دستیاب ہوئی وہ بھی اس نتیجہ پر صاد کرتی ہے۔

نمرود کا پہلا مسکن شہر شوزا یا ایلام تھا جو ملک سوزانیہ کا دارالخلافہ تھا۔ یہ ملک ایران کے شمال و مغرب اور کوہ قاف کے جنوب مشرق میں واقعہ تھا۔ نمرود نے وہاں سے آکر دریاے فرات کے اردگرد کی اقوام کو ماتحت بنا کر شہر بابلون کو تعمیر کیا۔ اور تہذیب کی اُس قدیم زمانہ میں بنیاد ڈالی۔ مورخین حال

اس صدی کے آغاز میں نسل منگول کو کچھ فضیلت نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ ہماری تاریخ دانی کے بموجب اُن میں سے صرف مغلوں اور ترکوں ہی نے عروج حاصل کیا ہے اور اُنہوں نے تہذیب میں کوئی اعلی درجہ کی قابلیت ظاہر نہیں کی۔ مگر آج یہ امر پایۂ یقین کو پُہنچ گیا ہے کہ جو تہذیب رفتہ رفتہ اس درجہ کو پُہنچی ہے سب سے پہلے اُس کی بنا قوم منگول ہی نے ڈالی ہے۔

اِس بات کا پتہ ملنے سے علماے یورپ نے چین کی کتب قدیم کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور بڑے حیرت اثر راز کھُل رہے ہیں۔ چین باوجودیکہ ہزاروں سال اردگرد کی ایشیائی اقوام سے بے تعلق رہا ہے۔ مگر وہاں کی قدیمی کتابوں میں طوفان کا قصہ موجود ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نے چین پہ روم کی طرح مہلک اثر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ چینیوں کا بہت سا حصہ پہاڑوں پہ چلا گیا تھا۔ اور بعدازاں اونہوں نے ایک نہایت طول طویل نہر بنا کر زاید پانی کو نکالا۔ علم زمین شناسی کے بموجب یہ امر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ گذشتہ طوفان تمام روے زمین پر آیا ہو۔ اب آیندہ طوفان عظیم کی تیاری کے جو اسباب نظر آتے ہیں اُن سے انسان اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ کون کون سے ملک اِس سے تباہ ہوں گے۔ بہرحال یہ طوفان جو ایشیا اور یوروپ ہی میں محدود تھا۔ روم میں زیادہ خطرناک تھا۔ کیونکہ یورپ اور ایشیا کے درمیان کوئی ایسا سمندر نہ تھا۔ جسکے وزریعہ ایک بے تعداد پانی شمال سے جنوب کی طرف بہ سکتا۔ مگر چین کی ایک طرف تو بحرالکاہل ہے اور ملک بلند پہاڑوں سے محصور ہے اس لئے وہاں طوفان اتنا مہلک ثابت نہیں ہوا۔ گو ہمیں تاحال اس بات کا پتہ نہیں ملا کہ ملک چین کب آباد ہوا ہے۔ اور طوفان سے پہلے وہاں کی کیا حالت تھی۔ مگر اِن معلومات سے میدان تاریخ دانی بہت وسیع ہو گیا ہے اور اعلی خیال کے لوگ غور و فکر سے بہت سی باتوں کا کھوج نکال سکیں گے۔ مزید براں ممکن ہے کہ مقام سُوسا میں کھُدائی سے کوئی اور معلومات کی کان مل جاوے۔ کیونکہ ہمزود وہیں

سے آیا تھا۔

علم زبان دانی بھی توریت کے اِس مسئلہ کی تردید کرتا ہے۔ کہ موجودہ اقوام نوحؑ کے تین بیٹوں کی اولاد ہیں۔ کیونکہ جو اقوام خط و خال کے لحاظ سے باہمی رشتہ شباہت کرتے ہیں۔ اُن کی زبانیں بھی ایک ہی نسل سے ہیں توریت میں زبانوں کے اختلاف کی نسبت یوں لکھا ہے۔

باب گنس فصل ۱۱ (۲۲۴۷ قبل مسیح واقعہ ہوا) تمام دنیا میں ایک ہی زبان اور ایک ہی طرز کلام تھی۔ جب قومیں مشرق سے آئیں۔ اور اُنہوں نے سرزمین سشنار میں ایک میدان پایا تو وہاں آباد ہوئے۔ اور اُنہوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ آؤ۔ ہم ایک شہر اور ایک مینار تعمیر کریں۔ جسکا سر آسمان تک پہنچے۔ اور مناسب ہے کہ ہم اپنے لئے نام مقرر کریں۔ مبادا کہ ہم تمام زمین میں منتشر ہو جاویں اور خدا نے اوتر کر مینار پر نظر کی جو انسان نے بنایا تھا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو یہ تمام لوگ ایک ہیں۔ اور اُن کی ایک ہی زبان ہے۔ اب جو اُنہوں نے ایسے کام کرنے شروع کئے ہیں۔ جو کچھ ان کے دل میں خیال آئے گا اُس کے پورا کرنے میں کوئی چیز اُنہیں نہیں روکے گی۔ تو اب ہم ان کی زبانوں میں تفرقہ ڈالیں گے۔ تاکہ وہ ایکدوسرے کو نہ سمجھ سکیں۔ پس خدا نے اُنہیں منتشر کر دیا۔ اور وہ تمام زمین پر پھیلے۔ اور اُنہوں نے شہر کا تعمیر کرنا چھوڑ دیا۔ اِس لئے اُسکا نام بابل ہے کہ خدا نے وہاں تمام دنیا کی زبانیں مختلف کریں۔ اور وہاں سے خدا نے انہیں تمام روئے زمین پر منتشر کر دیا"

اِس سے مراد یہ ہے کہ طوفان کے بعد کے لوگ سخت خائف تھے۔ اور وہ اِس فکر میں تھے کہ آیندہ کے لئے طوفان سے بچنے کے لئے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنائیں۔ اور اگرچہ خدا نے اُن سے طوفان نہ آنے کا وعدہ بھی کیا مگر وہ باز نہ آئے تب اُنہیں اختلاف زبان کی سزا دی گئی۔ توریت کی یہ دلیل بھی خلاف قیاس ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسی باتوں کا اعلان لوگوں کو اُس بیہودہ خیال

سے باز آنے کے لئے مفید ثابت ہوا ہوگا۔ مگر زبانوں کا اختلاف اقوام کے مختلف نسل سے ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جس قوم پر ہم نظر کرتے ہیں۔ زبان اور خط و خال کا تناسب پہلو بہ پہلو نظر آتا ہے۔ گو مختلف نسلوں کے مخلوط ہونے سے موجودہ زبانیں زیادہ مشابہ نظر آتی ہیں۔ مگر پھر بھی کیا زبان ہائے حال اور کیا قدیم ہم مقابلہ سے ہر نسل کی اقوام کی علیحدہ علیحدہ فہرست بنا سکتے ہیں زبانوں کا تفرقہ ایک آدھ گھڑی کا کام نہیں تھا۔ جیسا کہ آجکل زبانیں متغیر ہوتی نظر آتی ہیں۔ ویسا ہی ہزارہا سال کے عرصہ میں زبانوں میں فرق پڑے ہیں۔ اور اس کا باعث ہمیشہ نقل مکان ہوتا ہے۔ امریکہ میں بھی انگریزی بولتے ہیں مگر ہر سال انگلستان اور وہاں کی زبان میں فرق پڑ رہا ہے۔ قوم سکسن جو جرمنی سے جاکر انگلستان میں آباد ہوئی ہے۔ تو آج انگریزی اور جرمن میں کتنا فرق نظر آتا ہے۔ مگر قدیم زمانہ کی انگریزی جرمن سے زیادہ مشابہ ہے۔ نقل مکان سے گو زبان تبدیل ہو جاتی ہے۔ مگر اُس کی اصل چھپ نہیں سکتی۔ اگر موجودہ باشندگان روے زمین نوح کے تین بیٹوں کی نسل سے ہوتے۔ تو اولاً اُن کے خط و خال۔ دوم اُن کی زبانوں کو آپس میں رشتہ و تعلق ہوتا۔ جیسا کہ ناظرین ملاحظہ فرماویں گے۔ میں نے اس کتاب میں روم کی قدیم زبانوں کی مشابہت پر مثالیں بھی تحریر کی ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ زبان اور نسل کو ایک خاص تعلق ہے۔ ظاہری مشابہت تو انقلابات زمانہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ مثلاً افریقہ کے بہت سے حبشی انگریزی بولنے لگے ہیں۔ کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ حبشی انگریزوں کی نسل سے ہیں۔ یا انگریز حبشیوں کی نسل سے ہیں۔ فارسی اور اُردو میں سینکڑوں عربی کے لفظ روزمرہ استعمال میں ہیں۔ مگر یہ تعلق قدیمی نہیں۔ چونکہ مذہب اسلام نے ان ملکوں کی اقوام میں تہذیب کو از سر نو روشن کیا ہے۔ اسلئے زبان عربی کے الفاظ ان اقوام نے اختیار کئے ہیں۔ ایک ہی نسل کی زبان کا مختلف ہو جانا اولاً تو ممکن نہیں۔ مگر بفرض محال اگر ہو بھی تو اسے نہایت

طول طویل وقت چاہئے ۔ اور ہم اندازہ لگا کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ طوفان نوح سے لیکر ہمارے تاریخی زمانہ تک ایسے انقلاب کا واقعہ ہونا کسی صورت میں ممکن نہیں ۔ پس مجبوراً ہمیں یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے۔ کہ نوح کے وقت میں جو لوگ طوفان کے مہلک نتائج سے بچ گئے تھے ۔ وہ مختلف سنون سے ہوں گے ۔ اُن کی زبانیں بھی مختلف ہوں گی۔ کیونکہ گیارہ ہزار سال میں نہ تو زبان اور نہ خط و خال اسقدر تبدیل ہو سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ جو صرف ہم غور و فکر ہی سے نکالتے ہیں ۔ اُن کبتوں سے جو نمرود کے زمانہ کے ہیں ثابت ہو گیا ہے ۔ نمرود کے کبتوں میں نوح کی مفصل یہ حکایت ہے ۔ اب اگر وہ لوگ جو نوح کے زمانہ میں طوفان سے بچ رہے ہیں۔ مختلف قوم کے تھے یا اُن کے بیٹے نہیں تھے ۔ تو اُن کی زبانوں میں ایسا تغیر واقع ہونے سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ آدمؑ کے وقت سے لے کر نوحؑ کے وقت تک ایک لمبا چوڑا عرصہ چاہئے ۔ کیونکہ آدم کی اولاد جو اُس وقت تک ایک ہی ملک میں آباد تھی ۔ مختلف زبانیں کیونکر بولتی ۔ اور خصوصاً جو جہاز کے ذریعہ سے بچ نکلے ہیں وہ تو ایک ہی شہر یا گاؤں کے رہنے والے ہونگے الغرض انسان کے روئے زمین پر نمودار ہونے کا ہم جو اندازہ لگاتے ہیں وہ اصل مقدار کا عشر عشیر بھی نہیں ۔ یہ نتائج گو ظاہراً کتنے ہی بے حقیقت معلوم ہوں ۔ مگر جوں جوں ابتدا کی نسبت ہماری واقفیت بڑھے گی ۔ انتہا کا بھی کسی قدر اندازہ لگا سکیں گے ۔

بحث کرنے کا یہ طریقہ گو ایسا دلچسپ نہیں مگر صداقت پر مبنی ہے۔ گو سچ تو ہمیں کبھی معلوم ہو یا نہ ۔ مگر جہاں تک ہو سکے اس کے قریب پہونچنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ منطق سے انسان اوسی چیز کو غلط یا درست ثابت کر سکتا ہے ۔ اسلئے جویان حقیقت کو چاہئے ۔ کہ خیالات کی بنا ہمیشہ واقعات پر ڈالے ۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے علما تا حال علم منطق کے دلدادہ ہیں ۔ اور بجائے واقعات پر نظر کر کے نتائج نکالنے کے نتائج کو ثابت کرنے کے لیے دلائل

تلاش کرتے ہیں۔ اے برادران قوم آپ کو بوجہ فلسفہ کے دنیا کی تمام قوموں پر شرف حاصل ہے اپنے معلومات کو بڑھاؤ۔ اور غور کرتے وقت ہمیشہ اپنے دل کو طرفداری سے صاف رکھو۔ بوجہ ہماری کم فہمی کے اس دنیا کی حقیقت کو جاننا اب بھی ناممکن ہے۔ اگر اسپر اور بھی پیچیدگی ہم نے زیادہ کی تو اس قلیل عرصہ میں جو ہمیں غور و فکر کے لئے حاصل ہے۔ ہم منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکیں گے۔



باب اوّل

قوم خالدین

ہمارے موجودہ تاریخی معلومات کے بموجب جو ملک سب سے پہلے تہذیب کی روشنی سے منور ہوا ہے۔ خلیج فارس اور ایشیائے کوچک کے درمیان واقعہ تھا۔ ایک طرف کردستان کے بلند پہاڑ اس ملک کی حدبندی کرتے تھے۔ اور دوسری جانب صحرائے عرب اِس ملک کی وسعت میں مخل تھا۔ مورخین یہود اِس خطۂ بے بدل کو ارم نہرین (دو دریاؤں کا ارم) یونانی اور رومن سوپوٹیمیا (دوابہ) اور عرب الجزیرہ کہتے ہیں۔ اور یہ نام دریائے دجلہ اور فرات کی بدولت ہیں۔ اور حقیقت میں اس ملک کی ساری زراعت اور سرسبزی انہی دریاؤں پر منحصر ہے۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں خدا جانے تب سے لے کر آج تک گردش روزگار نے اِس ملک کی حدود کو کسقدر تبدیل کر دیا ہے۔ خلیج فارس جو اس ملک کے جنوب میں واقع ہے۔ ایک زمانہ میں نہایت وسیع تھی۔ مگر رفتہ رفتہ دریا شمال سے لا لا کر اِس خلیج میں مٹی بھرتے رہے۔ سو اگر تاریخی دلایل سے اسکی وسعت پر بحث کی جاوے تو فرق بہت بڑا نظر آتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دریاؤں کے دھانہ پر ہر ستر سال میں ایک میل کا فرق پڑتا ہے۔ یعنے دریا کی مٹی دہانہ پر جمع ہو ہو کر ساحل کی وسعت کو بڑھاتی رہتی ہے۔ اس حساب سے قوم خالدین کے زوال کے وقت سے آجتک جسے چار ہزار کے قریب عرصہ گذرا ہے۔ اِس ملک کی زمین کم سے کم تیس ہزار

مربع میل بڑھ چکی ہے۔

خالدین کے بسائے ہوئے چار شہر جو سرزمین شنار میں واقع تھے۔ بابل۔ ارخ۔ اکاد اور کلینہ ہیں۔ اور مورخین قدیم ان شہروں کے شوق دیدار میں ملک ملک کی خاک چھانتے پھرے ہیں۔ اُور (یا حور) حرک۔ نیپور۔ لارسہ (یا لارنجہ) کے سوا اور بھی بہت سے شہر اس قوم نے آباد کئے تھے۔ مگر بوجہ اختصار نہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

شہر اُور کو ایک زمانہ میں اس ملک کا دارالخلافہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ مگر بعد ازاں نیپور اور آخر کار شہر بابل بادشاہ کا مسکن قرار پایا۔ اُور دریائے فرات کے دہانہ پر تھا۔ اسلئے بحری تجارت کے بدولت اِس شہر کی شہرت ہمیشہ بحال رہی۔ وسیع سمندر کے متصل ہونے سے ممکن ہے۔ کہ خالدین کی تجارت صرف اپنے ہی ملک میں محدود نہ ہوگی۔ اور اُن کے جہاز مصر اور ہندا ور سنگلدیپ کو بھی جاتے ہوں گے۔ بابلون اعظم جسے عرب بابل کہتے ہیں۔ دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر آباد تھا۔ یہ شہر گو ہمیشہ شہرہ آفاق تھا۔ مگر سال ہا سال کی گمنامی کے بعد آجکل پھر یہ شہر ہمارے تاریخی معلومات کا مرکز بن رہا ہے۔ اور اس کا نام پھر زبان زد خلایق ہو رہا ہے۔ علمائے حال دور دور سے اس شہر کے کھنڈرات کو ملاحظہ کرنے جاتے ہیں۔ اور تاریخ قدیم کے شوقین لاکھوں روپیہ اس غرض سے صرف کر رہے ہیں۔ کہ اِس سرزمین کے چپے چپے کو کھودا جائے۔ اور جو کتبے وہاں سے برآمد ہوتے ہیں۔ اُن کو نہایت غور و فکر سے پڑھا جاتا ہے۔

قوم خالدین کی اصل

توریت میں لکھا ہے کہ طوفان نوح کے بعد بنی نوع انسان اُس میدان میں جو دجلہ اور فرات کے دہانوں کے متصل ہے آباد ہوئی ہے۔ اکثر مورخین قدیم نے ابتدائی واقعات کو یہودیوں سے نقل کیا ہے اسلئے قدرتاً وہ بھی توریت

سے بہت سی باتوں میں متفق ہیں - یعنی تمام لوگ ایک ہی زبان بولتے تھے - اور ایک ہی فرقہ کے تھے - اس میں کچھ شک نہیں کہ یہودی ابتدا ہی سے تجارت پیشہ تھے - اور انہیں ہمیشہ درست واقعات کے لکھنے کی عادت تھی - مگر اُن کی تاریخ دانی پندرہ سو سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے - اس لئے اُس زمانہ سے اُن کے واقعات کا صحیح ہونا سب مانتے ہیں - مگر اُس سے پہلے کے جو حالات وہ تحریر کرتے ہیں - وہ یا تو اوروں سے نقل کئے ہیں - اور یا سُنے سُنائے قصوں کو فراہم کرکے اُن کی من گھڑت ترتیب بنائی ہے - تجارت پیشہ لوگ ہمیشہ قوت خیال میں کمزور پائے جاتے ہیں - چونکہ اُن کا حافظہ اچھا ہوتا ہے - اسلئے انہیں جو کچھ بتاؤ یا درکھتے ہیں - یا نہایت صحت سے لکھ چھوڑتے ہیں - مگر قدیمی واقعات پر غور کرتے وقت وہ کبھی درست اندازہ لگا نہیں سکتے - اس لئے موسی کے وقت سے پہلے کے واقعات جو یہودیوں نے تحریر کئے ہیں - اُن میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں - عام خیال کے بموجب وہ لوگ جنہوں نے تہذیب کی ملک خالدی میں بنا ڈالی ہے - آرم یا قوم سمیت سے تھے - وہ لوگ اپنے تئیں ارمن اور یونانی انہیں اسیرین کہتے تھے - بقول مینورد (Menard) ارامن اور سیرین اُن فرقوں کا نام ہے - جو دجلہ اور فرات کے اردگرد اور ارض فلسطین میں آباد تھے - مگر آج کل یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے - کہ یہ لوگ قوم اکاد سے تھے - جو نسل تورانی یا منگول سے منسوب ہیں - قدیم ترین کتبوں کی زبان تورانی وضع کی ہے - مگر یہودی اس امر پر بہت زور دیتے ہیں - کہ اُن کی زبان عبرانی سے مشابہ تھی - مگر ہم اس مشابہت کو معتبر نہیں سمجھتے - کیونکہ سلطنت خالدی کی بنا سے لے کر بادشاہ بنو چدنزر کے وقت تک زبان میں بہت سے تغیر واقعہ ہوئے ہیں جن کی آیندہ تفصیل کی جاویگی -

وہ وسیع سلطنت جس کی بادشاہ مزوو نے بنا ڈالی ہے کش کے نام سے مشہور تھی - مگر مشہور و معروف مورخ بیروسس اس سلطنت کے اُس حصہ کو جو

روم میں واقعہ تھا خالدی کے نام سے موسوم کرتا ہے - اور وہاں کے باشندوں کو خالدین کہتا ہے - اب بھی بعض مقامات نمرود کی وسیع سلطنت کا نشان دیتے ہیں - کچھ جو ہندوستان کے مغربی ساحل پر ایک جزیرہ مناکا نام ہے - لفظ کش سے لیا گیا ہے - جو نمرود کی سب سلطنت کا نام تھا - نمرود کا اصلی نام بلوس تھا - چنانچہ مورخین یونان اور آرمن اُسے اسی نام سے پکارتے ہیں - صرف یہودیوں نے اُس کا نام نمرود لکھا ہے - قوم بلوچ کا اصلی نام قوم بلوس تھا - یعنے بلوس (نمرود) کی قوم - ملک بلوچستان کا اصلی نام نمرود کے وقت سے ہے - مگر ہاں اُس وقت اسے صرف بلوس کہتے تھے جو بگڑ کر بلوچ ہو گیا - اور بعد ازاں فارسیوں کے عہد حکومت میں اس ملک کا نام بلوچستان ہو گیا - کیونکہ لفظ ستان کے معنی فارسی میں جگہ یا مقام کے ہیں - مثلاً ہندوستان وغیرہ الغرض قوم منگول ایک زمانہ میں تمام ایشیا پر حکمران تھی - مغربی سلطنت ایشیا کوچک سے لے کر سندھ تک پھیلتی تھی - اور مشرقی حصہ ایشیا میں چین اور ہندوستان میں اسی قوم کی آبادی تھی - توریت میں لکھا ہے - کہ حام بن نوح کے چار بیٹے تھے - کش - مزرائم - فوت - اور کنعان .... کش کا بیٹا نمرود تھا - جسکی پہلی سلطنت بابل - ارخ - اکاد اور کالنہ سرزمین شنار میں تھی - اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی قدیمی واقعات پر غور کرنے میں کسقدر کوتہ اندیش تھے - رومی - مصری ملک سومالی کے رہنے والے - اور کنعانی ایک نسل سے تھے یہاں تک تو یہودی درست ہیں - کیونکہ اُن کو حام کی اولاد بتاتے ہیں - مگر جب نمرود اردگرد کی اقوام کو فتح کر کے سلطنت کش کا مالک ہو گیا - تو یہودی اُسے خواہ مخواہ کش کا بیٹا بتاتے ہیں - نمرود کے کتبوں میں اُس کی لڑائیوں کا برابر ذکر ہے نمرود نے سلطنت کو حق سے نہیں بلکہ بزور تیغ فتح کیا ہے - چونکہ نمرود کی رعایا مختلف نسلوں سے تھی - اسلئے جو زبان مابعد میں ملک خالدی میں رائج تھی گویا زبانوں کا اختلاط تھی - اور اس بابت پر تو یہودی بھی متفق ہیں کہ خالدی بادشاہ اپنی رعایا کو کبراتت

ارباب کہتے تھے جس کے معنی چار بانیں ہیں۔ ابراہیمؑ کے وقت میں بھی چار بادشاہوں کا اتحاد چار قوموں کا وجود ثابت کر دیا ہے۔ یہودی اُس زمانہ کے پہلے کے لوگوں کو اربعہ لسان کہتے ہیں۔ ملک خالدی کی چار قومیں۔ کشت۔ تورانی۔ سمیٹ اور آریہ تھیں۔ ملک خالدی میں کھجور کی کاشت کاری عام تھی۔ تھیوفراستس (ارسطو کا شاگرد) لکھتا ہے۔ "کہ غلہ گندم کی بابلوں میں دو فصل ہیں۔ زراعت کی کثرت کو جاری رکھنے کے لئے اناج مویشی کو کھلا دیتے ہیں۔ اور کھاد کے استعمال سے زمین کی پیداوار کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں"۔ اس ملک کا زرخیز اور شاداب ہونا۔ اِس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شاہان فارس اِس ملک کو فتح کرنے کے لئے ہمیشہ لڑتے رہے ہیں۔ قوم خالدی کے زوال کے بعد جب یہ ملک فارسیوں نے فتح کر لیا۔ تو وہاں کا خراج جو اڑھائی لاکھ سے اوپر تھا سلطنت فارس جو ہند سے مصر تک پھیلتی تھی۔ اُس کی کل آمدنی کا تیسرا حصہ تھا۔ اِس ملک کا شاداب ہونا ہر طرح سے ثابت ہوتا ہے۔ فسٹ عمادؔ کے نام سے ایک کتاب جو زمانۂ حال کی تصنیف ہے اِس ملک کی نسبت یہ رائے دیتی ہے۔ "زمین نہایت سرسبز ہے۔ چاول۔ کھجور و دیگر اقسام غلہ کی کثرت ہے مگر باشندگان زراعت میں کوشش نہیں کرتے۔ یونانی کہتے ہیں کہ شہر بابل کے باشندے کھجور کو روٹی۔ شراب۔ سرکہ اور شہد کے بجائے استعمال کرتے تھے۔ جب عرب لوگوں نے اس ملک کو فتح کیا ہے۔ وہ اسی چار دُنیاوی بہشتوں میں شامل کرتے تھے۔ اُس قدیم زمانہ میں اس سرزمین میں شیر۔ چیتا۔ تگر بھگر۔ جنگل میں بھیڑیا۔ سانڈ۔ سور اور کئی درندے پائے جاتے تھے اور ہر طرح کے پرند بھی وہاں موجود تھے۔

قوم خالدین کی زبان اور طرز تحریر

اِس امر کا ذکر پیشتر کیا گیا ہے کہ اِس ملک کے بادشاہوں کا کپرات ارباب یعنے

چار مختلف زبانیں بولنے والی قوم پر راج تھا۔ گو ہم اُن چار زبانوں کا پورا پورا کھوج لگا نہیں سکتے"۔ تاہم کتبوں کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپس میں بالکل مختلف تھیں۔ اگر اس زمانہ کی زبان کو ہم مخلوط کر دیں۔ تو بہیت مجموعی اسکے الفاظ موجودہ چار قوموں کی زبانوں سے مشابہ ہیں۔ یعنے تورانی۔ ہمیت (اولاد حام) سمیت اور آریہ۔ اس زبان قدیم کے بعض الفاظ عرب۔ ابی سینا اور مصر کی زبانوں سے متعلق ہیں۔ اور بعض باتوں میں اسے ترکی اور ملک ہنگری کی زبان سے مشابہت ہے۔ مندرجہ ذیل فہرست سے ناظرین قدیمی زبان کے مختلف تعلقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

الفاظ زبان قدیم	معنی	اس لفظ کی کس زبان سے مشابہت ہے
ویگر	خدا	تنگری (زبان ترکی)
آتا	باپ	آتا (ترکی اور ابی سینا کی زبان)
سس	بھائی	اسا (ابی سینا کی زبان)
تور	بیٹا۔جوان	تورخان (تاتاری۔ تورانی)
آر	دریا۔نہر	(عربی)
کا	دروازہ	کاپو (زبان ہنگری) باشندگان ہنگری نسل منگول سے ہیں۔ ہنیار اس قوم کا بانی۔ نمرود کی نسل میں سے تھا۔
سان	سورج	سن (انگریزی)
سی	آنکھ	سیم (زبان ہنگری)
ایگر	بعد	اگریا (ابی سینا)

چونکہ مجھے طوالت منظور نہیں۔ اسلئے اس قوم کی زبان پر میں زیادہ بحث نہیں کرتا۔ یہ امر صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ قوم خالدین کی زبان کی مشابہت نسل منگول سے زیادہ ہے۔ اور بہیت مجموعی یہ آجکل کی تین مشہور و معروف

قوموں کی زبانوں سے مشابہ ہے۔ منگول سمیت اور آریہ قوموں کے خط و خال کا فرق بھی اُس زمانہ کی تصاویر سے ظاہر ہوتا ہے۔ خصوصاً نمرود کے خط و خال تو بالکل تورانی ہیں۔

قوم خالدین جو ہمارے معلومات کے بموجب لکھنے کے طریق کے موجد ہیں حرفوں سے نہیں لکھتے تھے۔ بلکہ ہر ایک نام یا اسم کے لئے ایک چھوٹی سی تصویر یا علامت بنائے تھے۔ مثلاً

خدا کو یوں لکھتے تھے ✳ اسکی وجہ یہ ہے کہ خالدین ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ اس کی اور دلیل یہ ہے کہ شہر اُور جو ملک خالدین میں نہایت مشہور تھا۔ وہ اس قوم کے ستاروں کی پرستش کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ زبان خالدی میں لفظ اُور کے معنی ستارہ ہیں۔

ہاتھ کو یوں لکھتے تھے ☰ جوں جوں اس قوم کا طرز تحریر تبدیل ہوتا گیا۔ اِس لفظ کی مشابہت دست انسانی سے بڑھتی گئی۔

☐ = گھر۔ اگر لفظ گھر کا لکھنا منظور ہوتا۔ تو ایک مربع سا بنا دیتے تھے

◇ = سورج علے ہذا القیاس

قوم خالدین کے پہلے مہذب فرقہ کا نام اَکاد تھا۔ اکاد قوم منگول سے ہیں۔ اور شہر اکاد اِنہی کا ہمنام ہے۔ اِنہوں نے اِس ملک میں سکونت اختیار کرتے ہی زراعت میں ترقی کرنی شروع کر دی۔ اور چونکہ پرستش کا خیال اُنہیں بہت تھا۔ اسلئے جابجا مندر تعمیر کرنے لگے۔ مگر اُس زمانہ میں سوائے کچی اینٹوں کے اِنھیں اور کچھ نہ سوجھا۔ اور حقیقت میں اگر کچی اینٹوں کو کافی عرصہ تک دھوپ میں رکھیں۔ تو بہت مضبوط اور کارآمد ہو جاتی ہیں۔ اُس زمانہ کے مندروں کے کھنڈر اب تک دیکھ سکتے ہیں۔ مُردوں کے دفن کرنے کے لئے اُنہوں نے کئی طرح کے برتن بنائے۔ بعض مرتبان کی طرح کے تھے۔ اور بعض مستطیل شکل کے بنائے جاتے تھے۔

وہ علوم جن میں خالدین نے بہت ترقی کی ہے۔ نجوم اور ریاضی ہیں۔ سمپلنس

ایک یونانی مورخ لکھتا ہے۔ کہ جبوقت سکندر اعظم شہر بابل کو آیا ہے۔ کالستھنس اُسکے ہمراہ تھا۔ اُس نے وہاں سے بہت سے پُرانے کتبے متعلق نجوم جمع کر کے ارسطو کی طرف روانہ کئے۔ جن میں سے اکثر ۱۹۰۳ سال قبل از وقت سکندر لکھے گئے تھے۔ ان کتبوں کی یونان میں بہت بڑی قدر کی گئی۔ آپی گنس بیان کرتا ہے کہ یہ تحریرات پختہ مٹی کی اینٹوں پر کندہ تھیں۔ اور خالدین جو اکثر سمندر میں سفر کرتے تھے۔ تو یہ صرف علم نجوم کے طفیل تھا۔ کہ ستاروں کے حساب سے منزل مقصود پر پہونچ سکتے تھے۔

یہودی خالدین کی جہاز رانی کا ذکر کرتے ہیں۔ مزید براں جو کتبے وہاں سے زمین کھودنے سے ملے ہیں۔ اُن میں بھی جہازوں کا ذکر ہے۔ یعنے اُور (دار الخلافہ قدیم) سے جہاز خلیج فارس کے راستہ جایا کرتے تھے۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہوچکا ہے۔ کہ خالدین سونا بھی بکثرت استعمال کرتے تھے۔ اور چونکہ سوائے ہندوستان اور افریقہ اور کہیں انہیں مل نہیں سکتا تھا اسلئے انہیں سیاحی کی بھی رغبت معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ علم نجوم ریاضی کے بغیر ناممکن ہے۔ اِسلئے اُنہوں نے علم ریاضی میں بھی بہت ترقی کی ہوگی۔ بیروسس لکھتا ہے کہ اُن کے اعداد شمار بھی اُنکی قابلیت ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ جذر وغیرہ سے اُنہیں اکثر کام پڑتا تھا۔ اِسلئے ان کے اعداد اِس طریق پر تھے۔ سوس (۶۰)۔ نز (۶۰۰) سار (۳۶۰۰) علی ہذا القیاس

چلدین یا قوم خالدین کے اعداد و شمار

۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
YYY YYY YYY	YYY YYY YY	YYY YYY Y	YYY YYY	YYY YY	YYY Y	YYY	YY	Y

۱۰ ‹

چلدین کا لباس قریبًا وہی تھا جو آج کل عرب میں رائج ہے اور ہندوستان کے بھی بعض حصوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر اُس زمانہ میں نہ تو چوتی اور نہ پگڑی مستعمل تھی۔ پگڑی کے بجائے عام اونٹ کے بال سر پر باندھتے تھے۔ اور امرا ایک عجیب طرح کی ٹوپی پہنتے تھے۔ جس میں دو سینگ لگے ہوئے تھے۔ لباس میں سلائی بہت کم کی جاتی تھی۔ اسلئے ایک بازو کو ننگا رکھنا پڑتا تھا۔ عورتیں زیور کی بہت شایق تھیں۔ جو عمومًا لوہے اور روپیں سے بنایا جاتا تھا۔ اور ہندوستان کے بعض زیورات سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ کھنڈرات کے کھودنے سے بہت سی رتوں کی ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں۔ جو زیور سمیت دفن کی گئی تھیں۔ بعض بعض مردوں کے ساتھ سونے کی تسبیحیں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ مردوں کے ساتھ خوراک بھی قبر میں رکھتے تھے۔ چنانچہ بعض ہڈیوں کے ساتھ کھجوریں اور مچھلیوں اور مرغوں کی ہڈیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

مذہب خالدین

قوم خالدین بت پرست تھی۔ قدرت کی مختلف طاقتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ بت مقرر تھے۔ بادشاہ سے لے کر فقیر تک سب بتوں کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ مشہور ترین بتوں کی تعداد پندرہ یا سولہ سے زیادہ نہیں۔ مگر یوں تو ہر ایک گاؤں کے لئے علیحدہ علیحدہ بت مقرر تھا۔ جسکے سامنے باشندگان دیہ کی حفاظت جان و مال کے لئے دعا کی جاتی تھی۔ بتوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب قدیم نجوم پر مبنی تھا۔ آسمان۔ سورج۔ چاند اور پانچ ستاروں کے واسطے مختلف بت تراش کئے ہوئے تھے۔ اور مشابہت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یونانیوں نے بت پرستی خالدین سے سیکھی تھی۔

خالدین نے بتوں کو یوں تقسیم کیا ہوا تھا۔ کہ ہر ایک بت کے واسطے ایک خدا مقرر تھا۔ را کو سب سے اعلیٰ درجہ کا خدا کہتے تھے۔ اور اس کے لئے ایک

بت بنایا ہوا تھا - جب قوم سمیت اس ملک میں غالب ہوئی تو انہوں نے را کا نام آل قرار دیا - سوائے اعلےٰ خدا کے خالدین ایک تثلیث کے بھی قائل تھے - جس میں آنا - بلوس (نمرود) اور حیا شامل تھے - مگر ان تثلیث کے تین خداؤں کے لئے ایک ایک بی بی بھی مقرر تھی - آنا کے لئے آنات - بلوس کے لئے بلتیں - اور حیا کی بی بی داؤکنیا تھی - اس تثلیث سے دوم درجہ پر ایک اور تثلیث تھی - اول سین باہر کی (چاند کا خدا) دوم سان یا سانسی (سورج کا خدا) سوم ہو (یعنی ہوا کا خدا) اس تثلیث کے خدا بھی بی بیوں کے بغیر نہ تھے - ہو کی بی بی گالا مقرر تھی - سان کا بیاہ گولدسے ہو چکا تھا - ان سے کمتر درجہ کے پانچ اور خدا تھے - جو پانچ مشہور ستاروں یعنے زحل - مشتری - زہرہ - مریخ وغیرہ کے لئے مقرر تھے -
مناسب ہے کہ چند بتوں کی تشریح کی جاوے - تاکہ ناظرین کو عقل انسانی کے مختلف درجے معلوم ہوں - اور امید ہے - کہ یہ تذکرہ دلچسپی سے بھی خالی نہ ہوگا -

ال یارا

اس خدا کو خالدین سب سے اعلےٰ درجہ کا مانتے تھے - لفظ ال کے معنی صرف خدا ہیں - عبرانی کا لفظ الوہیم اور عربی لفظ اللہ اسی سے لئے گئے ہیں - بابل جو ملک خالدین کا دار الخلافہ ہے - زمانہ قدیم میں اسکا نام کا را تھا - زبان خالدی میں کا کے معنے دروازہ اور را کے معنی خدا ہیں - یعنے خدا کا دروازہ - جب قوم سمیت نے اس شہر پر غلبہ حاصل کیا تو انہوں نے اس شہر کا نام تبدیل کرکے بابل کہنا شروع کیا - لفظ بابل بعینہ خالدی لفظ کارا کا ترجمہ ہے - قوم سمیت کی زبان میں باب کے معنی دروازہ اور ال کے معنے خدا ہیں - یعنی خدا کا دروازہ -
قدیمی خالدین تصور کرتے تھے کہ ان کے دو خدا - ہبیل اور آنا - ال کے بیٹے ہیں - اور اس طرح ایک اور تثلیث قایم کرتے تھے عیسائیوں کی تثلیث کو اس سے بہت ہی مشابہت ہے -

آنا

یہ خدا ال سے دوم درجہ پر ہے۔ مگر تثلیث میں اس کا درجہ اول ہے۔ خالدین اسے زمین اور پہاڑوں کا مالک اور جن و دیو کا سردار سمجھتے تھے۔ اس کی پرستش ارخ (ایک شہر) میں درجہ کمال کو پہونچی ہوی تھی۔ اور طول و طویل عرصہ تک اس کی پرستش جاری رہی۔ حتیٰ کہ ۱۱۳۰ قبل مسیح شمس ول خنعت اسم واگون ایک خالدین بادشاہ نے آنا کی تعظیم کے لئے شہر اشور میں ایک مندر تعمیر کیا۔

آنو

آنو تثلیث اول کا دوسرا خدا ہے۔ مشہور و معروف بادشاہ مزود کا نام اسی سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ مزود اصل میں اناد ود تھا۔ اور قدیم زمانہ میں اس بت کا نام بھی اناردد تھا جسکے معنی ضیاء الشمس ہیں۔

حیا

حیا تثلیث اول کا آخری خدا ہے۔ اسکی تعریفوں اور بیانات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ توریت کا شیطان اسی سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں شیطان کو سانپ کہا گیا ہے۔ اور علاوہ تعریفات کے حیا کے لفظی معنے زندگی اور سانپ ہیں۔ اور مزید برآں ہمیشہ بت بناتے وقت اس خدا کو سانپ سے منسوب کرتے تھے۔ کہیں سانپ کی تصویر بنا کر اُسے خداے حیا کا قایم مقام گردانتے تھے۔ اور اُسے علم المخلوق مانتے تھے۔

پیدایش کا قصہ

قوم خالدین کی حکایات متعلقہ پیدایش جو کتبوں کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ مزید برآں بیروسس کی کتب سے بھی پایا جاتا ہے کہ توریت میں جو کہانی پیدایش کا ذکر کرتی ہے۔ خالدین سے نقل کی گئی ہے گو ان دونو حکایات میں کسی قدر تفرقہ ہے مگر یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم کوئی قصہ کسی اور قوم سے نقل کرتی ہے۔ تو اُس میں ضرور کچھ نہ کچھ تغیر واقعہ ہوجاتا ہے قوم خالدین

کی کہانی حسب ذیل ہے۔

ابتدا میں ہر جگہ اندھیرا اور پانی تھا۔ اور اس میں بڑے بڑے قد اور عجیب عجیب وضع کے حیوانات رہتے تھے۔ بعض آدمیوں کے دو ۔ اور بعض کے چار سر تھے۔ اور سر بھی کئی آدمیوں کے دو تھے۔ جن میں سے ایک تو عورت اور دوسرا مردوں کی طرح تھا۔ کئی لوگوں کے سر اور سینگ بکریوں کی طرح تھے۔ اور اُن کے پاؤں گھوڑوں کی طرح تھے۔ بعض حیوانات کا بالائی حصہ جسم انسان اور باقی گھوڑوں سے مشابہت رکھتا تھا۔ بعض بیلوں کے سر بھی انسان کی طرح تھے۔ کتوں کے جسم چار تھے۔ اور دُم مچھلیوں کے سے تھے۔ اکثر لوگوں اور گھوڑوں کے سر کتوں کی طرح تھے۔ اور بہت سے حیوانات کے جسم اور سر گھوڑوں کی مانند تھے مزید برآں مچھلیاں۔ کیڑے اور سانپ بھی ہیبت ناک اور عجیب عجیب وضع کے تھے۔ اور سب تیر سکتے تھے۔ ان سب کی تصاویر بیلوس کے مندر میں رکھی ہیں۔ ان سب حیوانات پر ایک عورت حاکم تھی۔ جس کا نام اوموروکا ہے (خالدین اُسے تھالاتھ اور یونانی تھالاسہ کہتے تھے) جب بلوس ظاہر ہوا تو اُس نے اِس عورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے آدھے دھڑ سے آسمان اور آدھے سے زمین بنائی گئی۔ اور بیشتر جو حیوانات موجود تھے اُنہیں فنا کر دیا گیا۔ پھر اُسے اندھیرے کو دور کیا۔ اور آسمان و زمین کو علیحدہ کر کے تمام کائنات کو مرتب کیا۔ جو جانور روشنی برداشت کر نہیں سکتے تھے۔ وہ مر گئے جب بلوس نے دیکھا کہ زمین ویران ہے۔ مگر اُس میں پیداوار کی طاقت موجود ہے۔ اُس نے ایک خدا کو حکم دیا۔ کہ اپنے سر کو کاٹ ڈالے۔ جونہی اس کا خون زمین پر گرا۔ طرح طرح کے جانور جو روشنی برداشت کر سکتے تھے پیدا ہونے لگے۔ حتیٰ کہ آدمی بھی ظہور پذیر ہوا۔ یہ چونکہ وہ خدا کی عقل کا شریک تھا۔ دانائی میں تمام دنیا میں لاثانی تھا۔ اور نیز رفتہ بلوس نے سورج۔ چاند پانچ ستاروں اور بیشمار سیاروں کو پیدا کیا۔

اس بات کے اکثر محققین ہیں کہ یہودیوں نے اس قصہ کو قدیم خالدین سے نقل کیا

ہے گو رفتہ رفتہ ملک خالدی کے باشندے کئی مختلف قوموں کے نظر آتے ہیں مگر نمرود کے وقت میں کم سے کم طاقت ور اور حکمران قوم تورانی یا منگول تھی۔ اور چونکہ یہ قوم سب سے قدیم تر ہے۔ اسلئے ہمیں یہی نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ ان قصایص کے یہی موجد تھے۔ بابل کے مینار کا قصہ بھی قوم خالدین میں پایا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ دلچسپ طوفان نوح کی حکایت ہے۔ جو توریت سے کئی ہزار سال پرانی ہے۔ کیونکہ موسیٰ پندرہ سو سال قبل مسیح میں تھے۔ اور یہ حکایت نمرود کے زمانہ کی ہے۔ جو مسیح سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے تھا۔

نمرود کے سوانح عمری اور طوفان نوح کی حکایت

ایک عجیب و غریب کتبہ جو ۱۸۶۶ء میں کھدائی کرنے سے برآمد ہوا ہے۔ نمرود کے وقت کے مشہور واقعات کو بیان کرتا ہے۔ نمرود نہایت بہادر اور شکار کا شوقین تھا۔ بابلون یعنے بابل کے اردگرد کے مقامات کو فتح کرکے نمرود ایک ظالم سردار کی تخریب کے درپے ہوا۔ آخر کار اُسے شکست دیکر اُس نے شہر ارخ کو فتح کیا۔ رفتہ رفتہ اُس نے ایک اور دیو جیسے قوی ہیکل شخص کو فنا کیا اور اردگرد کی زمینوں کو اُسکے پنجے سے چھڑایا۔ ایک دن ایک نجومی جسکا نام حیابانی تھا نمرود کے دربار میں آیا۔ نمرود کو اُس سے ایسی محبت ہوگئی کہ اُس نے اُسے اپنے پاس سے جانے نہ دیا۔ اور اُسے ساتھ لیکر آس پاس کے درندوں کو شہر ارخ کے علاقہ میں شکار کرنے لگا۔ اور ان دونوں نے ملکر ایک سردار مسمی ہمبابا کو جو کوہستان پر حکمران تھا فتح کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک اور سردار بیلیسو کو شکست دی نمرود کا اقبال روز بروز بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ دریائے دجلہ و فرات کے اردگرد کا ملک اُس کے زیر حکومت ہوگیا۔ اور آرمینیہ نے بھی اطاعت منظور کرلی۔ مگر کایک مصائب نے نمرود کی حالت کو بگاڑ دیا۔ اولاً اُس کے دوست حیابانی کو ایک جنگلی حیوان مسمی تتانکو نے مار ڈالا۔ اور بعد ازاں نمرود ایک خطرناک مرض میں مبتلا

ہے۔ مزوو نے جینے سے بیزار ہوکر جنگلوں میں آوارہ گردی شروع کی۔ اور اتفاق سے اُس کی اُس مشہور و معروف شخص سے ملاقات ہوئی جو طوفان عظیم سے بچ نکلا تھا۔ اِس شخص کا نام حیسادرہ تھا۔ مزوو حیابانی کے غم سے اِس قدر تباہ حال تھا کہ شب و روز رویا اور چلایا کرتا تھا۔ حیسادرہ کو ملتے ہی اُسنے بدحالی کی شکایات شروع کیں۔

کتبوں میں مزوو کے سفر کا حال نہایت عجیب ہے۔ جسکے بعد اسکی حیسادرہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ اولاً مزوو بہت سے فرضی دیو و جنات سے لڑائی کرتا ہے۔ اور من بعد ایک مقام پہونچتا ہے۔ جہاں ایک مرد مسمی سبودی اور ایک عورت مسماۃ سبتو رہتے تھے۔ مزوو حیسادرہ کا مکان سمجھ کر اندر جانا چاہتا ہے۔ مگر اہل خانہ دروازہ بند کر دیتی ہے۔ آخر کار مزوو دروازہ توڑنے کا تخوف دلاکر ڈراتا ہے۔ بعد ازان مزوو ارھامسی نام ایک ملاح سے ملتا ہے۔ جو اُسے حیسادرہ کے پاس پہنچانے کا اقرار کرتا ہے۔ جزیرہ میں پہنچکر مزوو حیسادرہ کو منتظر پاتا ہے۔ اور ملاقات کے بعد اس سے طوفان کی نسبت سوال کرتا ہے۔ مگر حیسادرہ بجائے سوال کا جواب دینے کے طرح طرح کے نصائح کرنے لگتا ہے۔

جسکا اصلی نام مزوو کے کتبوں میں حیسادرہ ہے یونانی اُسے سنتھروس اور یہودی اور عرب لوگ نوح کہتے ہیں۔

کتبہ ترجمہ نمبر اول

مزوو نے اس طریق کے بعد حیسادرہ کو کہا۔ کہ میں نے اس بابت پر غور کی ہے۔ کیوں تم میرے سامنے بیان نہیں کرتے۔ تم مجھے نہیں بتاتے ہو۔ کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ تم خداؤں کے مجمع میں زندہ رکھے گئے۔ حیسادرہ نے اس طریق کے بعد مزوو کو کہا کہ اے مزوو تجھ پر مخفی کہانی ظاہر ہو۔ اور خداؤں کا

فیصلہ تجھے معلوم ہو - جہاں تم کھڑے ہو - شہر سری پک واقعہ تھا - یہ شہر اور اُس کے خدا قدیم ہیں - خدا انو - خدا بیل - خدا ننپ - اور جبید کا خدا - اُن کے سامنے تم پر ظاہر ہو - میں اُس کے ارادہ کو سُن رہا تھا - اور اُس نے مجھے کہا - سری پکیت (غالباً سری پاک رہنے والے) ابارا تو توک کے بیٹے ایک جہاز تعمیر کرو - میں گنہگاروں کو فنا کرنا چاہتا ہوں - میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زندگی بچانیکو جہاز کے اندر چلے جاؤ - جہاز جو تم بناؤ اُس کا طول ۶۰۰ مکعب اور اس کا عرض اور بلندی ساٹھ مکعب ہو - میں نے سمجھ کر اپنے خدا حیا کو کہا تو تم مجھے جہاز بنانے کا جو حکم دیتے ہو - میں جب ختم کر چکوں گا - تو پیر و جوان مجھ سے نفرت کریں گے - حیا نے زبان کھولی اور مجھے اپنے غلام کو کہا - تم اُن سے کہو کہ وہ مجھ سے پھر گیا ہے اور اُسنے مجھ پر مقرر کر دیا ہے - ایک بند جہاز جو میں طوفان میں تم پر بھیجوں - اُسکے اندر داخل ہو جاؤ - اور جہاز کے دروازہ کو بند کر دو - اور اسکے ساتھ اپنا تمام اسباب - مال و دولت اپنے نوکر عورتوں - کنیزوں - لوگوں کے بیٹوں کو رکھ لو - جانوروں کو جمع کر کے میں تمہارے پاس بھیجوں گا - تم اُن کو اندر بند کر لینا - اور اجا سیس نے مُنہ کھولا - اور اپنے خداوند حیا کو کہا - کہ کوئی شخص جہاز کو زمین پر نہیں بنائے گا - میں بھی جہاز کو دیکھوں گا - جیسا کہ تم مجھے زمین پر جہاز کے بنانے کا حکم دیتے ہو -

نمبر دوم

پانچویں روز اُس کا گرد اسہا اگر تھا - میں نے اُسپر چھت دھر کے بند کیا - چھٹے روز میں اُس کے اندر سوار ہوا - اور ساتویں روز میں نے اسکے بیرونی حصوں کا ملاحظہ کیا - آٹھویں روز پھر میں نے اسکے اندر کو ملاحظہ کیا - پانی روکنے کے واسطے اُسکے اندر میں نے پیریں بنائیں - اور جا بجا سوراخوں کو بند کیا اور بورے کے تین پیلے مینے اُسکے اندر چھڑکے -

میں نے آدمیوں کے بکس تیار کئے - ان بکسوں کے اندر میں نے حب قدر عمدہ

اور دو پیمانے ملاحوں پر تقسیم کئے۔ منجملہ صدقہ کے بیل اور شراب تھے۔ جنہیں میں نے دریا کے پانی کی طرح جمع کیا۔ اور خوراک کو زمین کی مٹی کی طرح جمع کیا۔ مینے چپوں کے پیچھے اور اوپر کی حرکت کا انتظام کیا۔ وہ جہاز کے اوپر کے حصہ میں دھرے پڑے تھے۔ تمام سونا۔ جاندار مقبوضات اور اپنے زن و مرد خدمت گار کو میں نے جہاز کے اندر رکھا۔ وحوش وطیور اور لوگوں کے بیٹوں کو میں نے اندر لے لیا۔ اور مینے اوپر جانے کا حکم دیا۔ علے ہذا

نمرود کے کبتوں پر بحث

برٹش میوزیم کے کتبہ خوان بھی اسی امر پر متفق ہیں کہ یہ کتبے نمرود کے وقت کے ہیں۔ غالباً وہ ملک جسکی نمرود نے ملک خالدی میں بنا ڈالی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد اُس کی اولاد کے ہاتھوں سے چلا گیا۔ چنانچہ بعض کبتوں میں نمرود کی سلطنت کے زوال کی پیشین گویاں کی ہوی ہیں۔ نمرود کے دربار میں نجومی۔ امرا۔ وزرا مابعد کے بادشاہوں کی طرح موجود تھے۔ یہ کتبے اس لحاظ سے نہایت قیمتی ہیں۔ کہ اُن کے ذریعہ سے زمانہ قدیم کے رسوم و عادات اور مذہبی عقائد کا پتہ ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خالدین میں طوفان کی حکایت عام تھی جسے وہ عصیان قوم کی سزا گردانتے تھے۔ مزید برآں وہ یہ بھی مانتے تھے کہ ایک شخص مقدس نے کشتی بنا کر بعض لوگوں کو بچایا تھا۔ خالدین دوزخ اور جنت کو بھی مانتے تھے۔ اور اُن کے خیال کے بموجب دوزخ زمین کے نیچے اور جنت آسمان کے اوپر تھا۔ بقاے روح کے بھی معتقد تھے۔ اور انہیں خیال تھا کہ ایک بت کے حکم پر روح زمین سے اُٹھکر آسمان کو جاوے گی۔ جیسا کہ ھومر کی حکایات یونانیوں میں زبان زد تھیں۔ ویسے ہی نمرود کی شہرت بابلون (بابل) میں تھی۔ حتی کہ رفتہ رفتہ لوگ اُسے خدا جاننے لگے۔ چنانچہ ایک کتبہ جو شہر نینوا میں برآمد ہوا ہے۔ اُسکی ایک دعا نمرود کی طرف منسوب کی ہوی ہے۔ اور یہ

بات کوئی باعث حیرت بھی نہیں۔ کیونکہ زمانۂ قدیم میں عوام کو جو شے عجیب نظر آتی تھی۔ اُسے خدا کہنے لگتے تھے۔ اور پھر ایک مشہور شخص کی پرستش کرنے کی تو ہزاروں مثالیں پائی جاتی ہیں۔ نمرود کے قصوں کا مرکز شہر ارخ تھا۔ اس شہر کے کھنڈرات ابتک باقی ہیں۔ شہر کے گرد چھ میل لمبی دیوار تھی اور اس کے باہر قبرستان بنا ہوا تھا۔ شہر نینوا کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کدوزنان هندی نے شہر ارخ کو ۲۲۸۰ (دو ہزار دو سو اسی) قبل مسیح فتح کیا ہے اور خدائے ایشتر کے بت کو وہاں سے لے گیا۔ اس سے کئی صدیاں بعد یہ شہر اسور بانی پال کے ماتحت تھا۔ جب اس بادشاہ نے شوشان کو فتح کیا۔ تو ایشتر کے بت کو ۶۴۵ (چھ سو پینتالیس) قبل مسیح پھر شہر ارخ میں لا رکھا۔ اسور بانی پال نمرود کی حکایات کو شہر ارخ سے جمع کر کے ملک اسریا کو لے گیا (ملک اسریا کا حال آیندہ آویگا)

ان سب حکایات میں سب سے زیادہ دلچسپ طوفان کا قصہ ہے۔ کیونکہ اسکی واقفیت کا ذریعہ صرف توریت ہی سمجھی جاتی تھی۔ مقابلہ کرنے کے واسطے توریت کی حکایت متعلقہ طوفان ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ گو یہ حکایت باب گنس کی چھٹی فصل سے نویں تک ہے۔ مگر میں صرف اُسکا مختصر مطلب تحریر کرتا ہوں۔

جب کہ دنیا کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ اور سوا ئے خاندان نوح کے سب لوگوں کی بدکاری پایۂ کمال کو پہونچی۔ انسانی معصیت سے ناراض ہو کر خدا نے دنیا کو طوفان سے تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور نوح کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا۔ جسکا طول تین سو کعب عرض پچاس اور اونچائی تیس ہو۔ نوح حسب فرمان خدا اس کشتی میں مع اپنے گھرانے اور ہر قسم کے جانوروں کے جوڑوں کے داخل ہوا۔ ماہ دوم کے سترہ تاریخ یعنے سات کے بعد طوفان شروع ہوا۔ نوح اُسوقت چھ سو سال کا تھا۔ ایک سو پچاس روز کے بعد یعنے ساتویں مہینے کی سترہ ویں تاریخ کو کشتی کوہ اراراٹ پر پہونچی۔ چالیس دن کے بعد نوح نے کھڑکی کھولکر ایک کوے کو روانہ کیا۔ مگر وہ واپس نہ آیا۔ پھر اُسنے ایک فاختہ کو روانہ کیا۔ مگر یہ جانور کہیں جائے

رہایش نہ پانے کی وجہ سے واپس آیا۔ سات دن کے بعد اُس نے فاختہ کو پھر دیگر روانہ کیا۔ اور وہ زیتون کا ایک پتہ لیکر واپس آئی۔ سات دن کے بعد اُس نے فاختہ کو پھر روانہ کیا۔ مگر اس دفعہ یہ جانور واپس نہ آیا۔ طوفان اب ختم ہو چکا تھا۔ نوح اب چھ سو اور ایک سال کی عمر کا تھا۔ طوفان پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو ختم ہو گیا۔ مگر نوح دوسرے مہینے کی دوسری تاریخ کو کشتی سے نکلا۔

بیروسس خالدین کا پروہت تھا۔ جسنے تین سو سال قبل مسیح بابلون کی تاریخ قدیم کا ترجمہ یونانی زبان میں کیا۔ چونکہ وہ اپنے ملک کی قدیمی تاریخ سے بخوبی واقف ہوگا۔ اس لیئے اس کے واقعات کو کتبوں سے زیادہ مشابہت ہے۔ مگر اس صدی تک اس بیچارے مصنف کی کتاب کو پڑھنے کا کوئی نام بھی نہیں لیتا تھا۔ کیونکہ یونانی مورخین نے اُس کی بہت کم مخالفت کی تھی اور یورپ چونکہ یونانی مصنفوں کا پیرو تھا۔ اس لیئے بیروسس کی تاریخ بالکل نظر انداز کی گئی تھی۔ مگر درحقیقت سوائے اس کے تاریخ اور توریت کے اور کوئی کتاب قدیمی حالات کے بارے میں معتبر نہیں۔

گو توریت میں نوح کا حال درج ہے۔ مگر اس امر کا ذکر نہیں کہ وہ کہاں کا رہنے والا تھا۔ اور کس جگہ اُس نے کشتی تیار کی۔ مگر موجودہ کتبوں سے بہت سے معمے معلوم ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب ہم دو خلیج فارس کے کنارے دریائے فرات کے دھانہ پر مقام سری پک پر پہنچا ہے۔ تو حسیادرہ یعنی نوح نے اُسے کہا ہے کہ وہ اس مقام پر حکمران تھا۔ اور یہاں سے ہی اُس نے کشتی بنائی تھی۔ اور طرفہ تر ایک اور کتبہ میں مقام سری پک کو شہر جہاز لکھا ہے۔ اور طوفان کے فرضی خدا حیا کی یہاں دیر تک پرستش ہوتی رہی۔ یہودیوں کا لفظ نوح غالباً حیا کا بگاڑ ہے۔ کیونکہ اس قصہ کو دیر ہو چکی تھی۔ اور غلطی سے یہودیوں نے خدا کے نام کو اُس آدمی کا نام سمجھا جو طوفان سے بچ نکلا تھا۔ حامورابی شاہ بابل نے جب ۲۰ سو قبل مسیح مقام سری پک کو فتح کیا ہے تو کتبوں میں اُسے شہر کشتی نوح

لکھا ہے۔ بیروسس لکھتا ہے۔ کہ اسی شہر میں قبل از طوفان اردتیس
رہتا تھا۔ جسے توریت میں صحیح لکھا ہے۔ اور بعد ازآن اوحاسیس یا حیساوڈ
جسے یہودی نوح کہتے ہیں وہاں سکن گزین رہا ہے۔

توریت میں لکھا ہے کہ نوح بمعہ اپنے تین بیٹوں شام۔ حام۔ جعفر اور انکی
بیویوں کے طوفان سے بچا ہے۔ مگر کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیساودہ اپنی
ہمراہ کشتی میں اپنی بیویوں۔ نوکروں۔ اور لوگوں کے بیٹوں اور ملاحوں کو لیکر
بچا ہے۔ اور بیروسس بھی اس امر پر متفق ہے کہ بہت سے لوگ جہاز کے ذریعہ
سے بچ گئے تھے۔ ملک بابل کے رہنے والے بھی خلیج فارس کو ہمیشہ مقدس خیال
کرتے تھے۔ اور ان کی حکایات میں لکھا ہے۔ کہ اس زمانہ میں عجیب طرح کے
باشندے اس پانی میں رہتے تھے۔ جن کا آدھا جسم مچھلی اور آدھا انسان کا
تھا۔ اور وہ بابل کے جاہل لوگوں کو زمانہ قدیم کی تہذیب اور علم سکھاتی تھے۔ ان بیانات
سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ موجودہ چند مذہبوں کے بعض عقاید کس قدر
پرانے ہیں۔ گویا کہ وہ طوفان نوح کے وقت سے ہیں۔ اور مزید برآں مذہب
کا خیال بھی بنی نوع انسان کو قدیم سے ہے۔

جب مزدوک کا عزیز دوست حیابانی مر گیا۔ تو لوگوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ
حیابانی زمین پر رہ نہیں سکتا۔ اور مختلف خداؤں کے سامنے درخواستیں
کی جاتی ہیں۔ کہ اسے آسمان کو بلالیں۔ حتیٰ کہ حکم الٰہی سے حیابانی کی روح کو
اجازت مل جاتی ہے۔ اور حیابانی کی روح زمین پر تقریرین کرتی ہے۔ اور لوگوں
کو اس امر سے واقف کرتی ہے کہ جسم انسانی دو ہیں۔

کتبوں میں ایک اور دلچسپ حکایت یہ ہے کہ ایک عورت مسماۃ اشتر
ایک جادوگر کی بیٹی مزدوک پر عاشق ہو جاتی ہے۔ اور اس سے شادی کرنے کی
درخواست کرتی ہے۔ اور مزدوک کے انکار پر وہ بڑی رنجیدہ ہوتی ہے۔ اور مزدوک
کے ذلیل کرنے کے لئے اپنے باپ سے مدد مانگتی ہے۔ جادوگر اسے مزدوک کی

فوج تباہ کرنے کے لئے ایک پردار بیل حوالہ کرتا ہے۔ مگر حیابانی اس بیل کو مار ڈالتا ہے۔ اور اشتیر کو ناکامی ہوتی ہے۔ زمانہ مابعد میں خالدین غالباً اس عورت کو بھی خدا ماننے لگے تھے۔

مندرجہ ذیل ترجمے جو پرانے کتبوں سے لیا گیا ہے۔ آپ اس قوم کے خیالات متعلق دوزخ کا اندازہ لگا سکتے ہیں:۔

کتبہ کا ترجمہ

ہیرس یعنے میرے علم کی زمین کی طرف اشتیر بنت سین کے کان مائل ہوے۔ دختر سین نے اپنے کانوں کو خانہ رفتگان یعنے ملک خدا سے ارکالا کی طرف مائل کیا۔ اُس گھر کو جہاں سے باہر جانے کا راستہ نہیں۔ وہ سڑک جس کے گذشتہ نشان مٹتے جاتے ہیں۔ وہ مقام جہاں کے باشندے روشنی کے لئے للچاتے ہیں۔ وہ جگہ جہاں کی غذا مٹی اور کیچڑ ہے۔ وہاں کی روشنی کبھی کسی نے نہیں دیکھی۔ سب تاریکی میں رہتے ہیں (غیر ضروری) اس کے دروازہ اور قفل پر مٹی پڑی ہوئی ہے۔ یہ اندھیرا مقام جہاں کے باشندے بھوک کے باعث میل کچیل نگلتے ہیں۔ وہاں سات دروازوں پر روشنی کے محافظ ہیں۔ اور اب اجل اُس کے چاروں طرف موجزن ہے۔ یہ کمزور اور مفتوح شدہ لوگوں کا گھر ہے۔ یعنی عورتیں جو اپنے خاوندوں سے گمراہ ہوتی ہیں اور مرد جو اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور سرکش لڑکے۔

بادشاہان خالدین

بیروسس کی تاریخ کے بموجب خالدین کا شاہی خاندان ۲۲۵۰ (دو ہزار دو سو پچاس) قبل مسیح تک حکمران رہا ہے۔ مختلف مورخین سے جو کچھ حالات ملتے ہیں۔ وہ غیر مکمل ہیں۔ بیروسس لکھتا ہے۔ کہ طوفان کے بعد ملک خالدیا میں یکے بعد دیگرے چھ خاندانوں کے بادشاہ حکومت کرتے رہے ہیں۔ پہلے

خاندان کو جس میں ۸۶ بادشاہ تھے (۳۶۰۰۰) چھتیس ہزار اور اسی سال حکومت دیتا ہے۔ مگر چونکہ یہ بعید از قیاس ہے۔ اسلئے مورخین قدیم سے شمار و تعداد میں قابل اطمینان مدد ملنی ناممکن ہے۔ ہاں کتبوں کے ذریعہ سے بہت سی تاریخیں مل ہیں جنہیں مترتب کرنے سے ہم تاریخ کی بنا کسی قدر صحت پر دھر سکتے ہیں۔

طوفان نوح سے پہلے کے بادشاہ

ایلورس (اری اور) الاپاروس - المیلون - المینون - ایمیگا لاروس - ایدواخوس - ایمپین - اونیارٹس (ابار اتوتا) حسیا درہ (جیسے نوح جسکے وقت میں طوفان ہوا)

طوفان نوح سے بعد کے بادشاہ

(۱) الی (۲) اوکاسات (۳) بیل اگوفونا (۴) ابل کو

جس وقت سے تاریخ شروع ہوتی ہے

ریلوس) نمرود - نمرود کی اولاد کے حالات مجمل نہیں ہیں۔

شاہان بابلون (بابل)

بادشاہ اول سوکوتا (۲) امہ سرتیو (۳) آگورامی (۴) آبی (۵) تاسی گرو بار (۶) اگوکاک رمی (جسنے بیل کے مندر کو بحال کیا) (۷) ممو (۸) نابو (جسنے مقام سپارہ پر دو مندر بنائے) (۹) آبل (۱۰) سین۔

---

* ناظرین اس بات کا خیال رکھیں کہ کہ ملک خالدیہ میں ہمیشہ ایک قوم یا خاندان کے بادشاہ بحال نہیں رہے۔ کبھی ایک ریاست کا بادشاہ غالب ہوا۔ اور اسکا خاندان حکمران ہوا اور کبھی دوسری ریاست کا۔

شاہان اُور (جسے عرب مغیر کہتے ہیں)

(۱) ارخ (بہت سے مندر بنائے (۲) ڈنگی (۳) گنگوتا (خلف اسمی داگان شاہ کاراک) (۴) سوآگو (۵) آمرآگو (شہرابوشہرین کو بنایا تھا) (۶) آبل آگو ۔

شاہان کاراک

(۱) اگاگل منپ (نیپور میں ایک مندر بنایا) (۲) اسبی باپا (۳) لست آنونینا ۔ (۴) اسمی داگان (مقام اُور پر ایک مندر بنایا) (۵) ابو

شاہان ارخ جنہیں آجکل وارکا کہتے ہیں

(۱) بیلات سونات (ملکہ) (۲) سین گالت (انا کے مندر کو مرمت کیا)

شاہان لارسہ جنہیں سوکریہ بھی کہتے ہیں

(۱) نور ڈول (۲) گاسبین (۳) سین اِدینا (۴) ام آگو (خلف کدارمابوک)

شاہان اکاد

(۱) الے (۲) آبات نیم (۳) سارگون (جسنے ۵۴ سال حکومت کی) (۴) نارام سین (سارگون کا بیٹا) (۵) الات گولد (عورت)

شاہان الامیت

(۱) کدورنون ہندی ۲۲۰۰ قبل مسیح (۲) حنذورنومر (۳) سمتی سلماک (۴) کدورمابوک (اس بادشاہ نے آسیر یا فتح کیا)

شاہان ہموقت الامیت

(۱) کاالدین (کدورنون ہندی کے وقت میں) امرافیل (شاہ شینار) اری ارخ

(شاہ الاعمر) تدال (شاہ گویم)

شاہان بابلون

(۱) ہاموں رابی (کدہ ورباوک اور اس کے بیٹے کو فتح کیا) (۲) سامواتبنا (بابل کے مندر کو از سر نو تعمیر کیا) (۳) آمی دکاگا (۴) کوری گازو (۵) سماس سیہو (۶) اولدم بوری ایس (۷) نازی مروداس (۸) لی سیہو (۹) برنا پوری یاس (۱۰) کارا پیل (۱۶۰۰ قبل مسیح) (۱۱) ساکا سیا لتاس (سپارا کے مندر کو از سر نو تعمیر کیا) (۱۲) ناری سیہو (۱۳) کاری اندرس (۱۴۵۰ قبل مسیح) اس بادشاہ نے اسیریا کے ساتھ معاہدہ کیا (۱۴) برنا پریاس (۱۴۳۰ قبل مسیح شاہ آسریا کی بیٹی سے شادی کی) (۱۵) کارا ہاروس (۱۴۱۰ قبل مسیح قتل ہوا) (۱۶) نازی بوگاس (۱۴۰۰ قبل مسیح (۱۷) کوری گازو (خلف برنا بیاس ۱۴۳۰ قبل مسیح) (۱۸) لی سیہو (۱۳۰۰ قبل مسیح) (۱۹) میرو داخ بالادان (۱۳۲۵ قبل مسیح) (۲۰) نازی مرودااش (۱۳۰۰ قبل مسیح)

خاندان اسیریا

(۱) ترگلتی ننپ (۱۲۷۰ قبل مسیح بابلون کو فتح کیا) (۲) ودول (۱۳۲۰ قبل مسیح) (۳) زمامہ زاکرین (۱۲۰۰ قبل مسیح)

بار دیگر خاندان خالدی کے بادشاہ

(انہیں دو خاندانوں کا خلط تھا)

(۱) بنوچد نذر (۱۱۵۰ قبل مسیح تقریباً) (۲) کارا بریاس (۱۱۲۰ قبل مسیح تقریباً) (۳) اروک نادین رہی (۱۱۰۰ قبل مسیح تقریباً) (۴) ماروک ساپک زرات (۱۰۹۰ قبل مسیح) (۵) سارگوا (۱۰۰۰ قبل مسیح) (۶) سیماس سیہو (۱۷ سال حکومت کی)

(۷) حیاموکن زیری (تین مہینے حکومت کی) (۸) کالوناوین آہو (۶ سال حکومت کی) (۹) اسارسرکی اوبنا (۱۵ سال حکومت) (۱۰) بنوچدنذر (دو سال حکومت کی) (۱۱) سوکومنا (تین مہینے کی حکومت کی) (۱۲) بعد ازاں ایک ایلامیت ان کا بادشاہ چھ سال تک حکمران رہا (۱۳) وُل پال اوبنا (دیوارنینوا بنائی) (۱۴) بنوذاکراسکون (اسریا سے لڑتا رہا) (۱۵) اربی ماروک (۱۶) سیرُوداخ بالاوان (۱۷) وُل وکرآزور (۱۸) سیبر (جنوبی اسیریا پر حملہ آور ہوا) (۱۹) نابوبال اوبنا (۸۰ سے ۵۰۰ قبل مسیح تک) (۲۰) ماروک ذاکرازکور (۳۵۰ قبل مسیح) (۲۱) ماروک بالاسواکبو (۳۰۰ قبل مسیح) (۲۲) نابو ناور (۷۴۷ قبل مسیح) (۲۳) نابوُاساب سی (۷۳۴ قبل مسیح) (۲۴) کین زیرو (۷۳۲ قبل مسیح) (۲۵) اُولُویاس (۷۲۷ قبل مسیح) (۲۶) سیرُوداخ بالاوان یا ماروو کمپاد (۷۲۲ قبل مسیح) (۲۷) سارگون (۷۱۰ قبل مسیح) (۲۸) ناگیا (۷۰۵ قبل مسیح) (۲۹) سیرُوداخ بالاوان (۷۰۵ قبل مسیح بحال کیا گیا) (۳۰) بل انی (۷۰۳ قبل مسیح) (۳۱) اسورنادین شم (۷۰۰ قبل مسیح) (۳۲) ارگی بوس (۶۹۴ قبل مسیح) (۳۳) سوزب (۶۹۳ قبل مسیح)۔

۶۸۹ قبل مسیح بابلون (بابل) تباہ کیا گیا

(۳۴) اسارہادون (۶۸۱ قبل مسیح بابلون کو بحال کرتا ہے) (۳۵) سادل موگنا (۶۶۸ قبل مسیح) (۳۶) اسوربانی پال (۶۴۸ قبل مسیح) (۳۷) بل داکراسکون (۶۲۶ قبل مسیح) (۳۸) نابوپل ازور (۶۲۶ قبل مسیح) (۳۹) نابوکدورازور (۶۰۵ قبل مسیح) (۴۰) آمل ماروک (۵۶۲ قبل مسیح) (۴۱) نرگال سرازور (۵۶۰ قبل مسیح) (۴۲) البارسرکی اوبنا (۵۵۶ قبل مسیح) (۴۳) نابونابد (۵۵۶ قبل مسیح) (۴۴) ابل سارازور (۵۳۹ قبل مسیح سائرس بادشاہ فارس بابلون کو فتح کرتا ہے)

چند ضروری باتیں

خالدین بادشاہوں میں سے نمرود سب سے زیادہ مشہور ہے۔ آجتک اُس ملک کے باشندے جب کسی لڑائی کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اُسے نمرود۔ سلیمان یا سکندر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مصنفین عرب میں بھی نمرود کا چرچا بہت ہے حتیٰ کہ عربی علم نجوم میں اس کا نام الجبار ہے۔ کیونکہ عربی کا لفظ جبار عبرانی سے لیا گیا ہے۔ اور توریت میں جبار نمرود کا خطاب ہے۔ نمرود کے فتحیاب ہونے کے بعد قوم سمیت نے شمالی حصوں کی طرف جلاوطن ہونا شروع کیا۔ اور میسوپوٹیمیا کے بالائی حصہ میں نصف دریائے فرات کے قریب بستان بسانے لگے۔ قوم فونشین نے خلیج فارس کے گرد و نواح کو چھوڑ کر ملک کنعان کے ارد گرد رہائش شروع کی۔ جہاں وہ روز بروز ترقی پذیر ہونے لگے۔ خاندان ارا اور کئی ارمنی گھرانوں نے ان کی متابعت گوارا نہ کی۔ اور منبع دریائے فرات کی راہ لی۔ غرضکہ قوم نمرود کو رہائش کے لئے کافی جگہ مل گئی۔ اور ان کی آبادی کے بعد جب لڑائی جھگڑے ختم ہوئے۔ تو تہذیب رونق افروز ہونے لگی۔ نمرود کی اولاد کا گو ہمیں ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں مگر اُس کے بعد امن پسند بادشاہوں نے بہت اچھے اچھے مقامات کو تعمیر کیا۔ چنانچہ ایک بادشاہ مسمی یہ ارامح نے ملک کو خوب سنوارا۔ اُس زمانہ میں پختہ اینٹیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ مگر اس بادشاہ کے وقت اینٹوں کو سورج کی تپش میں پکانے لگے۔ چند وسیع اور خوشنما اُس زمانہ کی یادگاریں ہیں۔ گو خالدین کی عمارات مصر سے لگا نہیں کھا سکتیں۔ مگر اُس زمانہ میں سوائے مصر کے اور کوئی ملک اُن کا ہمپایہ نہ تھا۔ اس بادشاہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ مصر کے بادشاہوں کی طرح ظالم تھا کہ لوگوں کو بیگار پکڑ کر مزدوری کراتا تھا اور یا اُس نے لڑائیوں میں فتوحات حاصل کر کے قیدیوں کو کام پر لگایا ہوگا۔ زمانہ قدیم میں لوگ بجائے لکھنے کے

تصاویر بناتے تھے۔ اور صرف چند اسمار کو لکھ سکتے تھے۔ مگر اسی بادشاہ کے وقت میں تصویریں بنانا ترک کیا گیا۔ اور علامات استعمال کرنے لگے۔ اس زمانہ کے لکھے ہوئے بہت سے کتبے کھنڈروں میں پائے گئے ہیں۔ ارخ کے زمانہ میں علم نجوم بھی عام تھا۔ ارسطو کا نجوم میں قدیمی خالدین کا شاگرد ہونے پر فاخر ہونا کم سے کم اتنا تو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ارسطو کے وقت سے کوئی دو ہزار سال پہلے خالدین کو اس علم میں خاص لیاقت ہوگی۔ لباس اور اسباب (یعنے برتن وغیرہ) میں اُن کی دستکاری قابل تعریف ہے۔

بابل کو مرودک نے عظیم الشان شہر بنا کر مرا تھا۔ مگر اس زمانہ میں اشہار ارخ لارسہ اور نیپور کی شہرت سب سے زیادہ تھی۔ ایشیا میں سب سے پرانا شہر سوزا ہے۔ جو ایک زمانہ قدیم میں قوم الامیت کا پایہ تخت تھا۔ اس ملک کے ایک بادشاہ مسمی بہ کدور ناخنتا نے ۲۲۸۶ قبل مسیح ملک خالدی پر حملہ کیا اور مندروں اور شہروں کو لوٹ کر واپس چلا گیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس بادشاہ کا نام مشہور و معروف زرتشت (یعنی زردشت بانی مذہب فارسی) کا ہم معنی ہے۔ زردشت کے معنی (زور = تخم۔ اشتر = ایک خدا) آلیشتر کا تخم ہیں۔ اور بادشاہ مذکورہ کے نام کے بھی معنی ہیں۔ بیروسس اس امر پر مصر ہے کہ یہ بادشاہ خاندان میدین سے تھا۔ جن کا ذکر آئندہ آوے گا۔ اور چونکہ قوم میدآریہ نسل سے تھی۔ اس لئے یورپین مورخین کا یہ مقولہ کہ آریاؤں نے دو ہزار قبل مسیح کے قریب صفحہ ہستی پر قدم دھرا ہے۔ غلط ہے۔ آریہ کوئی تازہ نسل نہیں ہیں۔ طوفان نوح کے بعد وہ دیگر اقوام کے ماتحت یا گمنام طریق پر رہے ہیں۔ جب شمار و تعداد میں وہ بڑھ گئے۔ تو انہوں نے غلبہ پکڑنا شروع کیا۔ اگر بالفرض شہر سوزا کا بادشاہ کدورناخنتا قوم میدسے نہیں۔ تو قوم ساسان میں سے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم نے ارخ اور اگی کو فتح کرنے کے بعد ملک بابلون پر بھی تسلط جمایا تھا

اس قوم کے صرف پانچ بادشاہوں کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ ان میں کدودلاگامر
جسے توریت میں حذ ودلومر کہا ہے۔ ایلام میں حکمران تھا۔ اس بادشاہ
نے فوج کثیر جمع کرکے اپنے ملک کو مصر تک وسیع کر دیا تھا۔ اور دریائے فرات
کے منبع کی طرف بڑھ کر اپنی باجگزار ریاستوں کی مدد سے ارض فلسطین تک
جا پہنچا۔ وہاں کے بہت سے شہزادوں نے مل کر اس سے وادی سدم میں
جنگ کی مگر شکست پائی۔ حذ ودلامر نے مفتوحہ شہروں کو لوٹنا شروع کیا۔ اور
ابراہیمؑ کے بھتیجے لوطؑ کو مقید کر لیا۔ حذ ودلامر لوٹ مار کرتا ہوا دمشق تک
جا پہنچا تھا۔ کہ یکایک ابراہیمؑ نے حملہ آور ہو کر شکست دی۔ گو اس لڑائی میں
جانیں بہت تلف ہوئیں۔ مگر بادشاہ میسوپوٹیمیا کو نصیحت مل گئی۔ کہ آیندہ دریائے
فرات سے آگے قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔ بعض مورخین اس بادشاہ کو
منصور کا خطاب دیتے ہیں۔ کیونکہ اس قدیم زمانہ میں بادوسین تک فتح کرتے چلے
جانا بڑی بہادری کا کام تھا۔ اس خاندان کے بادشاہوں میں سے کدورناخنتا
اور حذ ودلامر مشہور ترین ہیں۔ کیونکہ ان کے وقت میں ملک نو آبادم کوہستان
سے لے کر بحیرہ روم تک وسعت ہو گئی۔

مختلف خاندانوں کے بادشاہ جنہوں نے اسیرین قوم کے غلبہ سے پہلے
یکے بعد دیگرے ملک خالدی میں حکمرانی کی ہے حسب و نسب میں خلط ملط ہو کر
آپس میں مشابہ ہو گئے تھے۔ چلدین۔ ساسانی اور عربی گو تین مختلف نسل ہیں۔
مگر میل جول سے یکساں ہو گئے تھے۔ مگر جونہیں تعلاتی نین بادشاہ اسیریا نے
تیرہ سو قبل مسیح اس ملک کو فتح کر لیا تو یکایک طرح طرح کے تغیرات واقع ہونے
لگے۔ چونکہ بادشاہ اسیریا قوم سمیت سے تھا۔ اسلئے مفتوح ملک کو چار و ناچار فاتح
قوم کی زبان اور رسوم و عادات اختیار کرنی پڑیں۔ قودانی وضع کے نام بادشاہوں
میں اس وقت سے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ہر طرح سے قوم سمیت کی پیروی ہونے
لگی۔ تورانی زمنگول زبان صرف اعلے تعلیم یافتہ لوگوں کے واسطے مختص ہو گئی

چھ صدیوں تک ایک جابر قوم کے زیر اطاعت رہ کر قوم خالدین نے آزادی کے واسطے لڑنا شروع کیا۔ اور ۶۲۵ قبل مسیح پھر اپنی سلطنت قایم کی۔ جس کا آیندہ ذکر کیا جاوے گا۔ ایشیائی لوگ انہیں غلطی سے پٹھان اور یورپین پارتھین کہتے ہیں۔ گو وہ قوم اب خالص طور پر باقی نہیں۔ مگر اُس کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

عہد حکومت رومن میں شاعروں اور مورخوں کو خالدین کا پیرو کہلانا باعث فخر نظر آتا تھا۔ حقیقت میں خالدین کے علم نجوم و تنجیم زمانہ قدیم کے ہر ایک مہذب قوم کی آنکھوں میں بے بہا تھے ٭

باب دوم

قوم اسیرین کا عہد حکومت

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت رفت منزل بہ دیگرے پرداخت

مشعل تہذیب جسے خالدین نے روشن کیا تھا۔ آس پاس کی قوموں کو بھی منور کرتی رہی۔ اور آسرین تو اُن کے سب سے قریبی ہمسایہ تھے۔ کچھ عرصہ تک میدان ترقی میں خالدین سے پہلو بہ پہلو چلکر گوے سبقت لے گئے۔ اور جب خالدین کے عین زوال کے وقت قوم اسرین نے تیغ مخالفت ہاتھ میں لی تو ناچار انہیں سر تسلیم خم کرنا پڑا ؎

کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اسرین کا ملک وسعت میں خالدی سے بڑا تھا۔ دریاے دجلہ اور خابر کا مقام درمیانی ملک اور چند اور مقامات ملک اسریا میں شامل تھے۔ جو بہ ہیئت مجموعی طول میں ۳۵۰ میل اور عرض کوئی ۲۵۰ میل ہوگا۔ گو ملک اسریا کی زمین ہموار تھی۔ مگر زراعت وہاں بہ مشکل ہو سکتی تھی۔ کیونکہ دریاؤں کا پانی سطح زمین سے نیچے تھا۔ اور سواے امداد عقل و فراست آبپاشی وہاں ممکن نہ تھی چھوٹی چھوٹی ندیاں جو کوہستان نیپار سے آتی تھیں۔ اُن کا پانی تھوڑے سے فاصلہ تک چلکر زمین میں جذب ہوجاتا تھا۔ زمین کی نمکینی کے باعث قدرتی

سبزی بھی وہاں بہت تھوڑی تھی۔ آتش فشاں پہاڑ بھی وہاں موجود تھے جن کے نشانات دریائے خابور کی دو شاخوں کے میلان کے قریب اب پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک جو کوہ وسوودی اس کے مشابہ ہے تین سو فیٹ بلند ہے۔ یہ بات تعجب خیز ہے۔ کہ ملک اسریا میں ملک خالدی کی طرح چار مشہور شہر پائے جاتے ہیں۔ توریت میں لکھا ہے کہ آشور سے۔ اسمار۔ نینوا۔ ریہو۔ بوتست یا کالہ اور ریسن کو تعمیر کیا تھا۔ عروج کے وقت بھی اس ملک کے چار ہی دارالخلافے نظر آتے ہیں۔ نینوا۔ آشور۔ اور کالہ۔ ماتیت سارگنیا۔ علاوہ ان شہروں کے ملک اسریا میں بہت سے اور کھنڈرات جابجا پائے جاتے ہیں۔ کھدائی سے یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ کھنڈرات جو شہر موصل کے پاس ہیں۔ شہر نینوا کے ہیں۔ لفظ نینوا بہت سی اینٹوں پر مرقوم ہے۔ خدا کی قدرت ملک خالدی اور اسریا جنہوں نے زمانہ قدیم میں اسقدر ترقیاں کی ہیں۔ ہر طرح سے آپس میں مشابہ ہیں۔ دونو ملک بیرونی علاقوں سے غیر محفوظ تھے۔ گو آجکل اسریا میں بہت برفباری ہوتی ہے۔ مگر اس زمانہ میں وہاں کی آب و ہوا خالدی کی طرح تھی۔ ہاں پیداوار میں بہت سا فرق تھا۔ اسریا کی کھجور خالدی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ تھی۔ اور زیتون تو وہاں بالکل پیدا ہی نہ ہوتا تھا۔ درختوں کی بجائے وہاں صرف جھاڑیاں تھیں۔ مورخین قدیم جو اسریا کی سرسبزی کا ذکر کرتے ہیں وہ حقیقت میں اس ملک کے صرف ایک حصہ سے منسوب ہوسکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہاں غلہ اور ریشم بکثرت پیدا ہوتا تھا۔ میوے بھی کئی قسم کے تھے۔ خصوصاً معدنیات میں اسریا اپنے ہمسایہ ملک سے زیادہ امیر تھا۔ تانبا اور سیسہ وہاں بہت تھا۔ سنگ مرمر اور چند اور قیمتی پتھر بھی وہاں پائے جاتے تھے شہر نینوا اور دیاربکر کے قریب عمدہ عمدہ کانیں تھیں۔ ملک اسریا میں بہت سے درندوں کے علاوہ جنگلی گدھا بھی پایا جاتا تھا۔ گھوڑے صرف سواری اور اونٹ لادنے کے کام آتے تھے۔ کبھی کبھی میدان جنگ میں بھی اونٹ پر

سوار ہوا کرتے تھے ۔

اسیرین کون تھے

مورخین قدیم اس قوم کے حسب ونسب کی نسبت طرح طرح کی رائے دیتے ہیں ۔ مگر کسی قوم کی اصل پر بحث کرنے کے لئے اُس کی زبان کا جاننا ضروری ہے ۔ اور چونکہ اس قوم کی زبان کسی کو معلوم نہ تھی ۔ اسلئے کسی خاص بیان کا تعین کرنا مشکل تھا ۔ آج کل کتبوں کے ذریعہ سے یہ عقدہ کھُل گیا ہے ۔ پرانے زمانہ کی اینٹوں پر طرح طرح کی عبارات تحریر کی ہوی ہیں ۔ جن سے ہم اس قوم کی زبان سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں ۔ توریت کے شجرہ نسب کے بموجب ارم قوم ارمن یا اسرین ۔ ایبر قوم عبرانی یا بنی اسرائیل اور یوکتن قوم عرب کے بانی تھے ۔ اور یہ سب ایک ہی نسل سے تھے ۔ زبان خط وخال اور عادات سے نتیجہ نکالنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اسرین قوم سمیت میں سے تھے ۔ کردستان کے موجودہ باشندے اسریا کی گرد ونواح کی اقوام کی اولاد میں سے ہیں ۔ اور اُن کی زبان سمیت وضع کی ہے ۔ پس اسرین ۔ سرین ۔ بابلوتی ۔ فینشن ۔ اسرائیل اور عرب ایک ہی نسل سے ہیں ۔ اُس زمانہ کی تصاویر بھی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اسرین نسل سمیت سے تھے ۔ سیدھے مگر قدرے تنگ پیشانی ۔ موتی اور بادامی وضع کی آنکھ خوبصورت اور کنڈی ناک ۔ استقلال مزاج ظاہر کرنے والے ہونٹ ۔ خوبصورت ٹھوڑی ۔ کثیر بال ۔ ڈاڑھی لمبی اور سیاہ غرضکہ اُن کے تمام خط وخال موجودہ یہودیوں سے مشابہ ہیں ۔ عرب بھی گو انہیں کی مانند ہیں ۔ مگر خوبصورتی میں زیادہ ہیں ۔ طاقت اور بہادری میں قوم اسرین موجودہ یہودیوں کے برعکس تھی ۔ اُن کی اولاد میں سے صرف کُرد اُن کی بعض خاصیتوں کا دعوے کرسکتے تھے ۔ اسرین عقیدت میں بھی پکے تھے ۔ اُن کے بادشاہوں کے سارے ہمیشہ عقیدت کے طریقوں سے شروع ہوتے تھے ۔ بادشاہ کو بھی اگر کوئی فتح حاصل ہوتی تھی

تو اسی خدا ہی کی عنایت پر شہر چلایا جاتا تھا۔ اچھی سی اچھی اشیاء بتوں کی نذر کی جاتی تھیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ صنعت گری مندروں کی تعمیر میں ظاہر کی جاتی تھی بادشاہوں کے محل بھی مذہبی تھا و بیتے پرت۔ جس ملک کو فتح کرتے تھے۔ وہاں کے باشندوں کو آشور کی پرستش کی ترغیب دیتے تھے۔ کتبوں کے موجب آشور قوم اسرین کا بانی ہے۔ چنانچہ لفظ اسرین بھی اشور ہی سے لیا گیا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ آشور حد انسانی سے گذر کر خداؤں کے فرقہ میں شامل ہو گیا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ اسرین کو اشور کا اصلی حال تو بھول گیا۔ اُسے صرف ایک خدا تصور کرنے لگے۔ توریت میں لکھا ہے کہ اسرین بڑے خونخوار تھے۔ مگر حقیقت میں یہ الزام اُن کی متواتر لڑائیوں اور بے انتہا بہادری کا نتیجہ ہے۔ بڑے سے بڑے جانور کو چھیڑ کر اُس سے بڑے حملے لڑے جاتے تھے۔ برخلاف اور قوموں کے جو حیوان درندوں کو دیکھ کر کانپ اُٹھتے تھے اسرین شیر ببر تک کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اور خود اُن کی تلاش میں روانہ ہوتے تھے۔ اس قوم کی جفاکاری میں بھی کچھ شک نہیں۔ شہر نینوا نیا بلکہ وزرا انظلم تھا۔ گو فاتح قوموں سے بہت تھوڑے نظر آتے ہیں جنہوں نے مفتوحوں پر رحم کھایا ہو مگر اسرین خصوصاً جہاں لڑنے جاتے تھے۔ ملک کو تباہ و ویران اور باشندوں کو ترساں و ہراساں کر کے آتے تھے۔ گو اسرین میدان جنگ میں خونخوار و ظالم تھے مگر مفتوحوں کا کہا سنتے تھے۔ اور قید کرنے کو قتل کرنے پر ترجیح دیتے تھے۔ اور اکثر معاف بھی کر دیتے تھے۔ عورتوں پر خصوصاً زیادہ رحم اور شفقت ظاہر کرتے تھے۔ دغابازی اور کذب گو کمزوروں کا شیوہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض قوی و طاقت ور قوموں میں بھی یہ مہلک اور تباہ کنندہ شیوہ پایا جاتا ہے۔ اسرین باوجود طاقت اور بہادری کے اس عادت بد سے بری نہ تھے۔ اور یہی اُن کے زوال کا باعث ہوا تکبر بھی اس قوم میں عام تھا۔ سوائے اپنے باقی سب کو ناچیز سمجھتے تھے۔ اور غیر قوموں کو صرف نقال پن اور اوزار بنانے کے قابل سمجھتے تھے۔ اور اپنی عمارات میں دوسری قوموں سے مدد لیتے تھے۔ یونانی مورخین کے

بموجب اسیرین میں سب سے بڑا عیب عیش و شہوت پرستی تھی۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ابتدا ہی سے اس قوم میں ساری برائیاں موجود تھیں یونان کو ان کے واقعات اخیری کی خبر ملی ہے۔ اور اس میں تو ہم کوئی شک نہیں کر سکتے کہ زوال کے وقت وہ سب عیبوں میں کامل ہو گئے ہوں گے۔ یونس ؑ شہر نینوا کے ظلم و جفاکاری کی شکایت کرتے تھے۔ سفحان ؑ اسی ملک کی تباہی کو جھوٹ۔ دغابازی اور لوٹ مار پر مبنی کرتے تھے۔

دماغی طاقتوں میں اسیرین ایشیا کی سب قدیمی اقوام سے بہتر گنے جاتے ہیں گو انہوں نے تہذیب کا بہت سا حصہ خالدین سے سیکھا تھا۔ مگر انکی زباندانی ہنر اور طرز حکومت اعلیٰ درجہ کی لیاقت ظاہر کرتے تھے۔ اگر منصف مزاجی ست قوم اسیرین اور مصر کا مقابلہ کیا جائے تو درست نتیجہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ ہیئت مجموعی اسیرین تہذیب میں مصر سے بڑھ کر تھے۔ مصر اُن کی زباندانی۔ طرز تحریر اور مذہب میں برابری نہیں کر سکتا۔ علم حرب میں بھی وہ لاثانی تھے۔ کیونکہ مصری ہمیشہ امن پرست اور بزدل رہے ہیں۔ ہاں علم تعمیر میں مصر اُن سے بدرجہا افضل ہے۔ اور حقیقت میں مصر کی عمارتوں سے رومن عمارات بھی لگا نہیں کھا سکتیں۔

شہر نینوا کے کھنڈرات

پہلے پہل جب قوم کے اُس حصہ میں جہاں اسیریا واقعہ تھا کھدائی کی گئی تو شہر نمرود کے کھنڈر ملے۔ مگر مورخین نے محلات عالی شان اور خوبصورت مکانات کو دیکھ کر سمجھا کہ شہر نینوا ہے۔ بعد ازاں شہر خورس آباد کے پاس اور کھنڈرات ملے اور بے سوچے سمجھے مصنفوں نے چند دلایل بنا کر اُسے شہر نینوا قرار دیا۔ خورس آباد۔ کوین جیک۔ نمرود اور کرملس کے کھنڈروں کی وسعت ۲۱۶ مربع میل ہے یونانی مورخین بھی لکھتے ہیں کہ یہاں پہلے ایک نہایت وسیع شہر آباد تھا مگر ان تمام شہروں

کی اینٹوں پر اُن کے علیحدہ علیحدہ نام پڑھے جاتے ہیں۔ پس انہیں شہر نینوا تصور کرنا غلطی ہے۔ یونس ع کہتے ہیں کہ وہ شہر نینوا کو گئے تھے۔ اور بیان کرتے ہیں کہ وہ شہر اتنا بڑا تھا کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے میں تین دن لگتے تھے اور وہاں کے باشندوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار شہر کے حدود سے ناواقف تھے۔ بہرصورت یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ شہر بہت وسیع تھا۔ اور جیسا کہ یونس ع کہتے ہیں۔ کہ ایک لاکھ بیس ہزار شہر کے حدود سے ناواقف تھے۔ اس سے یہ مراد ہوگی کہ شہر میں لڑکوں کی تعداد اسقدر تھی۔ پس تمام شہر کی آبادی چھ لاکھ کے قریب ہوگی۔ شہر موصل کے قریب کھدائی کرنے سے شہر نینوا کا پتہ مل گیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یونس ع نے شہر کی وسعت بیان کرنے میں کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ شہر نینوا کے کھنڈرات دو حصوں پر منقسم ہیں۔ ایک حصہ کا نام بنی یونس اور دوسرے کا نام کوین جیک ہے کوین جیک جو دوسرے حصے سے ۹۰۰ گز کے فاصلہ پر ہے قابل دید ہے۔ اس کی شکل جنوبی اور زمین ہموار ہے۔ اور رقبہ کوئی ایک سو ایکڑ کے قریب ہوگا۔ عمارت کی مٹی کا اندازہ لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا وزن بتیس کروڑ من سے کم نہ ہوگا اگر ایسی عمارت کے بنانے پر دس ہزار آدمی روزانہ کام کریں تو کہیں بارہ سال میں جاکر ختم ہو۔ اس مقام پر غریب صورت محلات اور مکانات کے نشان باقی ہیں۔ دوسرا حصہ بنی یونس رقبہ میں چالیس ایکڑ کے قریب ہے۔ اور وہاں زمین کی سطح بمقابلہ کوین جیک کے بلند ہے۔ خصوصاً مغربی جانب کو زمین دیوار شہر سے بھی بلند ہے حضرت یونس کا مزار اسی حصہ کے شمال مغرب میں ہے۔ اسکے پاس قوم ترکمان (کرد) کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ جو اس حصہ شہر نینوا کے قدیم سے الگ ہیں شرقی حصہ میں مسلمانوں کا ایک وسیع قبرستان ہے۔ حصہ بنی یونس کی مٹی وزن میں ایک کروڑ چالیس لاکھ من کے قریب ہوگی۔ بحساب اندازہ کم سے کم دس ہزار آدمی ایسی عمارت کو ۵ سال کے عرصہ میں ختم کر سکتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں شہر کی مغربی دیوار کو بلند کر کے اسپر محل بنائے گئے تھے۔ دریائے دجلہ قدیم زمانہ میں اس شہر کے بعض

متصل گذرتا تھا۔ مگر اب شہر کی دیوار سے کوئی ایک میل پرے ہٹ گیا ہے۔ اسی شہر کا گرد انشی میل کے قریب ہے۔ تمام ایشیا میں ایسا وسیع شہر کہیں نہیں۔ ڈایوڈورس یونانی مورخ لکھتا ہے کہ اس شہر کی دیوار ایک سو فیٹ بلند تھی۔ اور اس کی وسعت کی نسبت یہ کہنا کافی ہے کہ تین بہلیاں پہلو بہ پہلو فصول پہ چل سکتی تھیں۔ دیواروں کی چوڑائی آج کل ڈیڑھ سو فیٹ کے قریب ہے۔ جو چونے اور پلستر سے بنی ہوئی ہیں۔ گو فصیل کے اندر دھوپ میں پکائی ہوئی اینٹیں ہیں مگر اُن کی بیرونی طرف کو پتھروں سے آراستہ کیا ہوا ہے بعض بعض جگہ دیواروں پر بیلوں کی تصاویر ہیں۔ جن کے سر انسانوں کی طرح کے ہیں۔ خوبصورتی کے لیئے سنگ مرمر بھی بعض بعض جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ حفاظت کے لیئے فصیل کے گرد خندقیں کھودی ہوئی تھیں۔ جن کا پانی دریائے خرسو سے بذریعہ نہر کے لایا گیا تھا۔ اور ایک طرف دریائے دجلہ خندق کا کام دیتا تھا۔ شہر کا مغربی حصہ جو دریائے دجلہ کے متصل تھا۔ امیروں کا مسکن تھا۔

اسیریا کی زبان اور طرز تحریر

علمائے قدیم میں زبان اسیریا کی نسبت کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ توریت کے تعلیمات بنسبت قوم اسیرین کے بانی اشور کو ادم اور ابیر سے منسوب کرتے ہیں۔ یونانی اسیرین۔ سیرین اور بابلونیوں کو ایک ہی نسل سے سمجھتے ہیں۔ مگر سب مورخین حال زبان اسیرین کی عبرانی اور خالدی سے مشابہت بتاتے ہیں زبان اسیرین حقیقت میں قوم سمیت کی زبان کی شاخ ہے۔ صرف مورخین قدیم کے لئے ایک امر باعث تذبذب تھا۔ یعنے چند اسیرین بادشاہوں کے نام شاہان فارس سے مشابہ تھے۔ اور چونکہ فارسی آریہ نسل سے ہیں۔ اسلئے یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسیرین اور فارسیوں کے ناموں میں کیوں کر مشابہت ہو سکتی ہے۔ مگر آجکل کی معلومات نے اس عقدہ کو بھی حل کر دیا ہے۔ اسمار سرکسس۔ آریس۔ اُدیترس وغیرہ جو اسیریا

کی قدیم تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔ وہ صرف قصہ اور کہانیوں سے لئے گئے ہیں۔ آجکل ہمیں تمام بادشاہوں کے نام کتبوں کے ذریعے معلوم ہو چکے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسے نام پائے نہیں جاتے۔ اسلئے شاہان اسیریا کے ناموں میں قوم آریہ کا کوئی اختلاط نہیں۔ میسوپوٹیمیا میں بہت سے کھنڈرات سے زبان اسیریا کے کتبے دستیاب ہوئے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے اس ملک کی زبان کے مختصر لغات بنائی گئی ہے۔ اور جیسا کہ ہمیں زبان لاطینی اور یونانی سے واقفیت ہوئی تھی۔ ویسا ہی زبان اسیرین معلوم ہو چکی ہے۔ بہت سے مٹی کے مرتبان جن میں بعض تین تین فیٹ بلند ہیں۔ کھنڈرات سے ملے ہیں۔ ان پہ اسیرین بادشاہوں کے وقت کے مشہور واقعات مرقوم ہیں۔ جوں جوں ہماری معلومات قوم اسیرین کے متعلق بڑھ رہے ہیں یہ امر پایۂ یقین کو پہونچ رہا ہے کہ یونانی جنہوں نے تہذیب میں اس قدر ناموری کی ہے۔ موجد نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے ہر بات میں اسیریا کی نقل کی ہے۔

قدیمی اسیرین میں لکھنے کے دو طریقے تھے۔ اولاً پتھروں پر حروف کندہ کئے جاتے تھے مگر چونکہ یہ طریق مہنگا تھا اسلئے صرف بادشاہوں ہی کے کتبے پتھروں پر پائے جاتے ہیں۔ دوم کچی مٹی کی اینٹ پر لکھ کر اُسے آگ میں پکاتے تھے۔ یہ طریقہ ایسا عمدہ اور پائدار ہے کہ اُس زمانہ کے پُرانے سے پُرانے کتبے صحیح و سالم پائے جاتے ہیں۔ گو ہمیں اس کا کھوج نہیں ملا۔ مگر ممکن ہے کہ اسیریا میں تحریر کے اور طریق بھی ہوں گے۔ کیونکہ مصریوں نے اسیرین کے عروج کے کئی سو سال پیشتر سیاہی اور کاغذ کو ایجاد کیا تھا۔ اور چونکہ بادشاہان اسیریا کا مصر سے تعلق رہا ہے۔ اسلئے شاید انہوں نے قلم سیاہی سے لکھنے کا طریقہ مصر سے سیکھ لیا ہو۔ مزید برآں فارسی بھی جنہوں نے تہذیب قوم اسیرین سے سیکھی ہے۔ ایک قسم کا کاغذ تحریرات میں استعمال کرتے تھے۔

پس یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اسیرین جو فارسیوں کے اُستاد اور اُنسے بدرجہا

زیادہ مہذب تھے۔ اس آسان طریق تحریر کا استعمال نہ کرتے ہوں۔ چونکہ اسرین نے طرز تحریر کو قوم خالدین سے سیکھا ہے۔ اسلئے اُن کا لکھنا بھی مصوری پر مبنی ہے۔ مندرجہ ذیل چند الفاظ سے ناظرین اسرین کی طرز تحریر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

= گھر = دروازہ = مچھلی

مسٹر اوپیر (فرانسیسی مورخ) لکھتا ہے کہ زبان اسرین کے حروف ابجد تین سو اٹھارہ (۳۱۸) کے قریب ہیں۔ اسرین تحریر پر زیادہ بحث کرنے کی بجائے مناسب ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس زبان کے چند الفاظ بطور نمونہ تحریر کئے جاویں۔

زبان اسرین کا لفظ	معنی	اسکا مشابہ لفظ کسی اور زبان میں
ابو	باپ	ابو (عربی)
اُمو	ماں	اُم (عربی)
آخو	بھائی	اخی (عربی)
بال یا پال	بیٹا	بار (سریانی) بال (پنجابی) مگر خدا جانے یہ مشابہت کیسے واقعہ ہوئی۔
الُو	خدا	اللہ (عربی)
سارُو	بادشاہ	سرو (عبرانی)
ملک	شاہزادہ	ملک (عربی)
بلُو	امیر	بلو (عبرانی)
نشو	مرد	نسو (عبرانی)
سامی	آسمان	سموی (عبرانی)
ارشت	زمین	الس (عبرانی)
سین	چاند	۔۔۔۔۔۔
مرت	سمندر	میر (زبان جرمن ولاطین)

زبان اسرین کا لفظ	معنی	اُسکا مشابہ لفظ کسی اور زبان مین
نہر	نہر	نہر (عربی)
یمو	دن	یمو (عبرانی)
الامو	دنیا	علم (عبرانی)
بیت	گھر	بیت (عربی)
باب	دروازہ	باب (عربی)
لسان	زبان	لسان (عربی)
اسار	جگہ	
بیتو	سوت	
سوسو	گھوڑا	

چند اسماے تعریف حسب ذیل ہیں

رابُو	بڑا	رابی (عبرانی)
تابُو	اچھا	تابو (عبرانی)
باشو	برا	باشو (عبرانی)
مادت	بہت	مادت (عبرانی)
رگ	دور	رک (عبرانی)

چند حروف تعداد بھی مرقوم کیے جاتے ہیں

مذکر - اشتن - شناے - اربات .. . خمشات - ششت - شبت - ثمنات

مونث اخت ..... اربہ ثلاش خماش شش شبی ....

معنی ایک دو تین چار پانچ چھ سات آٹھ

مذکر تشت - اسرت

مونث تشی - اسری

معنی نو دس

اشترے ۲۰
شلاشے ۳۰
اربا سے ۴۰
خمشاسے ۵۰
ششاسے ۶۰
شباسے ۷۰
شمناسے ۸۰
تشاسے ۹۰
سے ۱۰۰

۔ اسم ضمیر کی مثالیں

واحد آناکو = (میں)، اتا = (تو) شو = (وہ مرد) شی (وہ عورت)
جمع اناحنی = (ہم) آنانون = (تم) شونوت = (وہ جمع مذکر) شینات (وہ جمع مونث)
آوؑ = وہ ما = کون

افعال

اسرین	ترجمہ	اسرین	ترجمہ	اسرین	ترجمہ	اسرین	ترجمہ
الاک	جانا	سنجار	جمع کرنا	باانا	بنانا	وانا	دینا
وین	انصاف کرنا	وک	مارنا	اییر	گنڈنا	الوشش	بتانا
ارش	پوچھنا	نتسر	حفاظت کرنا	تاڈا	کودنا	تنزل	بہتا
سگا	بڑھنا	تشکن	بستا	ششتر	لکھنا	سبت	پکڑنا

اسم ظرف

اسرین	اردو	اسرین	اردو	اسرین	اردو	اسرین	اردو
یوؑ	اوبہ	لا	نہیں	لاپای	شنہ کوسامنے	ہیلی	مہربانی سے
علت	علاوہ	آدمی	جبتک	کی	اگر		

امثال مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ زبان اسرین نہ تو عبرانی ہے نہ خالدی نہ خونیشین اور نہ عربی۔ مگر ان سب زبانوں سے اُسے بڑی مشابہت ہے۔ اس زبان کی ایک قواعد ایک فرانسیس مسمی اوپپرٹ نے تیار کی ہے۔

اسرین کی لیاقت کو رومن کیا یونانی سب مہذب اقوام مانتے ہیں۔ اور حقیقت میں اُن نہ ان کی صنعت گری دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ تعمیر۔ خانہ کشی۔ بت تراشی۔ زرگری۔ لوہارپن۔ برتن سازی۔ کندہ گری۔ اسباب خانہ بنانے۔ ہاتھی دانت پر کام کرنے۔ مٹی کے برتن بنانے اور لباس پر طلائی کام کرنے میں اسرین اپنی ہم عصر ایشیائی قوموں میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم جر ثقیل میں بھی اسرین ہوشیار تھے۔ مصر و چین کے برخلاف اسریا کی تہذیب روز بروز ترقی کر رہی تھی۔ اور اگر بدقسمتی سے غیر مہذب اور وحشی قومیں حملہ آور نہ ہوتیں۔ تو خدا جانے اُن کی تہذیب کس درجہ تک پہونچ جاتی ۔

قوم اسرین کے عادات و اطوار

"اُنکے تیر تیز اور کمان خمیدہ تھے۔ اُن کے گھوڑوں کے سُموں کو سنگ چقماق اور رتھوں کے پہیوں کو بگولا کہیں تو بجا ہے" (توریت)

اسرین کی عادات و رسومات پر بحث کرنی مناسب ہے کہ اُن کے جنگی اور امن کے حالات پر علیحدہ علیحدہ غور کی جاوے۔ اسرین بہلیوں اور گھوڑوں پر سوار ہوکر یا پیادہ لڑائی پر جاتے تھے۔ اور بہت سی قدیمی اقوام یعنے مصری۔ یونانی۔ کنعانی۔ قوم اسرائیل۔ یہودی۔ فارسی اور گال کی طرح رتھوں کو زیادہ معزز اور محفوظ سمجھتے تھے۔ اور لڑائی کے وقت اُن میں بیٹھ کر لڑتے تھے بادشاہ توخصوصاً اسی سواری کو کام میں لاتا تھا۔ شہروں کا محاصرہ کرتے وقت پیادہ تیراندازی بھی کرتے تھے۔ اسرین جنگی رتھیں لکڑی سے بنائی جاتی تھیں۔ اور اُن پر یونانیوں کی طرح سے پیچھے سے سوار ہوتے تھے۔ رتھیں کیا تھیں۔ کہ

صنعت اور خوبصورتی کا عطر مجموعہ تھا۔ گھوڑوں پر زرین پوشاک اور گاڑیوں پر بیل بوٹے عجیب فرحت افزا نظارہ پیش کرتے تھے۔ گاڑیاں صرف دو پہیہ ہی ہوتی تھیں۔ رسالہ جنگی بہلیوں سے دوسرے درجہ پر گنا جاتا تھا۔ ابتدا میں معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ شاذ و نادر ہی استعمال ہوتا تھا۔ مگر سارگون کے وقت میں رتھیں کم ہوگئیں اور رسالہ پر زور دیا گیا۔ تیراندازی اور نیزہ بازی کی مشق ہر سوار پر لازمی تھی۔ پیادہ فوج میں ایک تیرانداز اور ایک ڈھالچی ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ تیر چلاتے وقت ڈھالچی تیرانداز کو ڈھال سے محفوظ رکھتا تھا۔ تا کہ اعدا کے تیر کارگر نہ ہوں۔ خود بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ قوم اسرین رومن کی طرح موسم گرما میں اسرین اپنے ہمسایہ ریاستوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور جب تک دشمن خراجگزار یا فرماں بردار بن نہیں جاتا تھا۔ ہر سال حملہ کرتے تھے۔ بادشاہ خلعت پہنے لشکر میں بہلی پر سوار ہوتا تھا۔ بہت سے تیرانداز اس کے ہمراہ ہوتے تھے اگر راستہ میں کہیں دریا آجاتا۔ تو بہلیوں کو کشتیوں پر دھر کر پار اتارتے تھے۔ بادشاہ اور امرا کے سوا باقی سب لشکر تیر کر جاتا تھا۔ میدان جنگ میں بادشاہ اور امرا کے لئے خیمے لگائے جاتے تھے۔ مگر باقی سب سپاہ یوں ہی رات بسر کرتی تھی۔ کھانے کے لئے بیل بھیڑیں اور بکریاں ساتھ لے جاتے تھے۔ دوسری قوموں کی نسبت بہتر مسلح ہونے کے سبب اسرین عموماً فتحیاب ہوا کرتے تھے۔ سپاہی مقتولوں کے سر کاٹ کر بادشاہ کو دکھانے لاتے تھے۔ اس رسم کی بدولت سپاہ غنیم اکثر فنا ہو جایا کرتی تھی۔ جو سپاہی مقتولوں کے سر نہیں پاتے تھے وہ فوج دشمن کے اسلاح وغیرہ لوٹ کر لاتے تھے اور ایک منشی تمام لوٹ مار کے اسباب کو درج فہرست کرتا جاتا تھا اگر اسرین دشمن کو قلعہ میں محصور پاتے تھے۔ تو اولاً تیراندازوں کو زینے کے ذریعے قلعہ پر چڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر جب اس طریق سے کامیابی نہیں ہوتی تھی تو ایک قسم کے انجن کو جو محفوظ کمرے کی طرح بنا ہوا تھا۔

دیوار قلعہ کے پاس پہنچا کر اُس کے ذریعہ سے فصیل کو توڑتے تھے۔ یا ایک اور قسم کی کل کے ذریعہ سے قلعہ میں بھاری بھاری پتھر پھینکتے تھے۔ مگر اسکا استعمال بہت کم تھا۔ کیونکہ عموماً فوج مخالف نئے لوگ اُس پر آگ پھینک کر جلا دیتے تھے۔ اسرین یوں بھی تو مخالفوں کی خاصی سرزنش کیا کرتے تھے۔ مگر خصوصاً باغیوں پر بڑی جفا روا رکھتے تھے۔ قیدیوں کے ہونٹھوں میں سوراخ کرکے بالیاں ڈال لیتے تھے۔ اور یکے بعد دیگرے بادشاہ کے پاس لاتے تھے۔ کسی پر تکبر سے بادشاہ مانگ دھر دیتا تھا کوئی معاف اور کوئی قتل کیا جاتا تھا۔ اور بعضوں کو غلام بنا لیتے تھے۔ خالدین جہاز رانی میں قابل ہونے کی وجہ سے بحری جنگ بھی کیا کرتے تھے۔ مگر اسرین سے جو دشمن بھاگ کر کسی جزیرے کو چلے جاتے تھے۔ اُن کی رستگاری ہو جاتی تھی۔ صرف بادشاہ شلماسر کے عہد میں قوم اسرین نے جزیرہ طایر پر حملہ کیا تھا۔ مگر اس بحری لڑائی میں بھی جہاز اُن کے اپنے نہ تھے۔ قوم فونیشین سے مانگ کر لئے تھے۔ اسریا میں بھی دوسرے مہذب ملکوں کی طرح بادشاہ شائستگی اور اخلاق کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہوں کا لباس عرب کی طرح تھا۔ اسرین عورتوں کو پردہ میں رکھتے تھے۔ اسلئے شاذونادر ہی کتبوں میں عورات کا ذکر مل سکتا ہے صرف ایک تصویر میں بادشاہ مسہری پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ اور ملکہ متصل ایک کرسی پر بیٹھی ہے۔ خواجہ سرا اردگرد کھڑے نظر آتے ہیں۔ ملکہ نے کانوں میں بالے اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے ہوئے ہے۔ بادشاہ کے خواصوں میں سے وزیر اعظم سب سے بڑا تھا۔ اور اُسکا لباس تمام ملک میں بادشاہ سے دوم درجہ کا تھا۔ چند قسم کے لباس صرف بادشاہ یا وزیر پہن سکتے تھے۔ اور کسی کو اجازت نہ تھی۔ ہر ایک افسر کے لباس میں امتیاز کے لئے کچھ نہ کچھ فرق رکھا جاتا تھا۔ اسرین گو صرف ایک عورت سے شادی کرتے تھے۔ مگر اُن میں کنیزیں رکھنے کی بُری علت ضرور تھی۔

اسرین علم موسیقی۔ تجارت اور صناعت کی نہایت قدر کرتے تھے۔ بابلونی (اُس ملک کے رہنے والے جسکا دارالخلافہ بابل تھا) جو اسرین کے ہمسایہ تھے۔

گانے بجانے پر جان دیتے تھے۔ حضرت دانیال کا بار بار قسم قسم کے سازوں کا ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کم از کم چھ سو سال قبل مسیح بابلوں میں طرح طرح کے اوزار موسیقی موجود تھے۔ کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بھی بہت سی قسم کے ساز گانے بجانے میں استعمال کرتے تھے۔ مصر میں چودہ قسم کے ساز پائے گئے ہیں۔ گو اسرین مصریوں جیسے گانے کے شیدا نہ تھے۔ مگر اُن کے پاس بھی نو طرح کے ساز موجود تھے۔

اسرین نے گو پہلے جہاز رانی میں شوق ظاہر نہیں کیا۔ مگر تغلات پلسر (۱۱۲۰ قبل مسیح) کے زمانہ میں اس علم میں بہت سی ترقیاں ہونے لگیں۔ اور تجارت کی رونق بھی روز بروز بڑھنے لگی۔ نعمان شہر نینوا کی طرف خطاب کر کے کہتے ہیں "تو نے اپنے تجاروں کو آسمان کے ستاروں سے بڑھا دیا ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ اسریا کا محل وقوع اُسکی تجارتی ترقی کا باعث تھا۔ ہندوستان کی عجیب و غریب پیداوار اقوام مغرب کے پاس پہنچنے اور ہندوستان اور فارس کو مغربی عجائبات کے پہنچانے کے لئے انہیں اعلیٰ درجہ کا موقعہ حاصل تھا۔ اسرین کا ہندوستان سے تعلق چند کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جن پر ہاتھی اور ہندوستانی خاص قسم کے اونٹ کی تصاویر ہیں۔ چونکہ ہاتھی اور خصوصًا ایک قسم کا اونٹ اُس زمانہ میں سوائے ہند کے اور کہیں نہ تھا۔ اسلئے ضرور اُن کی آمد و رفت ہندوستان میں ہوتی ہوگی۔ جو ان جانوروں کی تصاویر بنائی تھیں یونانی لکھتے ہیں کہ اسرین زمانہ قدیم میں طرح طرح کے مصالحہ جات فروخت کرتے تھے۔ مگر مصالح قسم قسم کے ہند ہی میں ہوتے ہیں۔ پس وہ ہند سے خرید کر مغربی ایشیا میں فروخت کیا کرتے ہوں گے۔

زراعت میں بھی اسرین بڑے ہوشیار تھے۔ نہروں کے بنانے میں اُنہوں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ عرب کے موجودہ پُل انہیں کی ایجاد ہیں۔ بہت سے آلات زراعت جو مصر اور ایران وغیرہ میں آجکل رائج ہیں۔ ہزارہا سال پہلے

کہ اسرین نے ایجاد کئے تھے۔

اسرین کی ایک قسم کی ٹوپیاں افغانی کلاہوں سے مشابہ ہیں۔ مگر طوالت میں وہ کلاہ سے زیادہ ہیں۔ اور اُن کی نوک کلاہ جیسی پتلی نہیں۔ اسرین طرح طرح کے خوب صورت زیور بناتے تھے۔ شانہ بھی اُس زمانہ میں بکثرت استعمال ہوتا تھا اور آئینہ بھی دھات سے بناتے تھے۔ غرضکہ عورتوں کے لیئے ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان موجود تھے۔ گوشت کا استعمال کم تھا۔ صرف میدانیں جنگ فتح کے بعد گوشت کی ہنڈیاں چڑھا کرتی تھیں۔ مچھلی کو اکثر کھاتے تھے۔ بادشاہ سنا شریب اپنے ملک کو غلہ شراب اور انگور کا گھر کہتا تھا۔ اور وہاں کے زیتون اور شہد کا بھی ذکر کرتا ہے۔ شہر نینوا کے اردگرد انگور بکثرت ہوتے تھے۔ اور شراب خوری بھی اُس زمانہ میں اعتدال سے بڑھ کر تھی۔ چنانچہ حضرت نعمانؑ شہر نینوا کے باشندوں کو شراب خوری کا الزام دیتے ہیں۔

مذہب اسرین

اِس قوم کا مذہب سوائے چند باتوں کے خالدین کے مشابہ تھا۔ گو وحدانیت اُس زمانہ میں کسی قوم میں نہ تھی۔ مگر خالدین اور اسرین علاوہ بہت سے خداؤں کے ایک کو سب سے افضل مانتے تھے۔ اسرین نے برعکس خالدین کے قومی خدا کو اول درجہ کا تصور کر رکھا تھا۔ گو وہ خالدین کے بعض خداؤں کے معتقد تھے مگر انہیں کچھ فضیلت نہیں دیتے تھے۔ اسرین لوگ آشور کی بیحد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اپنی خوش قسمتی ترقی اور فتوحات کو اُسی سے منسوب کرتے تھے۔ جب لڑنے جاتے تھے تو آشور کے نام پر۔ جب کوئی ملک فتح ہو جاتا تھا تو وہاں آشور کا بت کھڑا کرتے تھے اور لوگوں کو اُس کی پرستش اور تعظیم کرنا سکھاتے تھے۔ آشور بن شام بن نوحؑ اِس قوم کا بانی تھا۔ جوں جوں اشور کی پرستش ترقی کرتی گئی اُسے خدا تصور کرنے لگے۔ اُسکی تعریفات اور صفات بھی بڑھتی گئیں۔ غرضکہ مذہب اسرین صرف آشور کی پرستش پر

منحصر ہوگیا۔ شمس (سورج) سین (چاند) نرگال (خدائے جنگ) نین (شکار کا خدا) وَل (خدائے برق) ادنے درجہ کے خیال کئے جاتے تھے۔ آشور کا بت ایک عجیب طرح سے بنایا جاتا تھا۔ ایک دائرے کے اندر ایک پر دار آدمی بنا کر اُسے آشور کا بت سمجھتے تھے۔ آشور کبھی ہاتھ میں کمان لئے اور کبھی تیر اندازی کرتا نظر آتا ہے۔ پروں کے معنی اُس کا ہر جگہ حاضر ہونا۔ شکل انسانی سے مراد اُس کی عقل۔ اور دائرہ سے اُس کا دوام ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ آشور کی پرستش بطور خدا کے اُس کے بانی قوم ہونے پر منحصر تھی۔ پہلے اُس کی تعظیم کرتے تھے۔ پھر پرستش ہونے لگی۔ اور آخر کار آشور کو خدا سمجھنے لگے۔ اور اس بات کا خیال کسی کو نہ رہا۔ کہ آیا آشور اصل میں کون تھا۔ آشور گویا کہ خدا کا ہم معنی لفظ ہوگیا۔ آشور کی علامات میں سے ایک شجر مقدس تھا۔ جسکی پرستش بدرجہ کمال تھی۔ حقیقت میں یہ کوئی قدرتی درخت نہیں تھا۔ صرف مصنوعی طور پر ایک عجیب غریب شکل کا درخت بنایا جاتا تھا۔ غالباً اسرین نے اس درخت کی پرستش قوم فونیشین سے سیکھی ہے۔ کیونکہ اسی قوم سے یہودیوں نے ایک درخت موسوم بہ عاشرہ کو پوجنا سیکھا تھا۔ گولا۔ ایشتر اور بلتیس (قوم خالدین کی تین مشہور دیویاں) کی پرستش کی جاتی تھی۔ صرف حوا۔ نبنو۔ اور سیرودہ کا کم خیال کیا جاتا تھا۔ چونکہ ناظرین قوم خالدین کی بت پرستی کا حال پڑھ چکے ہیں۔ اور اسرین مذہب اُن کی نقل ہے۔ اسلئے مضمون کو طویل کرنا بے فائدہ ہے۔ آنو کی پرستش ملک اسریا میں بادشاہ شمش ول حاکم بابلون کے وقت میں رائج ہوی۔ جسنے اٹھارہ سو برس قبل مسیح اسریا کو فتح کرکے دارالخلافہ میں آنو کا بت کھڑا کیا۔

مندرجہ ذیل فہرست سے اسریا کے بتوں کے نام معلوم ہوجاویں گے۔
آشورا اول درجہ کے خدا کی بیوی شردھا تھی۔ اِن کی پرستش قلعہ مشرکانت میں ہوتی تھی۔

	تثلیث اول			تثلیث دوم			ادنٰے درجہ کے خدا			
بت	آنو	بیل	حوا	سین	شمش	ول	نِنِپ	میرودَاخ	نرگال	نبو
بت کس کا دیوتا ہے	آسمان	زمین	دریا	[illegible]	سورج	ہوا	[illegible]	بیت زبو	جنگ	دانش
بت کی پرستش کن کن شہروں میں ہوتی تھی	تیامت	اشور - اکاد	اشور - اکاد	اکاد	سپارا	اشور - اکاد	نینوا	.	کوتہ	اکاد

بت عموماً مٹی سے بنائے جاتے تھے۔ جو قد آدم سے کم ہوتے تھے۔ مگر مندرون کے بت پتھر کے ہیں۔ اکثر اوقات روئین اور گاہے گاہے سونے چاندی کے بھی بت بنائے جاتے تھے۔ صدقہ گو بادشاہوں کا شیوہ خیال کیا جاتا تھا۔ مگر کم سے کم ہر شخص اسکی قدر کرتا تھا۔ اکثر صدقہ کے بیل مندر پر چڑھائے جاتے تھے۔ سنگدار ٹوپی پہنے بت تخت نشین ہے۔ ایک پروہت پاس کھڑا ہے۔ اور بت کی تعریفین کر رہا ہے۔ بادشاہ چھ پروہتوں کو ساتھ لئے بت پر صدقہ چڑھانے آتا ہے۔ پروہتوں میں سے ایک ہاتھ میں پیالہ پکڑے ہے۔ اور پانچ بیل کی خبرداری کر رہے ہیں۔ منتر پڑھنے اور کئی اور رسومات کے بجالانے کے بعد چند اشیا مندر میں جلائی جاتی ہیں۔ اور بیل پروہتوں کے ہاتھ لگتا ہے۔ اسیریا میں باوجود طرح طرح کی تہذیبی ترقی کے مذہب بہت ادنیٰ تھا۔ اور چند رسومات نہایت شرمناک اور تباہ کنندہ تھیں۔ مثلاً بلیتس (ایک دیبی) کے مندر میں ہر ایک عورت کو ایک دفعہ اس غرض سے جانا پڑتا تھا۔ کہ جو شخص سب سے پہلے اُسکا خواستگار ہو اُس سے ہم بستری کرے۔ ہیروڈوٹس اور کئی اور مورخین اس رسم کا ذکر کرتے ہیں ✦

سلطنت اسیریا کے مشہور واقعات

مشہور ترین واقعات ہیروڈوٹس مورخ یونان کے بموجب		بیروسس مورخ قدیم کے بموجب	
واقعات	کس سنہ مین	واقعات	کس سنہ مین
سلطنت اسریا کا زمانہ عروج	۱۲۵۰ سے ۷۳۰ قبل مسیح بارہ سو پچاس سے سات سو تیس	اسیرین خاندان کے پینتالیس بادشاہ	۱۳۰۱ سے ۷۷۵ قبل مسیح تیرہ سو ایک سے سات سو پچھتر
میدہ قوم کی بغاوت	۷۳۰ قبل مسیح سات سو تیس	بادشاہ پل کی حکومت	۷۷۵ سے ۷۴۷ قبل مسیح تک
سلطنت اسریا کا زوال -	۷۳۰ سے ۶۰۰ قبل مسیح سات سو تیس سے چھ سو	شاہان اسیریا پل کے وقت سے سارین کے وقت تک	۷۴۷ سے ۶۲۵ قبل مسیح
شہر نینوا کی تباہی	۶۰۰ قبل مسیح چھ سو قبل مسیح	شہر نینوا کی تباہی	۶۲۵ قبل مسیح چھ سو پچیس قبل مسیح

بذریعہ کتبوں کے جو جو حالات ہمیں ملے ہیں - ان کے ذریعہ سے ہم بآسانی شاہان اسریا کی سلسلہ وار فہرست بنا سکتے ہیں

بادشاہ کا نام	عہد حکومت	واقعات
اسمی داگان	۱۸۵۰ سے ۱۸۲۰ قبل مسیح	
سمس ول نمبر ۱	۱۸۲۰ سے ۱۸۰۰ قبل مسیح	
اگورکاپ کاپو } سمس ول نمبر ۲	۱۸۰۰ قبل مسیح کے قریب	

بادشاہ کا نام	عہد حکومت	مشہور واقعات
ایرئوبا اری تاک	۱۷۵۰ قبل مسیح کے قریب	
بیل کاپ کاپو	۱۷۰۰ قبل مسیح	
اداسی بیل بانی	۱۶۵۰ قبل مسیح کے قریب	
آسورزاکرایسر تپ تغل اسوری	۱۶۰۰ قبل مسیح	
ارابی ول اسورنادین آہی	۱۵۵۰ قبل مسیح	
اسورزیریؑ نابوداں	۱۵۰۰ قبل مسیح	
اسوربل نسی سو	۱۴۵۰ سے ۱۴۲۰ قبل مسیح	ایک کتبہ پر مرقوم ہے کہ یہ بادشاہ پرناپریاس بادشاہ خالدی کا ہم عصر تھا۔
بزور آشور	۱۴۲۰ سے ۱۴۰۰ "	
اسورابالد	۱۴۰۰ سے ۱۳۷۰ "	
بل نریری	۱۳۷۰ سے ۱۳۵۰ "	اس بادشاہ کے حالات قلعہ شرکات اور شہر مزود کے کھنڈرات سے برآمد ہوئے ہیں۔
بودل	۱۳۵۰ سے ۱۳۳۰ "	
ول نراری ۱	۱۳۳۰ سے ۱۳۰۰ "	
شمانسر ۱	۱۳۰۰ سے ۱۲۷۱ "	
تغولتی ننپ ۱	۱۲۷۱ سے ۱۲۴۰ "	ایک کتبہ پر اس بادشاہ کو فاتح بابلون لکھا ہے۔
بل کدور ازور	۱۲۴۰ سے ۱۲۲۰ "	

بادشاہ کا نام	عہد حکومت	واقعات
تنب پال اسر	۱۲۲۰ سے ۱۲۰۰ قبل مسیح	
اسوردان نمبر۱	۱۲۰۰ سے ۱۱۷۱ ”	
مفتاچیل تسکو	۱۱۷۱ سے ۱۱۵۰ ”	
آسورابی لم	۱۱۵۰ سے ۱۱۲۰ ”	
تگلات پلسر نمبر۱	۱۱۲۰ سے ۱۱۰۰ ”	
آسوربل کالا	۱۱۰۰ سے ۱۰۸۰ ”	
سمس ول نمبر۳	۱۰۸۰ سے ۱۰۶۰ ”	اس بادشاہ کا شلمانسر کے کتبہ میں ذکر ہے
آسورراب آمر	۱۰۵۰ سے قبل مسیح کے قریب	
نما قی	۱۰۰۰ قبل مسیح	
آسوردان نمبر۲	۹۳۰ سے ۹۱۳ قبل مسیح	اس بادشاہ سے بعد کے نو بادشاہوں کا حال اسرین توپ پر مرقوم ہے
ول نواری نمبر۱	۹۱۳ سے ۸۹۱ ”	
تگلتی نسپ نمبر۲	۸۹۱ سے ۸۸۵ ”	
آسورناریر پال	۸۸۵ سے ۸۶۰ ”	
شلمانسر نمبر۲	۸۶۰ سے ۸۲۵ ”	
آسوردین پال	۸۲۷ برس قبل مسیح	
سمس ول نمبر۴	۸۲۵ سے ۸۱۲ ”	
ول نراری نمبر۳	۸۱۲ سے ۷۸۳ ”	
شلمانسر نمبر۳	۷۸۳ سے ۷۷۳ ”	
آسوردان نمبر۳	۷۷۳ سے ۷۵۵ ”	
آسورزاری نمبر۲	۷۵۵ سے ۷۴۵ ”	
تگلات پلسر نمبر۲	۷۴۵ سے ۷۲۷ ”	
شلمانسر نمبر۴	۷۲۷ سے ۷۲۲ ”	

سارگون	۷۲۲ سے ۷۰۵ تک قبل مسیح
سناشریب	۷۰۵ سے ۶۸۱ تک قبل مسیح
ایسارحادون	۶۸۱ سے ۶۶۸ تک قبل مسیح
آسوربانی پال	۶۶۸ سے ۶۲۶ تک قبل مسیح
بل ذاکراسکون	۶۲۶ سے ۶۲۰ تک قبل مسیح
آسوراسیل الی	۶۲۰ سے ۶۰۷ تک قبل مسیح

اسیریا کی تاریخ قدیم نسبتاً بابلون (خالدی) سے زیادہ مفصل ہے۔ بادشاہوں کی تخت نشینی کے حالات واضح اور مکمل ہیں۔ وَل زیری کے وقت کے جو کتبے پائے گئے ہیں اُنھوں نے اسیریا کی تاریخ کو مکمل کرنے میں بہت مدد کی ہے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قوم اسیرین کی تہذیب اُس زمانے سے جسکا مورخین ہمیشہ ذکر کرتے رہے ہیں بہت پُرانی ہے۔ اس سلطنت کا تاریخی زمانہ یہود اور قوم اسرائیل کا ہم وقت ہے۔ اسلئے دونوں سلطنتوں کے تاریخی حالات کا مقابلہ کرنے سے بہت سی غلطیاں دور کی گئی ہیں۔ افسوس ہے کہ تاحال چند باتوں کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ایک بادشاہ پل نامی جسنے سلطنت یہود کو فتح کر کے خراج گزار بنایا تھا۔ تاحال اُس کے واقعات بلکہ نام تک کتبوں سے معلوم نہیں ہوا ہاں ایک افسر مسمے پل کے کتبے ملے ہیں۔ اِس ملک کے کتبوں سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ قوم سمیت سے پہلے دریائے فرات کے قریب ایک قوم تورانی (منگول) نسل کی آباد تھی اور کیا بابلون اور کیا اسیریا سب نے اُس زمانہ میں تہذیب اُنہیں سے سیکھی تھی۔ جب قوم سمیت غلبہ میں آئی۔ تو اُس نے مغلوب تورانیوں کی زبان تبدیل کر دی۔ یہ تغیر غیر معمولی نہیں۔ جب قوم سیکسن نے انگلستان کو فتح کیا۔ تو اُنھوں نے بھی قدیمی باشندوں کی زبان کا نشان مٹا دیا۔ سلطان روم کی رعایا کا نسبت ساحصہ ترکی بولتا ہے۔ مگر انکی اصل

زبانیں زمانہ قدیم میں اور تھیں - اِس امر کا پورا پورا نشان بینے قوم منگول کی قدیمی تہذیب کی زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں اور یقین ہے کہ تاریخ قدیم میں بہت بہت بڑے انقلابات واقع ہونگے ۔

قوم اسرین کو عروج کیونکر حاصل ہوا

اسرین نصف دریاے دجلہ پر آباد ہونے سے پہلے دہانہ ہائے دجلہ و فرات کے قریب آباد تھے - اِس سرسبز ملک میں جہاں قدرت نے انسان کی آسایش کے لئے ہر طرح کے سامان مہیا کر رکھے ہیں - اسرین کا ایک گھرانہ بڑھتے بڑھتے قوم بن گیا - اِسی زمانہ میں اُنہوں نے اپنے مذہبی عقائد کو پختہ کیا - اور ہنر میں بھی خاصی ترقی کی - اُن کی اُس زمانہ کی بنائی ہوئی چیزیں جو کھنڈرات میں سے ملی ہیں - اُن کے ابتدائی کمالات اور صنعت بڑے اعلے درجہ کا ثابت کرتی ہیں اسرین نے خالدین کا تاریخی زمانہ شروع ہونے سے پہلے ملک اسریا میں سکونت اختیار کی ہے - چونکہ شاہان خالدی کا راج اُس تمام سرزمین پر تھا - اسلئے ممکن ہے کہ قوم اسرین کی جلاوطنی خالدین ہی کے حکم سے ہوی ہو - کیوں کہ اُن میں یہ ایک عام قاعدہ تھا کہ رعایا کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کر دیتے تھے - تاکہ ملک میں امن قایم رہے - اور ایک ہی نسل کی اقوام آپس میں ملکر باغی نہ ہوجاویں - اشور بالت شاہ اسریا کی بیٹی کی شادی پرنا پریاس بادشاہ خالدی سے ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں ان دونوں ملکوں کے شاہی خاندان آپس میں رشتہ داری کرتے تھے - پرنا پریاس کی وفات کے بعد کارا خرداس اُس کا بیٹا تخت نشین ہوا - مگر نازی بوکاس نامی ایک شخص بادشاہ کو قتل کرکے تخت پر قبضہ کر بیٹھا - آشور بالت بادشاہ اسریا سے یہ دیکھ کر نہ رہا گیا - اور خود اپنے پوتے کا انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا - فوج گران لیکر بابلون میں جا پہونچا - اور بادشاہ کاذب کو قتل کرکے مقتول شاہ

اسریا کے دوسرے بھائی کو تخت پر بٹھایا - ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک اسریا ابتدائی زمانہ میں بھی کسیقدر عزت و وقعت رکھتا تھا تغلات نین کے وقت میں اسریا نے بابلون کی ماتحتی سے سرکشی کی - اور اسی وقت سے ان دونوں سلطنتوں میں بغض و فساد پیدا ہوگیا - بابلون میں اس وقت وہاں کے قدیمی مالک یعنے تورانی بالکل شکستہ حال ہو چکے تھے - اور قوم سمیت کے نام اور زبان بھی اُنھوں نے اختیار کر لی تھی - الغرض اس زمانہ میں دونوں ملکوں یعنے خالدی (بابلون) اور اسریا میں قوم سمیت غلبہ میں تھی - رفتہ رفتہ بادشاہ اسریا کی طاقت کا حال بابلون پر کھلنے لگا - مورخین قدیم لکھتے ہیں - کہ اُسی زمانہ میں اسریا نے ملک مصر کو بھی فتح کر لیا مگر یہ غلطی کتبوں سے بآسانی دور ہو سکتی ہے - اُس زمانہ میں لفظ مصر کردستان اور موجودہ مصر دونوں پر اطلاق کرتا تھا - اسلئے نام کی مشابہت سے اکثر مورخین دھوکے میں پڑ گئے - بادشاہ اسریا نے صرف کردستان کو فتح کیا تھا تغلات نین شاہ اسریا شکار کا نہایت شوقین تھا - کتبوں میں ذکر ہے کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے نو سو بیس شیر شکار کئے تھے - وہ اپنی کامیابی کو نرگال اور نین (خدائے شکار و خدائے جنگ) سے منسوب کرتا ہے -

اسریا کی ایک شہزادی مسماۃ سمی رامس جسکی تعریف میں قدیم یونانی اسقدر رطب اللسان ہیں اور اُسے سکندر اعظم کا ہمپایہ خیال کرتے ہیں - یونانیوں کی تصانیف میں اُس کی خوب صورتی کا حال پڑھ کر لوگ عش عش کرتے تھے اور اُس کی بہادری پر انگشت بدندان تھے - اور مورخین حال نے اس شہزادی کے حال کو صرف بناوٹی کہانی سمجھا تھا - مگر کتبوں سے یہ راز بھی افشا ہوگیا ہے - یہ مشہور و معروف عورت بادشاہ ولی لش سوم کی بیوی تھی - اس ملکہ کا کتبوں میں ذکر ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں اُس کی قدر حد سے زیادہ ہوگی - ورنہ اسرین کتبوں میں عورتوں کا حال کہیں نہیں پایا جاتا -

حضرت یونسؑ کا شہر نینوا میں ظاہر ہونا

جبکہ شہر نینوا کی بدکاری اور بُرائی پایۂ کمال کو پہونچی۔ ایک بُزدل بادشاہ نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا وہ ظلم جو اسرین میدان جنگ میں ظاہر کرتے تھے۔ خدا کی نظر میں اُس زمانہ میں معصیت جیسا بُرا نہ تھا۔ گمراہ لوگوں کا نورِ قلب اُنہیں للکہ ترک گناہ کی ترغیب دیتا۔ مگر شہر میں بدکاری کے وہ وہ سامان بنے تھے۔ کہ فرشتوں کا بھی دل ہل جاتا۔ یکایک ایک ہیبت ناک آواز شہر میں چاروں طرف گونجنے لگی۔ گھروں۔ سراؤں اور بازاروں میں جہاں دیکھو وہی کانپتی ہوی آواز سُنائی دیتی تھی۔ "چالیس دن کے اندر شہر نینوا برباد ہو جائے گا" ایک عجیب اور سادہ انسان چمڑے کے کپڑے پہنے ہوے جابجا لوگوں کو اُن کے انجام بد سے آگاہ کر رہا تھا۔ لوگ حیران اور انگشت بدندان تھے۔ کہ یہ شخص کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ ہزار پوچھتے تھے۔ مگر بجز اِس کے اور جواب نہیں ملتا تھا ؎

نام نہ پوچھو میرا گمنام ہوں میں
کام نہ پوچھو میرا ناکام ہوں میں

زرد رو۔ پریشان صورت ساخت سے تھکا ماندہ یہ شخص ایک نہایت لدوز اور وحشت اثر تصویر کی طرح تمام اہل شہر کی نظر سے دور نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کے خشک ہونٹوں سے لگاتار یہ خطرناک کلمہ نکل رہا تھا "چالیس دن کے اندر شہر نینوا تباہ ہو جاوے گا"

اگر یہ آواز اُسوقت سُنائی دیتی۔ جب کہ قوم کامیابی اور عروج کی حالت میں تھی۔ اور آئے دن اپنی فتح و ظفر کی خوشخبریاں سُنتی تھی۔ تو شاید ہی کچھ اثر پیدا ہوتا مگر اب جو اُن کے دشمن روبہ ترقی تھے۔ اور اسیریا کی غفلت نے نہیں

توبہ ہونے کی مہلت بھی کافی دی تھی۔ ایسے وقت میں جب کہ کسی دشمن کا اچانک
فوج گران سے کر نمودار ہونا ممکن تھا۔ اس آواز نے پیر و جوان کے دل ہلا دیئے۔
یہ مہیب آواز شہر میں گونجتی گونجتی محل شاہی تک پہنچی۔ بادشاہ اُس وقت تخت
مرصع پر بیٹھے خواصان متملق کی خوشامد گوئی سُننے میں مشغول تھا۔ زبان حلاوت
شراب آتشین۔ آنکھ نظارہ بتان سیمین۔ اور کان مدح و ثنا سے رنگین سے معمور
تھے۔ کانپتے ہوئے غلام نے بادشاہ نینوا کی خدمت میں عرض کی۔ جان سوز
الفاظ کان سے دماغ اور دماغ سے دل کی طرف مائل ہوئے۔ کلیجہ تھامے
بادشاہ تخت پر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ تاج و خلعت کو اُتار پھینکا۔ اور گدڑی پہن
کر راکھ میں بیٹھ گیا ع

چہ بر تخت مردن چہ بر روے خاک

فوراً اعیان سلطنت کو بُلا کر حکم صادر کیا۔ کہ اس فرمان کو شہر نینوا میں مشتہر کیا
جاوے۔ "اے باشندگان شہر نینوا۔ کیا امیر کیا غریب۔ سب پر کھانا پینا
حرام ہے۔ گدڑیاں پہنکر خدا کے سامنے گریہ وزاری کرو۔ تاکہ وہ ہر ایک کو
راہ بد سے ہٹا دے۔ اور مصیبت سے چھڑاوے"۔ ساکنان نینوا نے قہر
خدا سے ڈر کر رونا اور دعائیں مانگنا شروع کیا۔ شہر کی عیش و عشرت گریہ و
زاری اور دلسوز نظاروں سے مبدل ہوئی۔ وہ گناہ جنہوں نے ایذ ولایۂ ال
کو برہم کیا تھا۔ بند ہو گئے۔ لوگوں نے عجز اور انکساری اختیار کی۔ اور توبہ کر کے
رحمت الٰہی کی درخواست کی۔ یونس دیوار شہر سے باہر بیٹھے باشندوں کو
انجام بد سے ڈرا ہی رہے تھے۔ کہ شہر نینوا کی تباہی قریب ہے۔ مگر خدا بہ نسبت
انسان کے مہربان ہے۔ اُس نے اِس عظیم الشان شہر پر رحم کھایا۔ اور توبہ کرنے
والوں کو کوئی نقصان نہ پہونچنے دیا ؎

گناہوں کا نہیں میرے اگرچہ کوئی حساب
ترے کرم کا الٰہی شمار کچھ بھی نہیں

فتح مصر

۷۰۰ قبل مسیح اسریا کے ایک خراج گزار بادشاہ تبا کو نامی نے مصر پر حملہ کر کے بعض حصوں کو فتح کر لیا۔ جو شیا ایک اور خراجگزار بادشاہ تبا کو سے عہد و پیمان کر کے اُسے اسریا سے لڑائی کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس وقت سارگون اسریا کا بادشاہ تھا۔ اُس نے فوراً فوج عظیم تیار کی۔ اور مقام ہیفہ پر جو وادی آلوش کے پاس ہے۔ مصریوں کو شکست فاش دی۔ تبا کو تو بھاگ نکلا مگر اصل بادشاہ مصر گرفتار کیا گیا۔ مصر چاروں طرف سے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ غیر قوموں سے شکست کھاتا رہا ہے۔ اُس وقت سے مصر اسریا کا باج گزار بنا۔ پھر بنوچد نذر شاہ بابلون کے قبضہ میں آیا۔ اور ابھی چار دن بھی آزادی کی ہوا نہیں کھائی تھی کہ فارسیوں نے فتح کر لیا۔ اور باوجود بڑی بڑی کوششوں کے یہ ملک فارسیوں سے آزاد نہ ہو سکا۔ سارس بادشاہ ایران کے ضعیف ہو جانے پر مصر یونانیوں کے ہاتھ لگا۔ اُس زمانہ سے یونانی۔ رومن۔ عرب اور ترک سب باری باری اس ملک کے فاتح بنے۔ بادشاہ سارگون نے نیکے بعد دیگرے ملک بابلون اور دیگر اقوام کو مطیع کیا۔ مگر اس بادشاہ کی شمالی حالت ایسی شکل نہ تھیں جیسے کہ شمال مغربی املاک میں اقوام زاگرو۔ کوردو۔ نفت۔ مید۔ آرمن۔ تبا۔ینی موشی سے لڑنے میں اُسے تکالیف پیش آئیں۔ اور غالباً ان لڑائیوں نے اسریا کی فوجی طاقت کو بہت سا نقصان پہونچایا ہے۔

ہزیکیا شاہ یہودیا سے جنگ ۶۹۰ قبل مسیح

سناشریب بادشاہ اسریا نے ہزیکیا سے جنگ شروع کی اور یکے بعد دیگرے شہروں کو فتح کرتا اور لوگوں کو غلام بناتا یروشلیم تک جو کہ دارالخلافہ تھا پہنچ گیا۔ اور شہر کا محاصرہ کیا۔ ہزیکیا نے تنگ آکر خراج گزاری منظور کی۔ سناشریب نے جو

خود بھی ضعیف ہو چکا تھا اور پانی کی قلت سے وقت میں تھا۔ تیس سونے اور سو چاندی کی اینٹیں خراج مقرر کر کے صلح کر لی۔ دو سال کے بعد ہزکیا نے مصر سے معاہدہ کر کے خودسری اختیار کی۔ اور جب سناشریب لڑنے آیا تو شب خون مار کر مقام پلوسیم پہ اسرین فوج کا بہت سا حصہ قتل کر دیا۔ سناشریب کو ناچار پیچھے ہٹنا پڑا۔ سناشریب بڑا بہادر اور صنعت کا قدردان تھا۔

سلطنت اسریا کا زوال اور قوم سیتھ کا خطرناک حملہ

تہذیب اور شائستگی باشندگان ملک کو طالب عیش و عشرت بناتی ہے اور عیش و عشرت قوی سے قوی قوم کو ضعیف و ناتوان کر دیتی ہے۔ ریگستان اور جنگلوں کے وحشی باشندے ریت کے ذروں کی طرح شمار و تعداد میں بڑھتے ہیں۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ وسط ایشیا کے بنجر میدان جہاں اتنی کثیر التعداد قومیں نمودار ہوئی ہیں۔ کیونکر اسقدر مخلوق کی پرورش کر سکتے ہیں۔ یہ وحشی اور قوی ہیکل اقوام گمنام جنگلوں سے نکل کر مکڑی کی طرح اردگرد کے دولت مند اور سرسبز ملکوں میں پھیل جاتی ہیں۔ اور زوال پذیر اور ضعیف قوموں سے ملک کو صاف کرتی ہیں۔ ایشیا میں کمرین۔ سیتھ (سیس) پارتھین (پٹھان) مغل اور ترک نے اور یورپ میں گال۔ گوتھ۔ ہون۔ آوار۔ ونڈل۔ برگنڈی اور بلگرین اقوام نے اس حیرتناک مسئلہ کو حل کیا ہے۔ الغرض اسرین بے خبر اور غافل بیٹھے تھے کہ یکایک قوم سس نمودار ہوئی۔

لازمی ہے کہ پہلے اس قوم کے اوضاع و اطوار سے ناظرین کو واقف کیا جائے۔ جس سے عیش پرست اور مہذب اسرین کا اچانک پالا پڑا۔ سیس جہاں کہیں کسی دشمن کو قتل کرتے تھے اس کے خون کو پی لیتے تھے۔ اور اسکا گلا کاٹ کر بادشاہ کو مقتول کا سر دکھاتے تھے۔ بعد ازاں سر کی چمڑی اتار کر اپنی لگام کے ساتھ لٹکا دیتے تھے۔ دشمن کے ہاتھ اور بازو کو چھیل کر چمڑے سے ترکش بناتے

تھے۔ اور مقتول کی کھوپری کو پانی پینے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ یہ قوم سورج چاند۔ آگ۔ ہوا۔ مٹی۔ زمین اور پانی کی پرستش کرتی تھی۔ مندر میں ننگی تلوار کو پوجتے تھے۔ اور اُس کے سامنے آدمی یا جانوروں کو ذبح کر کے پانی تلوار پر ڈالتے تھے۔ اور مقید دشمنوں کا قیمہ بنا لیتے تھے۔ درہ ہائے کوہ قاف سے نکل کر سیس اسریا اور میدیا کے شمالی حصوں میں داخل ہوئے اور تمام باشندوں کو قتل کرتے اور شہروں کو جلاتے آگے بڑھے اور فصلوں کو چٹ کر دیا ہیرڈوٹس لکھتا ہے کہ اٹھائیس سال کے عرصہ میں قوم سیس کوہ قاف سے لے کر ملک مصر تک تمام مغربی ایشیا پر حکمران تھی۔ مگر یہ حکمرانی کاہے کی ہوگی۔ محکوم کہلانے کے لئے تو کوئی رہا ہی نہیں تھا۔ شاید کوئی معدودے چند لوگ پہاڑوں میں چھپ کر بچ رہے ہوں۔ اور یا وہ شخص جنہیں سیس نے قتل کرنے سے تنگ آکر چھوڑ دیا ہو۔ ملک میدیا کے سوائے کم و بیش ہر ایک ملک قوم سیس کی عنایت سے تباہ و ویران ہو گیا۔ دہ بدہ شہر بہ شہر یہ قوم ٹوٹی پھری اور بیبوپٹیمیا پر ابر عظیم کی طرح چھا گئی۔ جوں جوں اس وحشی قوم کی فتوحات بڑھتی گئیں انکی طاقت کم ہوتی گئی۔ انہوں نے مصر کی طرف بڑھنا چاہا۔ مگر بادشاہ سامیٹیکس نے تحفہ تحائف بھیج کر صلح کر لی۔ اور انجام کار یہ قوم ایسی ضعیف ہو گئی۔ کہ اسریا اور دیگر ممالک نے جنہیں ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچا تھا انکے استیصال کے لئے کمر باندھی۔ بادشاہ سیاکسارس نے سب سے پہلے ملک بدر کیا۔ اور بہت کو تہ تیغ کر دیا اور بعض کو کوہ قاف سے پرے بھگا دیا۔ مگر ملک آرمینیا میں انکا اقتدار بحال رہا۔ اور باوجود بہت تکالیف کے یہ وہاں برابر ڈٹے رہے ؎

زمین جنبد نہ جنبد گل محمد

لوگوں کی عداوت سے تنگ آکر رفتہ رفتہ انھوں نے تام ساکا سین اختیار کیا۔ اس ظالم اور جفا کار قوم نے اپنے مفتوحہ ملکوں میں سوائے کھنڈرات اور بیابان شہروں کے اور کوئی نشان نہ چھوڑا۔ ملک اسریا خصوصاً ان کی جفا آوری سے

ایسا ضعیف ہو گیا کہ اُن کا راج اب برائے نام تھا۔ آدھی سے زیادہ رعایا قتل ہو چکی تھی۔ بابلون اور دیگر املاک جو اسریا کے ماتحت تھی۔ اُن کا تا حال باجگزار رہنا صرف عادت پر منحصر تھا۔ ورنہ قوم اسرین کی طاقت تو بالکل زایل ہو چکی تھی۔ آشور بانی پال نے ملک کے سنوارنے کے لئے کسقدر کوشش کی تھی مگر بچارے کی عمر نے وفا نہ کی اور ۶۲۶ قبل مسیح جان بحق تسلیم ہوا۔ آشور ایدالن جسے یونانی سلداکوس کہتے ہیں نہایت خطرناک موقع پر تخت نشین ہوا ہر طرف بغاوت کی وبا پھیل رہی تھی۔ قوم میدجو سیتھ کے حملہ سے محفوظ رہی تھی۔ غلبہ کرنے لگی سیس (سیتھ) کے چلے جانے سے کوئی ۵ سال بعد بادشاہ سیاکسارس نے میدیا پر تسلط جما کر عنان توجہ فتوحات کی طرف پھیری۔ اسریا کا ضعف تو اُسے معلوم تھا۔ سوسایئوں کے ساتھ عہد و پیمان کرکے اُسنے مشرقی حصہ ملک اسریا پر فوج کشی کی۔ بادشاہ اسریا نے فوج کے دو حصے کرکے ایک حصہ سپہ سالار منو پلاسر کے حوالہ کیا۔ اور دوسرا حصہ اپنے ساتھ لے کر غنیم کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ مگر اس کمبخت سپہ سالار نے عین ایسے موقعہ پر جب کہ اسریا کی طاقت حوادث زمانہ کے بموجب خستہ حال تھی۔ بادشاہ میدیا سے پوشیدہ طور پر سازش کر لی۔ جسکے صلہ میں بادشاہ نے اپنی لڑکی کی اُس کے بیٹے سے شادی کرنے کا وعدہ کیا۔ سپہ سالار کی بے وفائی سے بادشاہ نے ہمت ہار دی اور دشمن کو دارالخلافہ کی طرف بڑھتا دیکھ کر محل کو آگ لگا دی۔ اور معہ خواصین کے جلکر راکھ ہو گیا۔ قصہ مختصر سلطنت اسریا جسنے تاریخ قدیم میں اسقدر شہرت حاصل کی ہے۔ اندرونی خرابیوں کے باعث صفحہ ہستی سے نابود ہوئی۔ ملک سلیمان سچ پوچھو تو کیا تھا۔ تمام ملک چند اشخاص اور کنبوں کا مجموعہ تھا جو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم تھا۔ غرضکہ اُس زمانہ میں جب کہ ہر ایک شخص اپنے گھر کا بادشاہ ہو تو سینکڑوں بادشاہ بھی زیر حکومت ہوں۔ مگر بادشاہان اسریا کا ملک بہت وسیع تھا۔ ایشیائی روم کا بہت سا حصہ اور مصر اُن کے

زیر حکومت تھا۔ اور اس زمانہ میں اس قدر ملک پر حاکم ہونا تعریف کے قابل ہے۔ اس زمانہ کی لڑائیاں کیا تھیں۔ ظلم اور بے انصافی کا کمال تھا۔ حملہ آور اور فاتح رعایا کو ڈرانے کے لئے قتل عام کا حکم دے دیتے تھے مفتوح بادشاہ سلطنت سے برطرف کئے جاتے تھے۔ اور نئے خاندان حکومت کرنے لگتے تھے۔ متابع بادشاہ فاتحوں کے غلاموں کی طرح سمجھے جاتے تھے۔ جب حکم ہو دربار میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ اور جب فاتح کے سامنے جاویں۔ آداب اور کورنش بجالانا لازمی تھا۔ مفتوحہ ملکوں میں سے لوگوں کو پکڑ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ یا جلا وطن کر دیتے تھے۔ شہروں کا جلانا یا مال و اسباب کا لوٹنا عام قاعدہ تھا۔ آج کل باوجود اسقدر تہذیب اور شائستگی کے ایسی مثالیں باقی ہیں۔ جو قومیں آج کل مہذب ہونے کا دعوی کرتی ہیں اُن سے ایسی ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ کہ بیان کرنا مبالغہ سمجھا جاوے گا۔ پہلے یہ غضب کی توپیں اور دیگر اسلحہ تباہ کنندہ کہاں تھے۔ پولٹکس کو اگر دغابازی کا بازار کہیں تو بجا ہے۔ آج کل ایک شرانگیز و بیبرز رسے یا فریب سے لاکھوں کی جانیں تلف کر سکتا ہے۔ اور اس کے مہذب پیرو اُسے انسانی حمیت کہہ کر فخر کرتے ہیں۔

قوم اسرین کا ہنر اور صنعت کاری اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ اگر یہ قوم قایم رہتی تو بہت سی ترقیاں کرسکتی۔ مصوری اور نقاشی میں وہ قدرت کے نقال تھے۔ بال بال تک کا خیال رکھتے تھے۔ اور اگر اُن کی قدامت کا لحاظ کیا جاوے تو یونانی جنھوں نے ہنر اور نقاشی میں اسقدر ترقی کی ہے۔ اُن کے مقابل میں ہیچ ہیں۔ زوال کے وقت اسرین ہنر او صنعت پر از حد فدا تھے۔ اور یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ زوال کے وقت ہر ایک قوم زیب و آرایش اور عیش و عشرت کے کاموں پر مائل ہو جاتی ہے ×

اسیرین ناموں کے معنی

مندرجہ ذیل فہرست سے اسیرین ناموں اور اُن کے معنوں کی نسبت ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔

نام	تشریح	معنی
سارگون	سار = سارو = بادشاہ گون = کن = قایم	قایم بادشاہ
شمس ول	شمس = غلام ول = خدا	خدا کا غلام
آشور ادین اخی	آشور = خدا ادین = دیا ہوا اخی = بھائی	آشور کا دیا ہوا بھائی
سناشریب (سناخریب)	سنا = سین = چاند خریب = جمع اخی	چاند کا بھائی
آشور بانی پال	آشور = خدا بانی = بنایا پال = بیٹا	آشور نے بیٹا بنایا
آشور رس الم	آشور = خدا رس = سر الم = بلند	آشور کا سربلند
بل کدور انزور	بل = خدا کدورا = بحال رکھے انزور = تخم	بل تخم کو بحال رکھے

نام	تشریح	معنی
بِل کالا	بِل = امیر کالا = تمام	پورا امیر
آشور بل نسی سو	بل = امیر نس = آدمی سو = اُس کا	آشور کا امیر آدمی
بزُور آشور	بزُور = طاقت آشور = خدا	آشور کی طاقت

باب سوم

قوم مید

خدا تراب ِ ناوان دراز سن تو کرے
ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

آریہ قوم کے چند فرقوں کو دیکھ کر جو وسط ایشیا کے مختلف حصوں میں بکھرے پڑے تھے ۔ شاید ہی کوئی اُن کی آیندہ ترقی کا اندازہ لگا سکتا آریاؤں کا وہ فرقہ جس نے سب سے اول مغربی ایشیائی تہذیب کے میدان میں قدم رکھا ہے ۔ قوم میڈ کے نام سے مشہور تھا ۔ اور اسریا کے شمال مشرق کے سنگلاخ میدانوں میں مسکن گزین تھا ۔ جسوقت اسریا کی زبردست فوجوں نے باری باری ارد گرد کے ملکوں کو مطیع بنا کر میڈیا (قوم میڈ کا ملک) کی حدود میں قدم دھرا ۔ تو اُنہیں آگے بڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ۔ اس قوم کے ضعف اور افلاس پر نظر کرکے اسرین نے تھوڑا سا خراج مقرر کر دیا ۔ اور چلدیئے ۔ کوئی کیا جانتا تھا کہ یہ گڈریوں کا چھوٹا سا فرقہ جسکی عورات کا حسن اور مردونکی نازک اندامی اسرین تلوار کے سامنے سپر بن گئے تھے ۔ مار آستین نکلیں گے اور ایک قدیمی اور زبردست سلطنت کی ہمیشہ کیلئے جڑ اکھاڑ دیں گے ۔ قدرت نے بھی تکالیف کے اس بحر مواج پر جو اس قوم کے راہ ترقی میں حایل تھا ۔ حکمت کا پل باندھنا شروع

کر رہا تھا۔ پہلے اقوام سیس کو روانہ کرکے آسیریا کے مرغ حیات کے پر و بال کاٹے اور پھر عین نازک وقت میں سپہ سالار کی بے وفائی نے اُسے دارو ئے موت پلایا ؎

ہر آں کہ زیست بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

قوم میدآج کل کے ایرانیوں کی طرح نسل آریہ سے تھے۔ آریہ لوگ جو مشابہ زبان بولتے تھے اور خط و خال میں بھی قریباً یکساں تھے۔ اس قوم کے عروج کے وقت دریائے سیحوں سے لے کر ستلج تک پھیلے ہوئے تھے۔ فارسی۔ میدی۔ سگارتین۔ خورسمین۔ بکتریں۔ سوگرین۔ ہرکانین۔ سارنگین۔ گنداریں اور سنسکریت زمانہ کے ہندوستانی سب ایک ہی نسل سے تھے۔ اِس قوم کی نسبت توریت میں لکھا ہے۔ "کفار میں سب قوموں سے طاقتور۔ اور سارے کافروں سے زیادہ خطرناک"۔ ہیرو ڈوٹس لکھتا ہے کہ میدبالکل فارسیوں کی طرح اسلاح پہنتے تھے یعنے تیر و کمان۔ برچھی اور خنجر سے لڑتے تھے۔ اور ان کے لباس سے جو فارسیوں سے زیادہ مشابہ ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ لڑائیوں میں مشغول رہتے تھے۔ پانچ عورتوں سے شادی کرنا اس قوم میں جائز تھا۔ مگر امراء کی بیویوں اور کنیزوں کا تو کچھ حد و حساب ہی نہ تھا۔ عروج کے وقت جونہی مید شہوت پرستی اور عیش و عشرت میں مشغول ہوئے۔ بیویوں اور خواجہ سراؤں کی تعداد بڑھتی گئی۔ حتے کہ اعمال بد اُن کے پیش از وقت موت کا باعث ہوئے ؞

ملک میدیا کہاں واقع تھا

ملک میسوپوٹیمیا کے مشرق میں ایک نہایت قابل یادگار ملک واقع ہے جسے گذشتہ زمانہ میں میدیہ بولتے تھے۔ اِس ملک کے شمال میں بحیرہ کیسپین

شمال مغرب میں آرمینا مغرب میں اسریا اور جنوب میں ایران واقع ہے۔ اس ملک کا شمالی حصہ پہاڑوں سے محصور اور پانی کی کثرت سے سیراب تھا۔ اس ملک کو قدیم زمانہ میں زاگروس اور آج کل کردستان یا لورستان کہتے ہیں اس ملک کے باشندے قدیم سے خونخوار اور جنگ پسند مشہور ہیں۔ اور بوجہ بلند پہاڑوں اور برف باری کے یہ ملک حملہ آور قوموں کی ناکامی کا باعث بنا رہا ہے ایرانی۔ یونانی اور پارتھین غرضیکہ سب بہادر قومیں اس ملک کے فتح کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ ترک بھی اس ملک کو ٹھیک طور پر فتح نہیں کر سکے تھے۔ مگر چند سال ہوئے ہیں کہ وہاں کے باشندوں نے سلطان کی اطاعت قبول کی۔ اور فوج قوم میں جنگ کے وقت والنٹیر بن کر داخل ہونے کا اقرار کیا۔ میدشہروں کا بسانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تعمیر کا شوق بھی انہیں بہت کم تھا۔ اسلئے ان کے وقت کے چند غیر ضروری شہر رہ گئے ہیں۔ مثلاً اسپہان جسے آجکل اصفہان کہتے ہیں۔ اور جو شاہان صفی کے وقت میں دارالخلافہ تھا۔ اور اس کی شہرت بڑھ گئی تھی۔ مگر مید کے وقت میں یہ شہر بھی کچھ ایسا قابل تعریف نہ تھا۔ آرمینا جو ملک میدیا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ دیرتک طاقت ور رہا ہے اور عرصہ تک ملک میدیا کے بعض حصے آرمینا کے قبضے میں تھے۔ مگر زمین کے سرسبز اور شاداب ہونے کی وجہ سے آرمنی رفتہ رفتہ ضعیف اور صلح پسند ہو گئے۔ میدان ہائے زاگروس جو میدیا اور اسریا کے درمیان واقع تھے۔ قوم آریہ کے لئے جو وہاں آباد ہو رہی تھی بہت مفید تھی۔ کیونکہ وہاں کے وسیع چراگاہ یکے بعد دیگرے میدیا اور فارس کے رسالوں کے لئے نہایت کارآمد رہے ہیں۔ فارس میدیا کے جنوب میں تھا۔ ابتدا میں جو آریہ قومیں فارس میں آباد تھیں وہ ضعیف تھیں اور میدیا کے عروج کے وقت فارس شاہان قوم مید کے ماتحت گنا جاتا تھا۔ یہ سلطنت ضرور قوم مید کی نظر میں خار کی طرح کھٹکتی رہی ہوگی۔ کیونکہ فارس کا

ایک نہ ایک دن زبردست ہو کر میدیا سے طاقت آزما ہونا یقینی معلوم ہوتا تھا۔ مگر چونکہ مید اُسوقت ترقی میں تھے۔ اسلئے نتائج بد کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا نہ سکے۔ میدیا کے مشرق میں جنگل آریہ نسل کے فرقوں سے پُر تھے۔ اِن میں سے سگارتھین اور پارتھیں (یعنے پٹھان) قابل ذکر ہیں۔ سگارتھیں گھوڑوں پر چڑھے جنگلوں میں گھومتے تھے۔ اور کبھی آٹھ دس ہزار ملکر لوٹ مار کرنے آتے تھے۔ پٹھانوں کی بستیاں کوہ البرز سے لے کر ہرات تک پہونچی تھیں اور اُن کی اُس زمانہ کی گمنامی سے شاید ہی کوی ممکن سمجھتا ہوگا کہ ایک دن یہ قوم ایسی زبردست اور طاقتور ہو جاوے گی کہ تمام مغربی ایشیا کی سلطنتوں کو ویران کر کے حکمران ہوگی۔

میدیا طرح طرح کی معدنیات اور پھولوں سے پُر ہے۔ طرح طرح کے قیمتی پتھر اور خصوصاً تبریز کا سنگ مرمر بہت مشہور ہے۔ آج کل وہاں کے بہت سے مقامات یعنے کردستان اور آذربایجان وغیرہ معدنیات سے بھرے ہیں نمک بھی وہاں بکثرت پایا جاتا ہے۔

قوم مید کا مذہب

قوم مید کے مذہب کا مطالعہ کرنا بوجوہات چند بہت ضروری ہے۔ اوّلاً اسواسطے کہ یہ سب قدیمی آریہ مذہبوں سے بہتر ہے۔ اور دوم اس سے نسل آریہ کا میلان طبع اور اُن کی قدرتی طاقتوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ تورانی سمیت اور آریہ تین مختلف نوع انسان ہیں۔ اِن تینوں کے خیالات اور قواے بھی الگ الگ ہیں۔ اِس کتاب کے ذریعے سے ناظرین کم از کم اِن تینوں اقسام اشرف المخلوقات کے قدیمی مذاہب سے کم و بیش واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ اِن تینوں نسلوں کے لوگوں نے میدان تہذیب میں باری باری قدم رکھا ہے۔ اور بوجہ اختلاف خیالات مختلف باتوں میں ترقی کی ہے۔ چونکہ موجودہ زمانہ کے مہذب لوگ

انہیں تین نسلوں سے منسوب ہیں۔ اس لئے اِن کے فائدہ اور ترقی کے لئے غور کرتے وقت ہمیں اِن تینوں کی علیحدہ علیحدہ حالات اور قابلیتوں سے واقف ہونا چاہئے۔ اِن تینوں نسلوں کا وجود بھی حکمت سے خالی نہیں۔ خداوند لایزال نے ہمارے سمجھنے کے لئے قابلیت انسانی کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ تاکہ ہر ایک جزو کے خواص کو سمجھ کر راہ اعتدال اختیار کریں۔ اور خالق نے جس منزل تک پہونچنے کے لئے ہمیں مقرر کیا ہے وہاں تک پہونچنے کی کوشش کریں۔ میں قدیمی مذاہب کی واقفیت پر اسلئے زور دیتا ہوں کہ کوئی تہذیب بغیر مذہب کے حاصل ہو نہیں سکتی اور ہر ایک ترقی جو مذہب کے بغیر ہو ناپائدار ہے۔ منزل حقیقت کو پہونچنے کے لئے ہمیں ایک دور دراز سفر درپیش ہے۔ اِس خطرناک سفر میں سوائے مذہب کے اور کوئی ہماری رہبری کر نہیں سکتا۔ سچا مذہب ایک ہادی بے بدل ہے جو بمدد الٰہی نقش پائے رفتگان کو دیکھ دیکھ کر ہمیں راہ راست کے قریب پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جو جو اس رہبر کی پیروی کرتے ہیں حقیقت کے قریب پہونچتے جاتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں مید کتاب ژندآوست کے معتقد تھے۔ یکتا یعنی قربانی کی نسبت اسکے کتاب کے کتھا نہایت پرانے ہیں۔ کتاب ژندآوست کا اصل نام آوست وژند ہے۔ جسکے معنی لازمی اور اختیاری ہیں۔ یعنی اس کتاب کا ایک حصہ ایسا ہے جو نہایت ضروری احکام سے پُر ہے اور دوسرے حصے میں جو باتیں درج ہیں وہ ایسی ضروری نہیں۔ کتاب ژند کی زبان سنسکرت سے مشابہ ہے۔ اس کی آٹھ فصلوں کے نام یکتا۔ وسپورا تو۔ وندیداد یشتس۔ نیایش۔ افرنگان۔ گاہ اور سیروزا ہیں۔ چار سو سال قبل مسیح ساسانی بادشاہوں کے وقت اس کتاب کا ترجمہ زبان پہلوی میں کیا گیا تھا۔ اور پندرھویں صدی میں نرایو سنگھ صاحب نے اس کے ایک فصل یکتا کا ترجمہ سنسکرت میں

کیا تھا اِس کتاب یعنی ژند کے بعض حصے نہایت دلچسپ ہیں اور ہندوستان کے پارسی اسی کے معتقد ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ گو اُن کا مذہب زمانہ قدیم میں بگڑ بگڑ کر بہت تبدیل ہو چکا ہے۔ قدیم زمانہ میں ہندوستان اور فارس کے آریہ مشابہ مذہبوں کے پیرو تھے۔ ہندوستان میں برہمنوں کے زور اور فارس میں مجوسیوں کے اقتدار نے قدیمی آریہ مذہبوں میں اختلاف پیدا کئے۔ قدیمی آریہ بہت سے خداؤں کی پرستش کرتے تھے۔ مگر یہ سب قدرتی طاقتوں کے نام تھے۔ فارس اور میدیا کے آریہ تو سال ہا سال تک پرانے آریہ مذہب کے اصولوں کے معتقد رہے۔ مگر اُن آریاؤں نے جو ہند میں آکر آباد ہوئے صنعت میں ایسی ترقی کی کہ بت گھڑنے میں کامل ہو گئے ابتدائی حالت میں تو اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ ہر ایک قدرتی طاقت ایک خدا ہے اور وہ دل ہی دل میں اُس کی پرستش کرتے تھے۔ ہندوستان میں آکر وہ اُن خداؤں کے بت بنانے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اُن کے خیالات میں اسقدر تغیر واقع ہوا۔ کہ وہ اُس پتھر یا مٹی کے بُت ہی کو ایک خدا ماننے لگے اور اُن کی دعائیں اُس پارہ خشت یا سنگ سے منسوب ہونے لگیں۔

میدان قدرتی طاقتوں کو آسورا یا اہورا کہتے تھے۔ اور اِندر (یعنے خدائے طوفان و رعد) متھرا (ضیاء الشمس) آرامتی (زمین) وایو (ہوا) اگنی (آگ) سوما یا ہوما (یعنے خمار) وغیرہ کی علحدہ علحدہ پرستش کرتے تھے۔ پروہتوں کو کاوی (یعنے دیکھنے والا) یا رشی (یعنے دانا) کہتے تھے۔ سوما یعنے ایک قسم کی بھنگ کو گھوٹ کر پروہتوں کو پینے کے لئے نذر کرتے تھے۔ جو پی کر بدمست ہو جاتے تھے۔ اور اس طرح سوما کی پرستش پوری ہو جاتی تھی۔ شاید یہ اُس زمانہ کے پروہتوں کا مقولہ ہوگا ؎

گرمے فروش حاجت رنداں روا کند
ایزد گناہ ببخشد و دافع بلا کند

سوما کی رسم آریہ ورت میں بھی جاری تھی۔
رفتہ رفتہ میدکے عقائد میں یہ فرق پڑا۔ کہ نیکی اور بدی کے الگ الگ خدا ماننے لگے۔ نیک خداؤں کو آسورا یا اخورا کہتے تھے۔ اور بدی کے خداؤں کا نام دیو تھا۔ یہ قوم فرشتوں کی بھی معتقد تھی۔ جنہیں اس زمانہ میں ایزد کہتے تھے۔ فارسی کا لفظ یزدان یا ایزد اسی سے لیا گیا ہے۔
باوجود ان مختلف عقائد کے ابتداء میں اس قوم کے مذہب کا میلان وحدانیت کی طرف تھا۔ اہورا مزدا کو خدائے بے نظیر سمجھتے تھے۔ اور اس کی پرستش درجہ کمال پر تھی۔ اسے پیدا کرنے والا بحال رکھنے والا اور تمام دنیا کا حاکم جانتے تھے۔ اہورمزدا روح انسانی اور روح حیوانی کا خالق ہے۔ اس نے آسمان۔ نجوم۔ زمین۔ پانی اور درخت وغیرہ پیدا کئے۔ اور وہ اچھے حیوانات اور صرف اچھی اور صادق چیزوں ہی کو پیدا کرتا ہے۔ اور خود بھی وہ اچھا مقدس۔ صاف اور صادق ہے۔ وہ تمام ہستی سے برتر اور مبارک ہے۔ اُسے دوام اور تمام برکت۔ صحت۔ دولت۔ خوبی اور عقل حاصل ہے۔ قوم میدکا خدا اہورمزدا بظاہر گو یہودیوں کے الوہیم یا جہوواسے مشابہ ہے۔ مگر الوہیم کے بعض صفات نہایت ہولناک اور وحشتناک ہیں۔
ظاہرا مشابہت عقائد کی وجہ سے جب یہودی اور قدیمی ایرانی آپس میں ملے تو وہ ایک دوسرے کے مذہب کی عظمت کرنے لگے۔ فارسیوں کا یہودیوں پر مہربان رہنا اور یہودیوں کا فارسیوں کی اطاعت میں ہمیشہ وفاداری ظاہر کرنا اس وجہ سے کہ مذہب زردشت و یہود دونو بت پرستی کو منع کرتے تھے۔
قدیمی فارسیوں کے عقیدہ کے بموجب اہورمزدا کے ماتحت بہت سی فرشتے تھے۔ جن میں سے ایک وہومنو (یعنے نیک دل) دوسرا مزدا (یعنے دانا) تیسرا آشا (یعنے صدق) صرف خدا کی صفات ہیں۔ ایک اور فرشتہ جس کے کہ وہ معتقد تھے۔ سروش ہے۔ فارسیوں میں سروش کی وہی تعریف ہے جو جبرئیل کی ہے

جو کہ تیو رمیں حضرت جبرائیل سے منسوب تھیں۔ یعنی کہ وہ اہورمزدا کا پیغامبر دار ہے۔ ارمیتی (زمین) بھی ایک فرشتہ گنی جاتی تھی۔ ایران کے عقیدہ کے بموجب زمین خود ہی ایک فرشتہ نہ تھی۔ بلکہ آرمیتی نام کا ایک فرشتہ زمین پر مقرر تھا۔ جو کہ زمین کی جان اور عفت کا نگہبان تھا۔ وہ مانتے تھے کہ آرمیتی جا بجا پھرتا ہے۔ اور بنجر اور ویران زمینوں کو قابل زراعت بنانے کا کوشاں ہے۔ اسلئے وہ زمیندار وں پر مہربان اور اُن کا رفیق ہے۔ حتیٰ کہ وہ گڈریوں کو بھی زراعت میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ مزید براں ارمیتی انسان کو ایسی ایسی قابلیتیں سکھاتا ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی اور خود انہیں وہ اہورمزدا سے سیکھتا ہے۔ قدیمی فارسی نہ تو آگ اور نہ سوما کی پرستش کرتے تھے۔ سوما کی قدر خصوصاً برہمنوں میں زیادہ تھی۔ زردشت کے پیروؤں نے تو اس اصول کو بالکل ترک کر دیا ہوا تھا۔ عروج حاصل کرنے سے پہلے فارسیوں نے مذہبی عقائد میں یہاں تک ترقی کی تھی۔ جو ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ مگر بعد ازاں بجائے اور ترقی کرنے کے یکایک پیچھے ہٹنے لگے۔ مذہب زردشت میں بہت بڑی غلطی یہ تھی کہ اُس نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں تثنیہ کا بیج بو دیا تھا جس کا ابتداءمیں گو کوئی بُرا اثر پیدا نہ ہوا۔ مگر رفتہ رفتہ فارسی ایک اور خدا ماننے لگے۔ اہورمزدا تو نیکی کا خدا تھا ہی۔ اب بدی کا خدا بھی ایک ڈھونڈھ نکالا۔ اور اس طرح سے یکایک زردشت کے ہر عیب عقاید کی طرح متوجہ ہوئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ زردشت نے تثنیہ کی صریحاً کبھی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ اُس کی یہ مراد تھی کہ لوگ دو خداؤں کی پرستش کریں۔ مگر زردشت کے وقت سے پہلے ہی فارسیوں میں بعض بد انجام عقائد مروج تھے جن کو بجائے تردید کے اُس نے بحال رکھا غرضیکہ فارسی انگرو مینوس کو ساری خرابیوں اور برائیوں کا موجد سمجھتے تھے۔ کبھی زمانہ بعد میں اُسے دیو اور کبھی شاہ ظلمات کا خطاب دیتے تھے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ فارسیوں میں انگرومینوس کا خیال ہمیشہ شاعرانہ طریق سے کیا جاتا تھا۔

اب بھی اگر کوئی برائی واقع ہو۔ تو اُسے چرخ گردوں یا زمانہ سے منسوب کرتے ہیں کسی نہ کسی کو برائی کا سزاوار ٹھہرانا بھی زمانہ قدیم سے ہے۔ افسوس ہے کہ شاعران ہند میں بھی یہ رسم بدتا حال باقی ہے۔ کہ خود مرتکب گناہ ہونے کے الزام سے بری ہونے کے لیئے آسمان اور خدا جانے کس کس کو طوق لعنت پہنانے لیئے پھرتے ہیں۔

فارسیوں نے جونہی اس امر پر خیال کرنا شروع کیا کہ دنیا میں بھلائی کی نسبت برائی زیادہ ہے۔ جیسا سعدی رح فرماتے ہیں

"ہر جا کہ گل است خار است وہر جا کہ گنج ست مار است"

یہ خیال فارسیوں کا ایسا بڑھا اور غور فکر کرتے کرتے اسقدر دور نکل گئے۔ کہ محرم سینکڑوں میل پیچھے رہ گیا۔ حقیقت میں برائی قانون قدرت کو توڑنے کا نتیجہ ہے۔ اور یوں جو ہم ان باتوں کا خیال کرنے لگیں۔ کہ کانٹے جو ہمیں چبھتے ہیں۔ اور سانپ جو ہمیں ڈستے ہیں۔ ان وزراوزاکی باتوں کا بھی کوئی نہایت طاقت ور موجود ہے۔ جو ہمارے ستانے کے لیئے وزرات تجویزیں کر رہا ہے۔ تو کمال نادانی ہے۔

عمدہ چیزیں جنہیں ہم بُرا سمجھتے ہیں۔ حکمت سے خالی نہیں ہیں۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی مشکلات سے ہمارا ابتدا ہی سے پالا نہ پڑتا تو تہذیب میں کیا خاک ترقی کر سکتے۔ ابتدا میں جب کہ انسان قانون قدرت سے بالکل ناواقف تھا۔ صرف منطقہ حارہ ہی کے ارد گرد رہنے کے قابل تھا۔ اگر وہاں کی مکلف پیداوار سے محفوظ رہنے کی کوشش نہ کرتا۔ تو کیونکر قطبین کی سردی سے بچنے کے لیئے تدابیر کرنے کے لایق ہوتا۔ سانپوں سے تو بھاگ کر بھی جان بچا سکتے ہیں۔ مگر شدت سرما سے بچنے کے لیئے بہت اعلیٰ درجہ کی عقل چاہیئے۔ عقل انسانی کا پہلا درجہ یا بنا حفاظت ہے۔ جو رفتہ رفتہ اس درجہ تک پہونچ گئی ہے۔ جسے آج ہم علم و تہذیب کہتے ہیں۔ اگر ہمارا

آسنے ون طرح طرح کی تکالیف سے مقابلہ نہ ہوتا۔ تو علم وتہذیب میں ایسی ترقی نہ کر سکتے۔ تکالیف سے محفوظ رہنے کے لئے قدرت نے حیوانات کو پر وبال اور دیگر اسلاح سے مہیا کر رکھا ہے۔ پس فرق بھی دونوں کی ترقیوں میں کسقدر ہے۔ جس ملک میں آرام وآسایش کم اور تکلیف زیادہ ہے۔ وہاں سے قومیں مہذب اور طاقت ور ہو کر نکلتی ہیں۔ اور سرسبز وشاداب ملکوں میں رو بتنزل ہو جاتی ہیں۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔ کہ محنت ومشقت اور طرح طرح کی تکالیف جنہیں ہم بُرا سمجھتے ہیں۔ ہماری ترقی کا ایک خاص ذریعہ ہیں۔

گو ہمیں اس بات کا ٹھیک پتہ معلوم نہیں۔ کہ تثنیہ کا عقیدہ قوم میدیں کب شروع ہوا ہے۔ مگر تاہم عروج کے وقت انہیں تثنیہ کا خیال پایۂ خیال کو پہونچ چکا تھا۔ کتاب وندیداد کی پہلی فرگاد (یعنے فصل) جو آریہ کا تاریخی حصہ کتاب ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ قوم اس زمانہ میں ملک میدیا میں نہیں پہونچی تھی۔ مگر تثنیہ کا خیال شروع تھا۔ انگرومینوس بُرائی کا خدا گنا جاتا تھا۔ اہورامزدا اور انگرومینوس کی باہمی عداوت کو بھی سب مانتے تھے۔ یعنے جب اہورامزدا کوئی اچھا کام بناتا ہے۔ تو انگرومینوس اُسے بگاڑنے کو اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مفلسی۔ جنگ۔ بیماریاں۔ بدعقیدی زہریلے پودے اور تمام طرح کے گناہ انگرومینوس ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔

اہورامزدا کے چھ مصاحبوں کو اَمشہ سپنتا کہتے تھے۔ جس کے معنے غیرفانی ولی کے ہیں۔ بعد میں یہ لفظ بگڑ کر امشش پند ہو گیا۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

اھورامزدا کے چھ مصاحب

نمبر شمار	نام مصاحب	معنی	تفصیل
۱	ووہومنو	نیک دل	یہ لفظ بعد میں بگڑ کر بھمن ہو گیا
۲	آشا ورہشتہ	صادق یا صداقت	بگڑ کر اردی بہشت ہو گیا
۳	شترآویریا	مقبوضات	بگڑ کر شہروار ہو گیا
۴	سپنتا آرمتی	پاک زمین	بگڑ کر اسفند آرمت ہو گیا
۵	ہورواتات	صحت	بگڑ کر خورداد ہو گیا
۶	امرتیات	بقار	بگڑ کر امروات ہو گیا

زبان فارسی میں اہورامزدا کے مصاحبوں کے نام مہینوں کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

انگرومینوس یعنے خدائے بدی کے بھی چھ ہی مصاحب ہیں۔ آکومنو (یعنے بُرا دل) آندر (جس کے ہندو بھی معتقد تھے۔ مگر فارسیوں نے اُسے ایک طاقت ور دیو تصور کیا تھا۔ جو طوفان۔ جنگ اور رعد کا مختار ہے۔ اور شہروں اور فصلوں کو تباہ کرتا ہے) سَروا (ہندوؤں کے شو سے مشابہ ہے) نوَن ہتیا (وید کے قدیمی حصوں میں ہندوؤں نے اسے ناستیاس کہا ہے)۔ تیترگی اور زہر۔ ہندوؤں اور فارسیوں کے خداؤں کی مشابہت سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسیوں نے قدیمی آریہ خداؤں میں سے بعض برے برے خصائل والے منتخب کرکے انہیں انگرومینوس کا خواص بنا دیا ہے۔

اپنی اپنی کامیابی کے لئے دونوں خداؤں نے اپنے لشکر آراستہ کئے ہیں۔ اہورامزدا کے لشکر میں فرشتے اور انگرومینوس کے لشکر میں دیو مانے جاتے تھے۔ اہورامزدا کے لشکر کا سردار سروش نامی ایک فرشتہ ہے

جو بنی نوع انسان کی حفاظت کے لئے دیو و جنات سے لڑتا رہتا ہے۔
سوما یا ہوما کی رسومات نہایت عجیب تھیں۔ یعنے ایک پودے ہوما نامی کا رس نکال کر تھوڑی سی آگ پر چھینک دیتے تھے۔ اور باقی بھجن گاتے گاتے چٹ کر جاتے تھے۔ اس رسم کو خدا سے اہورا مزدا کا پسندیدہ خیال کرتے تھے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ کہ پیروان زردشت انسانی قربانی کو جائز رکھتے تھے۔ بیش قیمت ہونے کی وجہ سے گھوڑیوں کی قربانی کی بہت قدر تھی۔ بیل بکری اور بھیڑ وغیرہ بھی صدقہ کے طور پر ذبح کئے جاتے تھے پیروان زردشت روح کی بقا کو بھی مانتے تھے۔ اُن کے عقیدہ کے بموجب بعداز مرگ نیک و بد لوگوں کی ارواح ملکر چنوآت پرتیو یعنے پل صراط کو جاتی ہیں پل صراط ایک تنگ راستہ ہے۔ جو جنت فردوس کو جاتا ہے۔ اچھے لوگوں کی روحوں کو اس پل سے گذرتے وقت سروش (ایک فرشتہ) ہر طرح کی مدد دیتا ہے۔ مگر بدکار لوگ گذرتے وقت نیچے ایک عمیق خندق میں گر پڑتے ہیں۔ جو اُن کے لئے سزا کا مقام ہے۔ اس دنیا میں دوستوں اور رشتہ داروں کی دعائیں رفتگان کے لئے نہایت مفید ہیں۔ اور انہیں اس دور دراز سفر میں مدد دیتی ہیں۔ جونہی کوئی صادق جنت کے قریب پہنچتا ہے بہمن فرشتہ تخت پر سے اُٹھ کر تسلیم بجا لاتا ہے اور کہتا ہے "تم کیا ہی خوش نصیب ہو کہ دنیائے فانی سے دار جاودانی کو آئے" وہاں سے تین منزل آگے جنت ہے جہاں رفتہ رفتہ صالح آدمی پہونچ جاتا ہے۔ بدکار لوگوں کی روح جونہی خندق میں گرتی ہے اپنے تئیں تیرگی میں پاتی ہے۔ یہ انگرہ مینیوس کا ملک ہے۔ وہاں کے لوگوں کی خوراک زہریلے پودے ہیں۔ اور وہاں سے کہیں جا نہیں سکتے۔ زمانۂ قدیم کے فارسی روزِ آخرت کو بھی مانتے تھے۔ یہ امر ژند اوستا کے چند کلمات سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ژند اوستا کی آٹھویں فصل میں اسکا ذکر ہے۔

قدیم فارسیوں اور قوم میدکے زبان زد قصّے

جیساکہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ قوم میدنے سب سے پہلے مغربی ایشیا میں نسل آریہ کے وجود کا ثبوت دیا ہے۔ اسلئے اُن کے ابتدائی زمانہ کے فسانوں کا جاننا نہایت دلچسپ اور ضروری ہے۔ کم وبیش ہر ایک قوم اور نسل اپنے ابتدائی حالات کا کچھ نہ کچھ حصہ قصوں کے طور پر ساتھ لائی ہے۔ اسلئے ان قصوں کا جاننا فائدہ سے خالی نہیں۔ اُن میں مبالغہ کتنا ہی ہو۔ مگر پھر بھی بنا راستی پر ہی ہونی چاہئے۔ کیونکہ قدیمی زمانہ کے لوگ جھوٹ کے عادی نہ تھے۔ اُن کے بیانات میں جو کچھ ہمیں ناممکن باتیں نظر آتی ہیں وہ صرف اُن کے سادہ پن پر مبنی ہیں پہلا فسانہ یما یا یماشیتا یعنے جمشید کی نسبت ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں قوم میدکے آباو اجداد ایک نہایت خوب صورت ملک میں آباد تھے۔ جو آریہ مو ایو کے نام سے موسوم تھا۔ وہاں ایک نہایت خوش خلق بادشاہ کا راج تھا جسے جمشید کہتے تھے۔ دولت کی وہاں یہ حالت تھی کہ ہر ایک شئے رزین نظر آتی تھی۔ وہاں کے باشندے حسین۔ قدآور۔ اور نیک مزاج تھے۔ الغرض تمام قوم آریہ وہاں اس لطف وآرام سے زندگی بسر کرتی تھی کہ حیطہ تحریر سے باہر ہے۔ یکایک انگرومینوس نے وہاں اس شدت سے سردی پھیلادی۔ کہ رہنا محال ہوگیا۔ جدھر دیکھیں برف ہی برف نظر آتی تھی۔ ہوا۔ زمین۔ مکان الغرض ہر ایک شے ایسی سرد ہوگئی۔ کہ وہاں رہنا مہلک ہوگیا اور ناچار انہیں وہ ملک چھوڑنا پڑا۔

اب اس بات کا بھی خیال کرنا چاہئے کہ ہندوؤں کے وید میں بھی یما کا ذکر ہے۔ جسے راجہ یما کہتے ہیں۔ اُس کی تعریفیں وغیرہ سب جمشید سے مشابہ ہیں حتیٰ کہ اُس کا پورا نام وید میں بھی یما کوشتیا ہے۔ جو قوم میدکے فسانہ کے نام سے بالکل مشابہ ہے۔ یما وید کے بموجب پہلا آدمی ہے جیساکہ یماشتیا یا

جمشید قوم مید یا فارسیوں کے قصہ کے بموجب سب ناموں سے پرانا ہے۔ اور اس سے قدیم تر ان اقوام میں اور کوئی نام موجود نہیں۔ ہاں فرق اسقدر ہے کہ فارسیوں کا جمشید دنیاوی بادشاہ ہے مگر ہندؤں کا بادشاہ آسمانی ہے جس کی خصوصیتوں اور خصائل کا بہت سا حصہ آدم ء کی مانند ہے۔ اب چونکہ یہ داستان دو مختلف ملکوں کے آریاؤں میں یکساں پائی جاتی ہے اسلئے اسے بے غور و فکر کئے نظر انداز کرنا نہیں چاہئے۔

جمشید سے درجہ دوم پر فریدون کی داستان ہے جسے کتاب ژند آوست میں پھر تھر تیونا کے نام سے لکھا ہے۔ کہ یہ بادشاہ ورآرنیا میں پیدا ہوا تھا۔ ورآرنیا سے غالبًا مراد آذربائیجان ہوگی۔ اس کے باپ کا نام اثوایو تھا۔ فریدون نے ایسی دہاکہ یعنے ضحاک نامی قوم ایرانی کے دشمن کو نابود کیا۔ اس کی شکل کی نسبت بہت سے ہولناک بیان ہیں۔ یعنی اس کے تین منہ تین دُم اور چھ آنکھیں تھیں۔

اب آؤ۔ وید کے نامی بادشاہ ترتیانا کے حالات کو دیکھیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جسے ایرانی تھرتیونا اور ہندو ترتیانا کہتے ہیں۔ ایک ہی شخص ہے تعریفیں بھی اس عادل اور طاقت ور بادشاہ کی دونو یکساں ہیں۔ پس اس قصہ کی بھی ضرور کوئی بنیاد ہونی چاہئے۔

ایرانیوں اور ہندؤں کی حکایات میں تیسرا مشہور آدمی وہ ہے جسے کتاب ژند آوست میں کرسپ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس کتاب کے بموجب یہ بادشاہ خاندان سام سے تھا۔ اس کے باپ کا نام ترتتا اور اس کے بھائی کا نام ارواخ شیا تھا۔ اور وہ شہر خراسان میں پرورش ہوا تھا۔ وہ اقبال اور بلندی جو بادشاہ جمشید کو ملی تھی۔ اس بادشاہ کے حصے میں آئی۔ یہ تمام طاقتوروں سے بڑھ کر تھا۔ کیونکہ ایک پری کنقفنی نامی اس کی حفاظت کرتی تھی۔ اس بادشاہ نے گندارو واورسینوویکا کو قتل کیا۔ سینوویکا لاف زن تھا۔ کہ وہ زمین کو پہیہ

اور آسمان کو بہلی بنا دے گا۔ اور اہورمزدا کو جنت اور انگرومینوس کو دوزخ سے گرفتار کر کے اپنی گاڑی کے آگے گھوڑوں کی طرح لگائے گا۔ کرسپ کو ہندوؤں کے بھگوت پران میں کرسو کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور وہ سام یا ما بادشاہ ونیالی کا بیٹا ہے۔ بہرحال یہ دونو مشہور اشخاص بھی ایک ہی ہیں۔

یہ چند قصے ناظرین کی دلچسپی کے لئے تحریر کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قصے اُس زمانہ کے ہیں۔ جب ایرانی اور ہندو ایک ہی مقام پر رہتے تھے۔ اور گویا کہ وہ مقام آریہ قوم کا قدیمی وطن تھا۔

فردوسی کی اکثر حکایات کتاب ژند آوست سے لی گئی ہیں۔ جنہیں اُس نے نہایت خوبصورتی اور کسی قدر شاعرانہ مبالغہ سے بیان کیا ہے۔ ہوشنگ جمشید ضحاک۔ فریدون۔ کرسپ۔ کیکاوس۔ کیخسرو سب ژند آوست سے نقل کی گئی ہے۔ مگر اہرمن۔ فرزندان فریدون یعنے سلم۔ تور۔ ایرج اور دیگر اشخاص مثلاً زال۔ منوچہر۔ رستم۔ کیقباد۔ افراسیاب۔ سہراب اور اسفندیار کی حکایات معلوم نہیں کہ اُس نے کہاں سے لی ہیں۔ غالباً لوگوں کے زبانی قصوں کو جمع کیا ہوگا۔ ہوشنگ اور کیخسرو جس کا ژند آوست میں ذکر ہے قریباً چودہ سو قبل مسیح تھے۔

جوں جوں قدیمی ایرانی یعنے قوم مید بڑھتے بڑھتے بحیرہ کسپین کے جنوبی اور مشرقی کناروں پر پھیلنے لگے۔ اون کا رابطہ اتحاد اون سیس اقوام سے بڑھتا گیا جو آرمینیا۔ آذربائیجان۔ کردستان۔ لورستان میں آباد تھے۔ ان قوموں کا مذہب اُس زمانہ میں مگ یعنے مجوسی تھا۔ انہوں نے بلند پہاڑوں پر وسیع اور خوب صورت آتش کدے تعمیر کئے ہوئے تھے۔ اور اُس زمانہ میں وہ آتش پرستان عالم کا مرکز تھے۔ مجوسی بھی اصل میں قدرت کے پرستار تھے۔ یعنی آگ پانی۔ ہوا اور زمین کو پوجتے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یونانیوں نے قدرتی طاقتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خدا مقرر کیا ہوا تھا۔ اور ابتدائی ہندو ہر ایک قدرتی

طاقت ہی کو خدا سمجھتے تھے۔ مگر مجوسیوں کی پرستش ان سب سے الگ تھی۔ وہ ان قدرتی طاقتوں کو سامنے دھر کر پوجتے تھے۔ آگ کو سب سے اعلیٰ مانتے تھے اور مقدس آگ کا شعلہ اُن کے مندروں میں کبھی بجھنے نہیں پاتا تھا۔ آگ پر نذرانہ چڑھاتے تھے۔ اور آگ کو ہر طرح کے صدقہ میں سے حصہ دیتے تھے۔ آگ سے دوسرے درجہ پر پانی گنا جاتا تھا۔ دریاؤں اور جھیلوں کے کنارہ پر قربانی کو ذبح کرتے تھے۔ اور اس طرح آبِ مقدس کا شکریہ ادا کرکے دل کو تسلی دیتے تھے۔ کسی ناپاک شے کو پانی میں ڈالنے کا حکم نہیں تھا۔ زمین کی بھی ویسی ہی عزت کرتے تھے۔ مُردوں کو نہ جلاتے اور نہ دفن کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے عناصر کی بے ادبی ہوگی۔ مردوں کو بلند مکان پر جو چاروں طرف لوہے کی سلاخوں سے بند ہوتا تھا۔ پھینک دیتے تھے۔ تاکہ چیلیں وغیرہ اُسے کھا جاویں۔ اس مذہب میں پروہتوں کو بہت اختیار اور رتبہ حاصل تھا۔ کیونکہ اُن کی موجودگی کے سوا کسی مذہبی رسم کا بجالانا جائز نہیں تھا۔ پروہتوں کی اولاد بھی پروہت گنی جاتی تھی۔ اور وہ اپنے تئیں مقدس اور ولی خیال کرتے تھے۔ خوابوں کی تعبیریں بتانا اور قرعہ پھینک کر فال نکالنا انہیں کا کام تھا۔ مجوسی سفید کپڑے اور چھار وار ٹوپیاں پہنکر آتش کدہ کو جاتے تھے اور وہاں قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور طرح طرح کے منتر پڑھتے تھے۔ جس سے خواہ مخواہ تماشہ دیکھنے والوں پر بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ جو ہیں قوم میدی مجوسیوں کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی۔ اس عجیب و غریب مذہب کا اُن پر بہت اثر ہونے لگا۔ ابتدا میں ایرانیوں کو دوسروں کا مذہب اختیار کرنا پسند نہیں تھا خصوصاً بت پرستی کی وجہ سے ہندؤں کا مذہب تو اُنہیں بہت ناگوار تھا۔ اسلئے ظاہرا تو اُنہوں نے مجوسی کہلانا پسند نہ کیا۔ مگر اس مذہب نے اُن کے دل پر اتنا اثر کیا کہ اُنہوں نے مجوسی پروہتوں کو مذہبی رسومات بجا لانے کے لئے مقرر کر لیا۔ گو اہورمزدا کی پرستش اون کے دل سے اُٹھ نہیں سکتی تھی مگر اُنہوں نے

مجوسیوں کے بہت سے عقائد سیکھ لئے۔ الغرض فارسیوں کے مذہب کا نام گو زردشت ہی رہا۔ مگر اُسوقت سے یہ مذہب عقاید میں بہت تبدیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ فارسیوں کے مذہب زردشت اور مجوسیوں کے مذہب میں کچھ فرق نہ رہا۔ ہاں قدیمی ایرانی یعنے قوم میدنے مردوں کا جانوروں کے سامنے پھینکنا پسند نہ کیا۔ اور چونکہ آگ۔ پانی اور زمین کی عزت بھی اُنپر فرض تھی اسلئے اُنہوں نے ایک اور طریق نکالا۔ یعنے مردوں پر موم ملکر اُنہیں مٹی میں دفن کر دیتے تھے۔ مجوسی۔ مقدس لکڑیوں کے ذریعہ سے بھی فال نکالتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے شعبدہ بازوں کی رسم کا اِس طریق سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک چھوٹی سی چھڑی ہاتھ میں پکڑکر اُسے جادو کی چھڑی کہتے ہیں۔ اور اُس کے ذریعہ سے کرامات ظاہر کرنے کا دعوے کرتے ہیں۔ حسب مذہب زردشت فارسی اُن جانوروں کو جنہیں وہ انگریومینوس کی پیدایش سمجھتے تھے۔ مار ڈالتے تھے۔ مثلاً سانپ۔ چوہا نولا۔ مینڈک وغیرہ۔ اِن جانوروں کا مارنا مجوسیوں نے قوم میدسے سیکھا ہے۔

مجوسیوں کی ایک شرمناک رسم کا جائز ہونا تاریخ سے ثابت ہے یعنے وہ ایک دوسرے کی بیوی سے شادی کر سکتے تھے۔ اور عموماً عورتوں کو نئی شادی کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ مذہب مجوسی کے اثر نے ایران میں بادشاہوں اور پروہتوں کی عزت کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ حتیٰ کہ اُنہیں لوگ پیغمبروں سے بھی بڑھ کر ماننے لگے۔ چونکہ مذہب مجوسی کی رسومات میں شان و شوکت ہمیشہ مدنظر رہتی تھی۔ اسلئے اِس مذہب کی طفیل بادشاہوں کا عیش و عشرت اور لوگوں میں دکھاوے کی محبت بہت بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ زوال کے وقت اِس قوم میں ہندوستان کی طرح بیاہ شادی وغیرہ میں فضول خرچیاں اور طرح طرح کے تباہ کنندہ رسومات پھیل گئی تھیں ؎

قوم مید کی زبان اور طرز تحریر

پیشتر لوگوں کا خیال تھا کہ مذہب زند وشت اور مجوسی ایک ہیں۔ اور چونکہ مذہب مجوسی ایران کے شمالی حصہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں کی زبان ژند تھی۔ اِسلئے قوم مید کی زبان بھی ژند ہونی چاہئے۔ مگر حقیقت میں مذہب مجوسی اور زند وشت بالکل مختلف ہیں۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں مذہبوں کی مشابہت زمانۂ مابعد میں صرف اتفاقی ہوئی ہے۔ زمانہ قدیم میں وسط ایشیا میں دو آریہ قومیں آباد تھیں۔ مشرقی حصہ جسے بکتریا (آجکل یہ نام بگڑ کر بلخ ہوگیا) کہتے تھے۔ وہاں کی زبان ژند تھی۔ اور مغربی حصہ میں قوم مید آباد تھی۔ جہاں ایک اور زبان بولی جاتی تھی۔ مگر چونکہ ان دونوں ملکوں کے باشندے آریہ نسل کے تھے۔ اسلئے اُن کی زبانوں میں کچھ بڑا فرق نہ تھا۔ قوم مید جو اُس زمانہ میں آریہ نسل کا سرتاج تھی۔ لگاتار ایرانی قوموں سے ملتی جُلتی رہی اور اُس کی زبان میں لگاتار تغیر واقع ہوتے رہے جب آخرکار مید غلبہ میں آتے۔ تو اُنہوں نے اپنے ماتحت دوسری آریہ قوموں کی زبانوں میں بھی فرق ڈالا۔ یعنے جو لفظ خود غیر قومون سے سیکھے تھے اُنہیں بھی سکھائے۔ اسلئے رفتہ رفتہ زبان فارسی میں اسقدر تغیر واقع ہوگیا کہ اُسے دوسری آریہ زبانوں سے تعلق کم ہے۔ خصوصاً یورپ کی زبانیں بہ نسبت ایرانی زبان کے سنسکرت سے زیادہ مشابہ ہیں۔ کلٹ جنہوں نے سب سے پہلے یورپ میں آبادی شروع کی۔ اور لاطین جو بعد از آں گئے قدیمی آسیائی کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ مگر یہ ابتدائی آریہ کنبے بہت ادنی درجہ کے تھے۔ صرف آریہ نسل کی وہ قومیں جو بعد میں ظاہر ہوئی ہیں بہت مہذب ہونے کے قابل تھیں۔ مثلاً گوتھ جنہوں نے بعد میں یورپ میں بنیان لسانی ہیں تہذیب کے ہونہار پودے تھے۔ ایرانیوں کا بہت سا حصہ اُنہی سے

منسوب ہے۔

میدلوگوں کے نام بالکل ایرانی طرز کے ہیں۔ مثلاً آریو بارزان۔ ارتبار۔ ہرپاگ وغیرہ۔ ایرانیوں سے مراد آریہ نسل کے وہ کنبے ہیں۔ جو اس زمانہ میں ضعیف اور جنوبی ایران میں آباد تھے۔ مگر آخرکار طاقت ور ہوکر تمام ملک کے مالک ہوئے۔

میدکے بادشاہوں کے بعض نام سنسکرت اور بعض زبان لاطینی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اور باقی قریباً سب کے سب زبان ژند سے لئے گئے ہیں۔

چند ناموں کی تشریح

ضحاک	یہ نام اصل میں اجس وہاکا تھا۔ زبان ژند میں اجس کے معنے سانپ اور دہاکا کے معنے کاٹنے والے کے ہیں۔ (یعنے کاٹنے والا سانپ)
اُرو کھیاترا	اُرو = اچھا اور اکھش = آنکھ (زبان ژند میں) (یعنے اچھی آنکھوں والا)
استبارس	زبان ژند میں استا کے معنے ہڈی اور بریزا کے معنے بڑا ہیں (یعنے بڑی ہڈیوں والا)
آرما متھرا	زبان ژند میں آرما یا رام کے معنی خوشی اور متھرا شایق کو کہتے ہیں (یعنی خوشی کا شایق)
سسی متھرا	سسی کے معنے خوبصورتی اور متھرا کے معنے شایق (ژند) (یعنے خوب صورتی کا شایق)
پارسوداس	پورو وس کے معنے بہت وآسکے معنے دینا (یعنے بہت دینا)

زبان میڈ کے چند اور الفاظ

لفظ	معنی یا تشریح
ستر	چھتر یا تاج
زان	مارنا
باغستان	ایک شہر کا نام ہے۔ باگا کے معنے خدا استان کے معنے جگہ زبان ژند میں ہیں (یعنے خدا کی جگہ)
اسپدان	ایک شہر کا نام اسپ کے معنے گھوڑا اور دان لفظ ستان کا بگاڑ ہے (ژند) (گھوڑوں کی جگہ)
سپاکا	کتا
انگاری	نامہ بر

افسوس ہے کہ قوم میڈ نے روم کے باشندگان قدیم کی طرح اپنی قدیمی تہذیب کا کوئی نام ونشان نہیں چھوڑا - باوجودیکہ میڈ کا عروج اقوام روم سے ہزاروں سال بعد واقع ہوا ہے قوم میڈ کے لوگ ابتدا میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے - اور غالبًا کتاب ژند آوستا صرف نسلاً بعد نسلاً یاد کرائی جاتی ہوگی - اس قوم کو لکھنے پڑھنے کا خیال اسوقت آیا ہے - جب وہ آرمینیا کے تورانی باشندوں سے ملنے لگی - مگر چونکہ انہیں وہ بہت طول وطویل طرز تحریر پسند نہ آیا - اسلئے انہوں نے اس قوم کی نقل نہ کی - بعد ازآن انہوں نے کردستان کے تورانیوں کو ایک سہل طریق سے لکھتے دیکھا - مگر یہ بھی غالبًا ان کی سمجھ میں نہ آیا - آخرکار انہوں نے غور و فکر کر کے لکھنے کا ایک اور طریقہ اپنے استعمال کے لئے بنا لیا - قوم میڈ بجائے کاغذ کے کپڑے کو استعمال کرتے تھے - ہر ایک بادشاہ کے وقت کے واقعات ایک منشی دربار میں لکھا کرتا تھا - اینٹیں جت پہ بابلونی اور اسرین اپنے

وقت کے مشہور حالات لکھتے رہے ہیں۔ اور جو نہایت پائدار ثابت ہوئے ہیں قوم میدین مستعمل نہ تھیں۔ بادشاہوں کے خانگی معاملات اکثر چمڑے پر بھی لکھے جاتے تھے۔

شاہان مید کا عہد حکومت

جس زمانہ میں کتاب ژند اوستا لکھی گئی ہے۔ مید ضعیف اور کم تعداد تھے۔ مگر رفتہ رفتہ شمار و تعداد میں بڑھ کر یہ قوم ایسی زبردست ہوگئی۔ کہ آس پاس کی سلطنتوں سے ٹکرانے لگی۔ مورخین یورپ اس قوم کے وجود کو کوئی ایک ہزار قبل مسیح سے تصور کرتے ہیں۔ مگر قصداً ایسی غلطیاں کرنے سے اُن کا ایک خاص منشا ہے جو آئندہ ناظرین پر کھلے گا۔ قوم اسیرین کے بعض کتبوں میں جو آٹھ سو پچاس قبل مسیح کے قریب لکھے گئے تھے۔ مید کا ذکر ہے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ مید کو اُس زمانہ میں بھی کسیقدر امتیاز حاصل ہوگا گو شاہان نینوا کے سامنے وہ ہمیشہ دبے ہوئے رہتے ہیں مگر پھر بھی وہ کثیر التعداد ہوں گے جو اُن کا ضروری کتبوں میں ذکر ہے۔ افسوس ہے کہ اس سے زیادہ قدیمی کتبہ متعلق قوم مید ہمیں اسیرین کھنڈرات سے نہیں مل سکا۔ توریت جو پندرہ سو قبل مسیح لکھی گئی تھی۔ اولاد نوح میں قوم مید کا بھی ذکر کرتی ہے۔ پس یہ بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ پندرہ سو قبل مسیح بھی قوم مید گمنام نہ تھی۔ مزید برآں شاہان خالدین اپنی رعایا کو اربعہ فسان کہتے تھے۔ اور زبان خالدی میں جو ان چار زبانوں سے مرکب ہے۔ ہم آریا زبان کا بھی اختلاط پاتے ہیں۔ اسلئے کیا آریہ اور کیا مید جو آریا نسل کی ایک شاخ ہیں۔ ہمارے موجودہ تاریخی زمانہ سے بہت پرانے ہیں۔ خالدین کے زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک جبکہ قوم مید علانیہ طور پر نسل آریا کو مشتہر کرتی ہے۔ ہمیں برابر آریاؤں کا کھوج مل رہا ہے۔ اسلئے آریاؤں کو ایک ایسی ہی قوم قرار دینا جو کوئی ہزار دو ہزار سال

وقت کے مشہور حالات لکھتے رہے ہیں۔ اور جو نہایت پائدار ثابت ہوئے ہیں قوم میدین مستعمل نہ تھیں۔ بادشاہوں کے خانگی معاملات اکثر چمڑے پر بھی لکھے جاتے تھے۔

شاہان میدکا عہد حکومت

جس زمانہ میں کتاب ژند اوستا لکھی گئی ہے۔ مید ضعیف اور کم تعداد تھے۔ مگر رفتہ رفتہ شمار و تعداد میں بڑھ کر یہ قوم ایسی زبردست ہوگئی۔ کہ آس پاس کی سلطنتوں سے ٹکرانے لگی۔ مورخین یورپ اس قوم کے وجود کو کوئی ایک ہزار قبل مسیح سے تصور کرتے ہیں۔ مگر قصداً ایسی غلطیاں کرنے سے اُن کا ایک خاص منشا ہے جو آئندہ ناظرین پر کھلے گا۔ قوم اسیریا کے بعض کتبوں میں جو آٹھ سو پچاس قبل مسیح کے قریب لکھے گئے تھے۔ مید کا ذکر ہے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ مید کو اُس زمانہ میں بھی کسیقدر امتیاز حاصل ہوگا گو شاہان نینوا کے سامنے وہ ہمیشہ دبے ہوئے رہتے ہیں مگر پھر بھی وہ کثیر التعداد ہوں گے جو اُن کا ضروری کتبوں میں ذکر ہے۔ افسوس ہے کہ اس سے زیادہ قدیمی کتبہ متعلق قوم مید ہمیں اسیرین کھنڈرات سے نہیں مل سکا۔ توریت جو پندرہ سو قبل مسیح لکھی گئی تھی۔ اولاد نوح میں قوم مید کا بھی ذکر کرتی ہے۔ پس یہ بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ پندرہ سو قبل مسیح بھی قوم مید گمنام نہ تھی۔ مزید براں شاہان خالدین اپنی رعایا کو اریعہ لسان کہتے تھے۔ اور زبان خالدی میں جو ان چار زبانوں سے مرکب ہے۔ ہم آریا زبان کا بھی اختلاط پاتے ہیں۔ اسلئے کیا آریہ اور کیا مید جو آریا نسل کی ایک شاخ ہیں۔ ہمارے موجودہ تاریخی زمانہ سے بہت پرانے ہیں۔ خالدین کے زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک جبکہ قوم مید علانیہ طور پر نسل آریا کو مشتہر کرتی ہے۔ ہمیں برابر آریاؤں کا کھوج مل رہا ہے۔ اسلئے آریاؤں کو ایک ایسی نئی قوم قرار دینا جو کوئی ہزار دو ہزار سال

قبل مسیح صفحہ ہستی پر آئے ہیں۔ سراسر غلطی ہے۔ بیروسس مشہور مورخ تو
اس بات کا دعوے کرتا تھا۔ کہ قوم میدنے دو ہزار سال قبل مسیح بابلون
کو فتح کیا تھا۔ مگر چونکہ بعض اور مورخین اس فاتح قوم کو سوسانی بتلاتے ہیں۔
اس لئے ہم بیروسس کا یقین نہیں کرسکتے۔ ہاں اتنا نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ
اس خالدی مورخ کو کم سے کم آریاؤں کے اس زمانہ میں کثیر التعداد ہونے کا
یقین تو ضرور ہوگا۔ جو اس نے اُن کے اس کارنمایاں کرنے کا دعویٰ کردیا۔
صدہا سال کے امن کے بعد سارگون بادشاہ اسیریانے قوم مید کی آزادی
کو چھیننا چاہا اور ۷۱۰ قبل مسیح ایک بھاری فوج لیکر میدیا میں داخل ہوگیا
اور بہت سے شہروں اور قلعوں کو اپنی سلطنت کے ساتھ شامل کرکے باقی
ملک کو باجگذار بنایا۔ مگر مید بجائے سیم وزر کے اس فاتح کو گھوڑوں کی ایک
مقررہ تعداد خراج میں دیتے تھے۔ دیر تک اسیرین بادشاہوں کے ماتحت رہکر
۶۳۲ قبل مسیح میں مید یکایک طاقت ور ہوگئے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ
سیاکسارس بادشاہ میدیا نے آس پاس کی آریہ قوموں کو اپنے ملک میں بساکر
اور اُن سے معاہدہ کرکے سیس قوموں کو فتح کرنا شروع کردیا۔ اور اس طرح
سے آناً فاناً میں اپنی طاقت کو بڑھا کر ایک فوج گراں جمع کی۔ اور شہر نینوا یعنے پایۂ
تخت ملک اسیریا کی طرف روانہ ہوا۔ آشور بانی پال یعنے بادشاہ اسیریا لمبی
تانے سو رہا تھا۔ کہ یکایک افواج مید کے پہونچنے کی خبر ملی۔ بادشاہ نے
فوراً جو کچھ بھی فوج کو جمع کیا۔ اور خود سپہ سالار ہوکر مقابلہ کو بڑھا۔ مقام
آدیابین کے قریب ایک جنگ عظیم ہوئی جس میں فوج مید کو شکست فاش
ہوئی۔ اور سیاکسارس کا باپ بھی اسی ملک عدم ہوا۔ گو بادشاہ میدیا کو اپنی
طاقت کا غلط اندازہ لگانے سے زک ہوئی۔ مگر فنون جنگ کا اسے ایک
قیمتی سبق ملا۔ اور اب وہ اپنی فوج کو قواعد وغیرہ سکھانے میں مصروف
ہوا۔ اقوام سیس میں سے سپاہیوں کو جمع کرکے اور اپنی فوج میں داخل کرکے

اُس نے اپنی طاقت کو بدرجہا بڑھا لیا۔ اور بار دیگر اسیریا پر حملہ آور ہوا۔
اور اس دفعہ اشور بانی پال کو شکست دے کر شہر نینوا کی طرف بھگا دیا مگر
سیاکسارس کو باوجود بہت سی کوشش کے شہر نینوا کے فتح کرنے میں کامیابی
نہ ہوئی۔

قوم سیتھیں جیسے یورپین سیتھہ۔ فارسی ساکا۔ بابلونی یا اسیرین گمری اور
زبان ژند میں توریا کہتے ہیں۔ ملک میدیا کے اردگرد آباد تھی۔ اور جب
کبھی موقعہ ملتا تھا۔ لوٹ مار کے لئے ملک میں گھس جاتے تھے۔ جونہی
اُنہوں نے سنا کہ سیاکسارس اسریا سے لڑ رہا ہے۔ اُنہوں نے فوراً میدیا کو لوٹنے
کا ارادہ کیا۔ اور بعجلت روانہ ہوئے۔ اِدھر سیاکسارس کو جب یہ خبر وحشت اثر
پہونچی۔ تو ناچار شہر نینوا کا محاصرہ ترک کرکے اپنے ملک کی حفاظت کرنے دوڑا
سیس بھی طاقت میں کم نہ تھے۔ اور فنونِ جنگ سے بھی بالکل ناواقف نہ
تھے۔ اُنہوں نے سیاکسارس کو جو پہلے ہی لڑلڑ کر تھک چکا تھا شکست فاش
دی۔ حتیٰ کہ سیاکسارس کو اُن کا باجگذار بننا پڑا۔

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی
ازآں نیست مرطامعاں را بہی

سیتیس بھی حکمرانی میں یگانہ تھے۔ مقررہ خراج پر راضی نہیں ہوتے تھے اور
ہمیشہ مغلوبوں سے مطالبہ کر کرکے زیادہ وصول کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ قوم
سیس نے میسوپوٹیمیا۔ مصر اور اسریا کو تاخت و تاراج کرنا شروع کردیا۔ جسکا
حال ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ کہ اُن کے چلے جانے کے بعد ملک میں صرف لاشیں
ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ سالہا سال کی لڑائیوں نے قوم سیس کے بھی انجر پنجر
ڈھیلے کردیئے۔ اِدھر میدا انتقام کے لئے دانت پیستے تھے۔ اور شب و روز
تیاریاں کررہے تھے۔ عین ایسے موقعہ پر جب کہ سیس بہت ضعیف ہو چکے
تھے۔ سیاکسارس نے سرداران قوم سیس کی دعوت کی۔ اور سب کو شراب سے

مدہوش کر کے قتل کر دیا۔ اِس دغابازی کے بعد میدا ور سیس کے درمیان خونریز لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ جو سالہا سال تک جاری رہیں۔ اِس زمانہ کے مشہور اور عجیب واقعات میں ملکہ زرینہ کا قصہ ہے۔ یہ عورت خوب صورتی میں شہرۂ آفاق تھی۔ اور قوم سیس پر حکمران تھی۔ اِس کے متعلق ایک عشق کی کہانی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ زرینہ بادشاہ سیس سے نارماروس کی بیوی تھی اور لڑائیوں میں ہمیشہ اپنے خاوند کے ہمراہ رہا کرتی تھی۔ ایک موقعہ پر حسین ملکہ زخمی ہو کر ستریانگوس بادشاہ میدیا کے داماد کے ہاتھ قید ہوئی۔ مگر اس نے کچھ ایسی چالاکی سے رہائی کی استدعا کی۔ کہ اُسنے اُسے رہا کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہی ستریانگوس زرینہ کے خاوند کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ زرینہ نے اپنے خاوند سے استدعا کی کہ اسے رہا کر دے۔ مگر اُس نے منظور نہ کیا۔ اسپر زرینہ نے اپنے خاوند کو قتل کر دیا اور ستریانگوس سے محبت کرنے لگی۔ آخر کار جب ستریانگوس زرینہ کے دربار میں ملاقات کے لئے آیا تو زرینہ نے اُس سے نفرت ظاہر کی اور کہا تمہاری بیوی مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ پھر کاہے کو اُسے چھوڑتے ہو۔ اِس بات سے ستریانگوس نے دل شکستہ ہو کر خودکشی کر لی۔

بیاکساریس کو سیس کی کمزوری نے اخیر میں بہت فائدہ پہونچایا۔ کیوں کہ اب وہ اُسے تنگ کرنے کے قابل نہ تھے۔ اور اسریا بھی سیس کی حملہ آوری کے سبب حالت نزع میں تھا۔ اُس نے شکستہ حال قوم خالدین اور وسانی سے اتحاد کر کے اسریا پر بار سوم حملہ آوری کی۔ بادشاہ اسریا کو بھی اِس معاملہ سے خبر لگی اُس نے فوراً آدھی فوج اپنے سپہ سالار بنو پلاسر کے حوالہ کی۔ مگر اس نمک حرام نے عین وقت پر بے وفائی کی۔ اور اُلٹا اسریا کے مقابلہ پر آکھڑا ہوا۔ اسریا کو اب میدہ۔ عرب۔ فارسی اور بابلونی افواج سے لڑنا پڑا۔ بادشاہ اسریا نے داد مردانگی دی۔ اور فوج قلیل سے اس زبردست دشمن کو شکست دے کے پیچھے ہٹایا۔ مگر رات کے وقت دشمن نے شبخون

مار کر اسیرین فوج کو بالکل ضعیف کر دیا - چنانچہ انہیں شہر نینوا کی طرف بھاگتے ہی بن پڑی - اور دو اور لڑائیوں میں قوم مید شہر نینوا پر قابض ہو گئی چنانچہ حضرت یونس کی وہ پیشین گوئی جو سالہا سال پہلے کی گئی تھی ظہور میں آئی - جس وقت حاکمان وقت نے حضرت یونس کی خدمت میں عرض کیا - کہ اگر کوئی دشمن حملہ آور ہوا تو ہم یوں شہر کی حفاظت کریں گے - تو انہوں نے یہ جواب دیا - "دریاؤں کے دروازے کھلے ہیں - اور محل تحلیل ہونیکو ہے" حقیقت میں شہر کی تباہی کے وقت یوں ہی ہوا - کہ شہر نینوا کے شمال مغرب کو جہاں دریائے خسرو کا پانی آ آ کر فصیل شہر کے باہر خندق میں گرتا تھا - یکایک طغیانی سے شہر کی تباہی کا باعث ہوا - محل شاہی بھی جو وہاں سے قریب تھا زمین کا پیوند ہوا - غرضکہ حضرت یونس کی پیشین گوئی کے موجب دریاؤں ہی نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور خوبصورت اور وسیع شہر کی فصیل جو مدتوں سے قوی دشمن کو روکنے کا دعوے کرتی تھی - آخری وقت بے وفائی کر گئی - اسریا ایسی عظیم الشان سلطنت کا دار الخلافہ فتح ہو جانے کے بعد فاتحوں نے آپس میں ملک کو یوں تقسیم کیا - بادشاہ سیاکسارس نے اسریا اور اُن باجگذار ریاستوں کو جو شمال اور شمال مغرب میں واقعہ تھیں اپنے قبضہ میں لے لیا - اور نبوپلاسر کمبخت دھوکا باز کو خالدی - بابلون - سوسیان اور دریائے فرات کی وادی حوالہ کر دی - الغرض سلطنت اسریا دو عظیم الشان حصوں پر تقسیم ہوئی - مشرقی حصہ نئے ملک میدیا کے ساتھ ملکر اس کی وسعت کو صحرائے ایران سے لے کر منبع دریائے فرات تک بڑھا دیا اور دوسرا حصہ بابلون کہلانے لگا - جو لورستان سے لیکر حدود مصر تک پھیلتا تھا - دنیا میں ایسی نظیریں شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہیں کہ دو ہم عصر سلطنتیں جو پہلو بہ پہلو واقعہ ہوں - ایک دوسری کی حاسد یا رشک ہوں مگر سیاکسارس اور نبوپلاسر عمر بھر ایک دوسرے کے حامی اور مددگار رہے

اور اُن کی دوستی میں کبھی فرق نہ آیا - بابلون اور میدیا کی یہ عجیب و غریب دوستی پانسو سال تک قایم رہی - سیاکسارس عمر بھر لڑائیوں میں مصروف رہا - اور رفتہ رفتہ اُس نے آرمینیا اور کاپاڈوشیا فتح کر لیا - اور ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب اُس کا ملک کوہ قاف اور بحیرہ اسود تک پھیل گیا - مگر یہ فتوحات کچھ اس بادشاہ کے علم حرب پر منحصر نہ تھیں کیونکہ بہت سی ریاستوں نے قوم سیس کے حملوں سے تنگ آکر سیاکسارس کی اطاعت قبول کر لی - میدیا کے شمال مغرب مین ایک ملک واقعہ تھا جسے اُس زمانہ میں لیدیا کہتے تھے - اِس ملک نے تہذیب میں ایسی ترقی کی اور زراعت اور معدنیات کی کثرت سے ایسا مالدار ہوگیا - کہ اپنے ہم عصروں کے پہلو میں کانٹے کی طرح چبھنے لگا - لیدیا نے ویز تک یونان اور گردونواح کے ملکوں پر حملہ آوری جاری رکھی - اور بعض بعض فتوحات بھی حاصل کین - جس زمانہ مین بادشاہ سیاکسارس آرمینا کو فتح کر کے ملک کا ملاحظہ کر رہا تھا - یکایک اُسے سرحد پر ایک سرسبز و شاداب زمین نظر آئی - اُس نے ہمراہیوں سے پوچھا تو اُنہوں نے بیان کیا کہ یہ ملک لیدیا کے قبضہ میں ہے - اور اس ملک کی دولت اور شان و شوکت کی اسقدر تعریف کی کہ بادشاہ کا دل للچا آیا - اور حملہ آور ہونے کے لئے بہانہ تلاش کرنے لگا - آخر کار سیاکسارس نے تدبیر سوچکر سیس قوم کے چند لوگون کو ملک لیدیا کی طرف بھگا دیا - اور بعد ازان الیاتس وہان کے بادشاہ کو ایک سفیر روانہ کیا - کہ ان فراری باشندون کو واپس بھیجدو - ورنہ جنگ ہوگی - الیاتس ایسی باتوں سے کب ڈرنے والا تھا - اُس نے روکھا جواب دیا اور فوراً جنگ کے واسطے تیاریاں کرنے لگا - اِدھر بادشاہ سیاکسارس تو پہلے ہی تیار تھا - فوج گران لئے فوراً ملک لیدیا کی طرف روانہ ہوا - اُس پاس کے شاہزادے گو ہمیشہ لیدیا کے حاسد رہے تھے - مگر اُنہیں

سیاکسارس کی فتوحات بھی شاق تھیں۔ اُنھوں نے فوراً لیدیا کی حمایت پر کمر باندھی۔ اور بادشاہ سیاکسارس کو شکست دے کر واپس کیا۔ اِس واقعہ سے سیاکسارس کے دل میں آتش غیظ بھڑکنے لگی۔ اُس نے ملک میں جاکر ازسرِنو تیاری شروع کی۔ اور بادشاہ بنوپلاسر سے امداد مانگی۔ اِس طرح فوج بے شمار کو لے کر ازسرِنو حملہ آور ہوا۔ مگر لیدیا نے اِس بہادری سے مقابلہ کیا کہ سیاکسارس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اور چھ سال تک لڑائی جاری رہی۔ ایک دن جبکہ دونوں فوجیں میدانِ جنگ میں نہایت جان نثاری اور بہادری سے لڑ رہی تھیں یکایک دنیا تیرہ و تاریک ہو گئی جو ہیں اندھیرا ختم ہوا۔ دونوں فوجوں کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ اس عجیب و غریب واقعہ نے ایسا اثر کیا تھا۔ کہ دونوں فوجوں میں صلح ہو گئی۔ اور اس خونریز لڑائی کا ایسی سہولیت سے خاتمہ ہوا۔ یہ تیرگی جس نے ایسا تغیر واقعہ کیا۔ سورج گرہن کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مگر چونکہ اُس زمانہ کے لوگ ہر ایک عجیب وغریب شئے سے متاثر ہو جاتے تھے۔ اسلئے اُنھوں نے خوف زدہ ہو کر جھٹ پٹ صلح کر لی۔ الیانتس بادشاہ لیدیا نے اپنی بیٹی کی شادی سیاکسارس کے بیٹے سے کر دی۔ اور اُس زمانہ سے لیدیا۔ میدیا اور بابلون تینوں سلطنتیں ایک دوسرے کے دوست اور رشتہ دار ہو گئے۔ اُس زمانہ کی جاہلانہ رسومات کے موجب تینوں بادشاہوں نے ایک دوسرے کا خون چکھا اور قسم کھائی کہ آیندہ کے لئے وہ سب وفادار رہیں گے۔ ۶۱۰ قبل مسیح یعنے صلح کے وقت سے لیکر پچاس تک تینوں سلطنتیں جو اسوقت تمام مغربی ایشیا پر حکمران تھیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے برتاؤ کرتی رہیں۔ کہ یکایک مصر نے اس امن میں فتور ڈالا۔ مصر اس زمانہ میں آزاد ہو چکا تھا۔ اور وہاں کے بادشاہ سامانتک ان ممالک کو فتح کرنے کی فکر میں تھا۔ جنپر مصری ہمیشہ سے حق ثابت کر رہے

ہیں۔ الغرض ۶۰۸ قبل مسیح نیکو ابن ساماتک اول نے تخت نشین ہو کر ارض فلسطین پر حملہ کیا۔ اور جوشیا بادشاہ یہودیہ کو شکست دے کر دریائے فرات کی طرف قدم بڑھایا۔ ایدومیا۔ فلسطین۔ فنشیا اور اسیریا نے نیکو کی اطاعت قبول کر لی۔ اور تین سال تک مصری بے روک ٹوک ان ملکوں پر قابض رہے۔ مگر آخر کار بادشاہ بنوچدنذر نے جو بوقت تقسیم ان ممالک کا مالک قرار دیا گیا تھا۔ بادشاہ نیکو سے جنگ کر کے ان ملکوں کو واپس لیلیا بلکہ مصر کا بھی تھوڑا سا حصہ فتح کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی میں بادشاہ میدیا نے شاہ بابل کی مدد کی تھی۔ سات آٹھ سال کے بعد مصر نے پھر سازشیں کرنی شروع کیں۔ اور جہویاکم شاہ یہودیہ کو علانیہ بغاوت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ مگر بنوچدنذر نے قوم میدکی مدد سے پھر وہاں اپنا تسلط بٹھالیا۔ اس جنگ میں مدد دینے کے بعد بادشاہ میدیا نے ۵۹۴ قبل مسیح قضا کی۔ اور اسکا بیٹا استیاگس جانشین ہوا۔

سیاکسارس نہایت حریص اور جفاکش بادشاہ تھا۔ اور اپنا ارادہ حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ دوستوں سے وفاداری اور دشمنوں سے دغابازی روا رکھتا تھا۔ گو اس بادشاہ نے اپنے ملک کو بڑھانے اور مذہب مجوسی کے پھیلانے میں کتنی ہی کامیابی حاصل کی ہے۔ مگر اس نے تہذیب کی ترقی میں کوئی کوشش مطلق ظاہر نہیں کی۔ اور جس وسیع سلطنت کی اس نے بنا ڈالی تھی۔ وہ ایک مختصر زمانہ میں مسمار ہو گئی۔

استیاگس ہر ایک بات میں اپنے باپ کے برعکس تھا۔ شب و روز عیش و عشرت کے سوائے اسے اور کچھ بھی نہیں سوجھتا تھا۔ اور ہمیشہ خلوت نشین رہتا تھا۔ اُمرا اور وزرا بھی بادشاہ ہی کے پیرو تھے سُرخ بانات و پوشاک پہنے اور گلے میں طوق زرین لٹکائے حرام سراؤں میں زنانہ ئے

نظر آتے۔ گھوڑوں کا ساز تک سونے کا ہوتا تھا۔ دربار شاہی میں علاوہ سینکڑوں خدام کے ایک قاصد ایک ساقی اور ایک خواجہ سرا ہر وقت موجود رہتا تھا۔ اور مصاحبین میں جو سب سے اعلےٰ ہوتا تھا اُسے چشم بادشاہ کا خطاب دیا جاتا تھا۔ مجوسی پروہتوں کا خصوصاً دربار شاہی میں بہت بڑا اقتدار تھا۔ جو خوابوں کی تعبیریں بتاتے۔ فالیں ڈالتے۔ اور ہر طرح کے امور میں مشورت دینے کو تیار نظر آتے تھے۔ بادشاہ نے ایک خاص شکار گاہ بنوایا ہوا تھا۔ جسے فردوس کہتے تھے۔ طرح طرح کے جنگلی جانور حسب الحکم بادشاہ وہاں مہیا کئے جاتے تھے۔ استیاگس کی جوانی تو چین سے گذری مگر بڑھاپے میں اُسے ملک شر و فساد سے پُر نظر آیا۔ جا بجا جنگ و جدال کا اندیشہ تھا۔ مگر استیاگس نے روپیہ کے زور اور مکر و فریب سے بجائے نقصان کے فائدہ اُٹھایا۔ اُس حصہ میں جسے آجکل گیلان کہتے ہیں۔ ایک آریہ قوم قدوسی نامی آباد تھی۔ اور گرد و نواح کی زبردست سلطنتوں سے آزاد تھی۔ وہاں کا سردار اپنی رعایا سے کسیقدر بدگمان تھا اِس لئے اپنے لئے مددگار بنانے کے لئے اُس نے استیاگس کی اطاعت قبول کرلی۔

بادشاہ استیاگس لاولد مرا۔ گو اُس نے پہلی شادی کے بعد تین دفعہ اور شادی کی مگر بدقسمتی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

فردوسی لکھتا ہے کہ اسکندر داراب کا بیٹا تھا۔ اور داراب نے فیلقوس کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ اور یونانی مورخین بھی طرح طرح کی گپیں ہانکتے ہیں۔ مگر حقیقت میں کسی کے پاس بھی اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ استیاگس کی کوئی اولاد تھی۔ علاوہ ازیں ایام قدیم میں یہ ہمیشہ قاعدہ رہا ہے۔ کہ جب کوئی پرانا خاندان فنا ہو جاتا ہے۔ اور نیا خاندان حکمران ہوتا ہے۔ تو لوگ نئے خاندان کی عزت اور حقداری کے بڑھانے

اُس کے بیٹے کسی نہ کسی طرح سے اُسے پرانے خاندان کا رشتہ دار ثابت کرتے ہیں۔ استیاگس کوئی ستر سال کا تھا کہ معاملات نے یکایک ایک عجیب پیش کھایا۔ ملک فارس جو میدیا کے عروج کے وقت دب گیا تھا۔ اور سیاکسارس کی اطاعت بھی اُنہوں نے قبول کرلی تھی۔ مگر اُس کے بیٹے کی آرام پرستی نے انہیں طاقتور ہونے کا موقعہ دیا۔ اُس وقت فارس میں بادشاہ سائرس ابن شرب حکمران تھا۔ اُس زمانہ کی رسومات کے بموجب سائرس کو بوجہ خراجگزار ہونے کے اکثر استیاگس کے دربار میں حاضر رہنا پڑتا تھا۔ سائرس جو زردشت کا معتقد تھا۔ قوم مید کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ کیونکہ اُنہوں باوجود زردشتی ہونے کے مذہب مجوسی اختیار کرلیا تھا۔ سائرس کو دل میں مذہبی جوش اس درجہ کو تھا۔ کہ وہ شب و روز اس خیال میں تھا۔ کہ کسی نہ کسی طریق سے قوم میدیہ میں مذہب زردشت غالب ہو۔ بادشاہ کے ضعف سے تو اُسے پوری آگاہی تھی کیونکہ استیاگس کو دن رات کنیزوں اور طوائف کی صحبت کے سوائے اور کچھ پسند نہ تھا باپ کی بیماری کا بہانہ کرکے یکایک سائرس رخصت کا طلبگار ہوا۔ گو ابتدا میں بادشاہ کو گوارا نہ ہوا مگر انجام کار اُسنے پانچ مہینے کی رخصت دیدی۔ سائرس کے چلے جانے سے دوسرے روز استیاگس اپنے محل میں مزے اُڑا رہا تھا شراب کا دور چل رہا تھا۔ اور محفل رقص و سرود شروع ہونے کو تھی۔ جو میں حسب ایما بادشاہ کنیجنی کھڑی ہوئی۔ اُس نے یوں گانا شروع کیا۔

شیر کی خدمت میں تھا خنزیر ایک | چلدیا خنزیر گھر اپنے ولیک
واں کرے گا وہ تیاری جنگ کی | شیر پر ڈالیگا وہ مشکل بڑی

اس سے کچھ تھوڑا عرصہ پہلے خالدی پروہت نے پیشین گوئی کی تھی کہ بادشاہ میدکے ہاتھ سے ملک جاتا رہے گا۔ اب اس گیت کے سننے سے اُسے یہ راز سربستہ ظاہر ہوا۔ کیونکہ اُس خالدی پروہت نے یہ بھی کہا تھا کہ ان سب

ملکوں پر سارس کا راج ہوگا۔ استیاگس نے فوراً ایک افسر کو حکم دیا۔ کہ سواروں کو ہمراہ لے کر سارس کا تعاقب کرے۔ اور فارس کے شہزادہ کو زندہ یا مُردہ واپس لے کر آئے۔ سوار اس سرعت سے گئے کہ اُنھوں نے سارس کو حدود ملک سے باہر نکلنے کے پہلے ہی پا لیا۔ اور اُسے فرمان شاہ سُنایا سارس نے بڑی ملائمت سے جواب دیا کہ میں واپس جانے کے لئے بجان و دل حاضر ہوں۔ چونکہ رات تاریک تھی اسلئے اُنھوں نے دربار شاہی کو روانہ ہونا صبح پر ملتوی کر دیا۔ سارس نے کچھ ایسی چالاکی سے اُنھیں شراب پلا پلا کر مدہوش کر دیا کہ اُن کے ہوش میں آنے سے پہلے سارس منزل مقصود کے قریب پہونچ چکا ہوا تھا۔ ایک دستہ فوج جو سارس کے باپ نے استقبال کے لئے روانہ کیا ہوا تھا۔ سرحد پر موجود تھا۔ سارس اُنھیں ساتھ لیکر اپنے متعاقبوں کا انتظار کرنے لگا۔ ادہر سواران مد جب خواب استراحت سے جاگے۔ تو شہزادہ کو غائب پاکر تلاش میں روانہ ہوے۔ سارس نے اِن سواروں کو شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ اور خود باپ کی خدمت میں روانہ ہوا ۔

جونہیں بادشاہ استیاگس کو اِس واقعہ کی خبر ملی اُس نے دست تاسف زانو پر مار کر کہا۔ اوبے عقل کیا تجھے معلوم نہ تھا۔ کہ دغابازوں پر مہربانی کرنیکا صلہ کیا ملتا ہے۔ نرم اور ملائم الفاظ کے پھندے میں پھنسکر تو نے اپنے تئیں اس بلا میں مبتلا کر لیا۔ مگر خیر اب بھی وہ خالی جانے نہیں پائیگا۔

خیال زلف بُتاں میں نصیر پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

فوج گراں جمع کی گئی۔ اور سارس کی گوشمالی کے لئے طرح طرح کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سرحد فارس سے اوترتے ہی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ پہلے دن تو کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ مگر دوسرے روز فارسی جو تعداد میں نسبتاً بہت ہی

تھوڑے تھے شکست کھا کر پیچھے کو ہٹنے لگے۔ تا کہ مقام پسپار گادی دارالخلافہ ملک کو محفوظ رکھیں۔ استیاگس لڑتا لڑتا دارالخلافہ کی طرف بڑھا۔ فارسی تاب مقاومت نہ لا کر ایک پہاڑی پر محصور ہوئے۔ سپاہ مید نے تین دن کی لڑائی میں وہاں بھی قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ استیاگس نے حکم دے دیا تھا۔ کہ اگر کوئی سپاہی پیچھے ہٹنے یا مقبوضہ پہاڑی پر سے اُترنے کی کوشش کرے تو اسکا فوراً سر قلم کیا جاوے۔ فارسی شکست کھا کر پہاڑی سے اُترنے ہی کو تھے کہ اُن کے عیال و اطفال نے جو وہاں پناہ گزین تھے۔ اور کوئی آن مین دشمن کے ہاتھ قید ہو جاتے۔ بیتاب ہو کر رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس دلسوز منظر کو دیکھ کر فارسیوں کا دل بھر آیا۔ دیوانہ وار دشمنوں کی صفوں میں جا گھسے۔ اور وہ جو ہر مردانگی دکھائے۔ کہ ایک ہی حملہ میں ساٹھ ہزار کو تہ تیغ کیا۔ اسپر بھی استیاگس نے ہار نہ مانی۔ اور دارالخلافہ کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر پانچویں حملہ میں سارس نے اُسے ایسی شکست دی کہ بادشاہ میدیا کو ناچار بھاگتے ہی بن پڑی اب اگر استیاگس اکباتانہ یعنے دارالخلافہ تک پہنچ جاتا تو فوج جمع کر کے پھر لڑنے آتا۔ مگر سارس نے سوار بھیجکر اُسے پکڑوا منگایا۔ اور شاہی خیموں وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اگر استیاگس کا کوئی ولیعہد ہوتا تو لڑائی جاری رہتی۔ لیدیا بھی بعید ہونے کی وجہ سے اس کے مدد کرنے کے قابل نہیں تھا۔ بابلوں میں خود ہی خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں۔ مزید برآن قوم مید اور فارسیوں کے مذہب میں بھی کچھ بہت بڑا فرق نہیں۔ برائے نام زردشت کے پیرو دونوں کہلاتے ہی تھے۔ الغرض موجودہ حالت میں سارس کو دونوں ملکوں نے بخوشی اپنا بادشاہ منظور کر لیا۔ ملک میدیا جو رقبہ میں ۵ لاکھ مربع میل کے قریب تھا سارس کے ہاتھ لگتے ہی اُسکی طاقت بڑھ گئی۔

ملک میدیا کا زوال صرف بدانتظامی کے باعث ہوا۔ تمام مقبوضہ ریاستوں کے الگ الگ بادشاہ تھے۔ جو حسب خواہش اپنے ملک کا انتظام کرتے تھے

بادشاہ میدیا کی غرض صرف خراج سے ہوا کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ فوج کی حالت بگڑتی گئی۔ اور ملک کے رعب وداب میں بھی فرق آنے لگا۔ ابتدائی فتوحات نے قوم میدکو مغرور اور امن پرست بنا دیا۔ سارس کا بادشاہ کی صحبت میں رہنا بھی بہت مضر تھا۔ کیونکہ اُسے سلطنت کی اندرونی خرابیوں سے واقفیت ہوگئی۔ الغرض استیاگس کی غفلت اور کمزوری نے سارس کو زبردست ہونیکا موقعہ دیا۔

ناظرین کی دلچسپی کے لئے کتاب زردشت کی چند سطور کا ترجمہ ہدیہ نذر کیا جاتا ہے:-

باب وینداد کا پہلا مزگاد

(۱) اہورامزدا نے مقدس زردشت کو کہا کہ اے پاک زردشت میں نے ہی بنجر زمین کو سبز وشاداب کیا ہے۔ کیونکہ اے مقدس زردشت اگر میں غیر آباد زمین کو قابل آبادی نہ کرتا۔ تو آریانم وایو کے بعد تمام جاندار مرجاتے۔

(۲) میں نے ایک خوب صورت ملک بنایا۔ مگر اُسے کامیابی نہ ہوئی کیونکہ وہاں جانداروں کے لئے بہت بڑی تباہی ہے۔

(۳) میں جو کہ اہورمزدا ہوں۔ وہ ملک میں نے سب سے اعلٰے بنایا آریانم وایو تھا۔ مگر انگرومینوس نے جو کہ ظالم اور جفا کار ہے دیوؤں کی مدد سے ایک قوی سانپ اور برف کو بنایا۔

(۴) وہاں دس مہینے سردی اور دو مہینے گرمی ہوتی ہے۔ سردی پانی۔ سردی زمین۔ اور سردی درختوں میں ہے۔ وہاں موسم سرما کے وسط میں چاروں طرف عمیق برف پڑتی ہے اور وہاں بڑی سخت وباء ہے۔

(۵) میں نے جو کہ اہورمزدا ہوں۔ بار دوم جو اعلٰے ترین ملک بنایا۔ وہ گوا تھا جس میں سگھدہ واقعہ ہے۔ وہیں انگرومینوس نے جو کہ ظالم اور ہلاک کنندہ ہے وبا کو پیدا کیا۔ جو پیر وجوان اور مویشی کے لئے قاتل ہے۔

(۶) تیسرا اعلیٰ درجہ کا ملک جو کہ میں نے جو کہ اہورمزدا ہوں بنایا۔ مضبوط اور پاک موزو ہے۔ وہیں انگرومینوس نے اس کے برخلاف تاخت تاراج اور جنگ کو پیدا کر دیا۔

(۷) چوتھا اعلیٰ درجہ کا ملک جو میں نے جو کہ اہورمزدا ہوں بنایا۔ بلند جھنڈوں والا ملک بخدی تھا۔ وہاں انگرومینوس نے جو کہ موذی اور قہار ہے۔ کیڑے مکوڑے اور زہریلے پرِ سے پیدا کئے۔

(۸) پانچواں عمدہ ملک جو میں نے جو کہ اہورمزدا ہوں بنایا۔ نسائی (مرو اور بخدی کے درمیان) تھا۔ جہاں انگرومینوس نے بدعقیدتی کی لعنت پیدا کی۔

(۹) چھٹا عمدہ ملک جو میں نے جو کہ اہورامزدا ہوں بنایا۔ ہارَیو یعنے جزیرہ تھا وہیں انگرومینوس نے جو کہ مہلک اور تباہ کنندہ ہے اس کے برخلاف ژالہ باری اور افلاس کو پیدا کیا۔

(۱۰) ساتواں عمدہ ملک جو میں نے یعنے اہورمزدا نے پیدا کیا ویکارت تھا جس میں وزنا کا واقعہ ہے۔ وہاں انگرومینوس نے جو کہ ظالم ہے تر ابی کے لئے پری کھنا تھیتی اور کرشاسپ کو پیدا کیا۔

(۱۱) آٹھواں عمدہ ملک جو میں نے یعنے اہورامزدا نے پیدا کیا اُروا تھا۔ جس میں بہت سے دریا تھی۔ مگر اس کے برخلاف انگرومینوس نے تباہی کو پیدا کیا۔

(۱۲) نواں اعلے درجہ کا ملک جو میں نے یعنے اہورامزدا نے پیدا کیا۔ کھنیتا جس میں کہ ہرکانا ہے۔ تھا۔ وہاں انگرومینوس نے عصیان بد کو پیدا کیا۔

(۱۳) دسواں عمدہ ملک جو میں نے یعنے اہورمزدا نے بنایا۔ ہارکیتی تھا۔ تب پھر انگرومینوس یعنے ہلاک کنندہ نے مردوں کو بحال رکھنے کا گناہ پیدا کیا۔

(۱۴) گیارہواں اعلےٰ درجہ کا ملک جو ہیں نے یعنے اہورمزدا نے بنایا۔ دولت مند اور مہذب آبتو [illegible] تھا۔ وہاں انگرو مینوس مہلک نے جادو گری کو پیدا کیا۔

(۱۵) اور وہ انگرو مینوس طرح طرح کی طاقتیں اور شکلیں پیدا کرسکتا ہے جو ہیں وہ کسی جادوگر کو ملتا ہے۔ جادوگر طرح طرح کے گناہ پیدا کرنے لگتا ہے مثلاً قتل کرنا یا دل کی رفتار کا بند کرنا۔

(۱۶) بارہواں عمدہ ملک جو ہیں نے یعنے اہورامزدا نے بنایا۔ راگھی تھا۔ جس ہیں تین قومیں تھیں۔ تب انگرو مینوس نے جو کہ گمراہ کنندہ ہے خدا کا انکار پیدا کیا۔

(۱۷) تیرھواں عمدہ ملک جو ہیں نے یعنے اہورامزدا نے پیدا کیا۔ مضبوط اور پاک کا کرا تھا۔ اسپر انگرو مینوس نے طرح طرح کے گناہ یعنے مُردوں کا پکانا پیدا کیا۔

(۱۸) چودھواں اعلےٰ درجہ کا ملک جو ہیں نے جو کہ اہورامزدا ہوں بنایا۔ چار گوشوں والا وارنیا تھا۔ وہاں فریدوں پیدا ہوا۔ جس نے مہلک سانپ کو قتل کیا۔ اسپر انگرو مینوس نے بیماریاں اور وبائیں جو کہ آریا قوم کی نہیں ہیں پیدا کیں۔

(۱۹) پندرھواں عمدہ ملک جو ہیں نے یعنے اہورامزدا نے بنایا ہپتا ہندو تھا۔ جس کی وسعت مشرقی ہند سے لے کر مغربی ہند تک ہے انگرو مینوس نے جو کہ مہلک ہے۔ اُس کے برخلاف برائیاں اور بخار پیدا کئے۔

(۲۰) سولھواں عمدہ ملک جو ہیں نے جو کہ اہورامزدا ہوں بنایا۔ سمندر کے کنارے پر خندقوں کے گرد تھا۔ تب انگرو مینوس نے دیوں کی مدد سے برف کو پیدا کیا۔ اور زلزلے بھی واقع کئے۔

(۲۱) علاوہ ازیں اور بھی بہت سے ملک ہیں ۔ خوش ۔ نیک بخت اور شان دار ۔



باب چہارم

سلطنت بابلون

جس وقت شہر نینوا کی فتح کے بعد سلطنت اسریا کو سیاکسارس بادشاہ میڈیا اور نبوپلاسر نے آپس میں تقسیم کیا تھا۔ اس سلطنت عظیم کا ایک حصہ تو میڈیا سے ملحق ہوگیا تھا۔ اور دوسرا حصہ نبوپلاسر کو اُس کی دغابازی کے صلہ میں ملگیا تھا۔ بابلون اُسی حصہ کا نام تھا۔ جسپر نبوپلاسر حکمران تھا۔ لفظ بابلون بابل سے لیا گیا ہے۔ یعنے وہ ملک جسکا دارالخلافہ بابل تھا۔ اِس حصہ کا زمانہ قدیم میں خالدی نام تھا۔ جس سے ناظرین بخوبی واقف ہوں گے۔ اِس لئے ملک بابلون کی حدود وغیرہ کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اتنا کہنا بے محل نہ ہوگا کہ صوبہ سوسان جسے آجکل خورستان کہتے ہیں۔ اور شاہان ایران کے قبضہ میں ہے۔ اُس زمانہ میں بابلون کا خراجگذار تھا۔ اس صوبہ کی سرسبزی تمام ایران میں مشہور ہے۔ ملک فونیشیا بھی شاہ بابلون کے قبضہ میں تھا۔ ملک فونیشیا کی دولت اُس زمانہ میں زبان زدِ خلایق تھی۔ تجارت کی وجہ سے یہ ملک اتنا متمول تھا۔ کہ اردگرد کے ملک حسد کرتے تھے۔ حقیقت میں تمام ملک بابلون جو لورستان سے لے کر مصر تک پھیلتا تھا۔ اور ارض فلسطین اور مغربی ساحل عرب بھی اس میں شامل تھے۔ نہایت شاداب اور قابل زراعت تھا۔ دریا اور جھیلیں جب کہ ملک کی زرخیزی میں ممد تھیں۔

ویسا ہی ملک کی زرخیزی کو بھی وہ بالا کرتی تھیں۔ ملک بابلون کے مشہور شہر تقریباً وہی تھے۔ جنہیں قوم خالدین نے آباد کیا تھا۔ البتہ شہرہائے بورسپا دورابہ۔ سپارہ یا سفارویم۔ اوپس۔ ستاسی۔ کوتھا۔ اَنخ اور ثریدون نوآباد اور اُس زمانہ میں مشہور تھے۔ باوجود ہر طرح کے فوائد ملک بابلون کا محل وقوع نہایت غیر محفوظ تھا۔ ایک طرف تو مصر جو نہایت آباد اور طاقتور تھا۔ اور اپنے مشرقی ہمسایوں کا ہمیشہ سے حاسد تھا۔ بابلون کے لئے خطرناک تھا۔ اور دوسری طرف قوم میبر کے لئے بابلون کے سب دروازے کھلے تھے۔ عرب بھی گو جنگ آور اور بہادر تھے۔ مگر تاریخ قدیم میں وہ کبھی کسی ملک کے لئے خطرناک ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ آب و ہوا کے ناموافق اور ریگستان کی وجہ سے لوگ منتشر ہوئے رہتے تھے۔ بے تعصب مورخین کے لئے یہ امر ہمیشہ باعث تعجب رہا ہے۔ کہ عرب کی منتشر اور کم تعداد قوم کو کیونکر حضرت محمد صلعم کے وقت میں یہ طاقت حاصل ہوئی۔ کہ گردونواح کی زبردست سلطنتوں کو تہ و بالا کرتی ہوئی ہند سے لے کر ہسپانیہ تک اور ہسپانیہ سے جنوبی افریقہ تک تمام ملکوں پر حکمرانی کرنے لگی گو ہزارہا فسانے اور داستانیں مشہور ہیں۔ مگر تاریخ قدیم میں ایسا کوئی بھی واقعہ نظر نہیں آتا۔

بابلونی کون تھے

بابلونی کئی ایک سمتوں سے مخلوط تھے۔ جن میں سے بہت سا حصہ خالدین تھے۔ اور چونکہ خالدین تورانی نسل سے ہیں اسلئے ملک بابلون کے باشندوں میں بہت سے حصہ میں تورانی قوم آباد تھی۔ زبان وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں قوم سمیٹ اور آریا بھی مخلوط تھی۔ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ کہ ملک خالدی میں سب سے پہلے نسل تورانی آباد تھی جس کی

مزوونے بنا ڈالی تھی۔ اور جسقدر تہذیب گرد و نواح کے ملکوں میں پھیلی۔ وہ اسی قوم سے نقل کی گئی تھی۔ زمانہ قدیم میں ۱۵۴۶ قبل مسیح سے لے کر ۱۳۰۰ قبل مسیح تک ملک خالدی میں عرب خاندان کے بادشاہ حکمران رہے ہیں عرب خاندان سے ملک عرب کے رہنے والے مراد نہیں۔ بلکہ اُن کے آبا و اجداد جو نسل سمیت سے تھے۔ یہ خاندان بزور بازو حکمران نہیں ہوا۔ غالبًا عرب خاندان کا قوم خالدین سے کوئی رشتہ و اتحاد تھا۔ اور انقلاب روزگار سے کسی نہ کسی طرح اس قوم نے اُس خاندان کے بادشاہوں کے تخت پر متمکن کر لیا۔ ۱۳۰۰ قبل مسیح قوم اسرین نے بابلون دار الخلافہ ملک خالدی کو فتح کر لیا۔ محکوم ہونے کی وجہ سے اِس قوم کا نام و نشان مٹنے لگا۔ کیونکہ اُنہیں فاتح قوم کی زبان اور رسوم مجبورًا اختیار کرنی پڑیں۔ اور چونکہ اسرین نسل سمیت سے تھے۔ اسلئے خالدین کا اس قوم سے اختلاط ہونے لگا حتیٰ کہ مورخین قدیم بوجہ مشابہت خالدین کو نسل سمیت سے سمجھتے رہے۔ اسکی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ خالدین اپنی تمام ہمسایہ قوموں سے تہذیب میں افضل تھے۔ اسلئے اسرین کو بھی اُن سے بہت کچھ سیکھنا پڑا۔ اور اس طرح یہہ دو مختلف نسلوں کے لوگ ملکر ایک ہو گئے۔ خالدین کی قابلیت اور اُن کی ایجادیں زمانہ قدیم میں زبان زد خلایق تھیں۔ حضرات عزرایا۔ جرمیا اور دانیال اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ارسطو جو اُن کے وقت سے صدہا سال بعد پیدا ہوا ہے۔ اُنہیں اُستاد مانتا ہے۔ الغرض اسرین اور خالدین کا اختلاط ہونے سے علم اور تہذیب تو خالدین کی بحال رہی۔ اور زبان اسرین قوم کی غالب ہو گئی۔ بابلونی جو ان دونوں قوموں کی اولاد ہیں۔ اُن کے خط و خال سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں بہت سی نشانیاں تو سانیوں کی بحال رہی ہیں۔ جیسا کہ ایک زمانہ میں خالدین مہذب قوموں کا سرتاج تھے۔ ویسا ہی بابلونیوں نے علم و تہذیب میں اپنی تمام معصر قوموں کو

مات کر دیا ہے۔ تجارت۔ حرفت۔ صنعت اور تعلیم میں وہ یگانہ تھے۔
یہو دی جو آجکل تجارت میں شہرہ آفاق ہیں۔ اسی قوم کے شاگرد تھے۔
اِس میں کچھ شک نہیں کہ بابلیوں کو تجارت کے خیال نے طامع آرام پسند
اور بزدل بنا دیا تھا۔ جیسا کہ آجکل یورپین تجارت کو ترقی دینے کے لئے
دنیا و دین کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور زر کا لالچ اُن سے بڑی بڑی بے شرمی
کا کام کراتا ہے۔ تماشہ گاہوں میں برہنہ عورتوں کا نمودار ہونا۔ دوکانوں
میں خوبصورت لڑکیوں کا نوکر رکھنا اسی خیال سے ہے۔ کہ ملک ملک کے
بے شرم اور شہوت پرست لوگ دیکھنے آویں۔ اور اس طرح سے یورپ کا
بازار تجارت گرم ہو۔ بابلونی بھی غیر ملکوں کے لوگوں کو مایل کرنے کے
لئے بڑی سے بڑی بے شرمی کو روا سمجھتے تھے۔ ہر ایک عورت پر فرض
تھا کہ اپنی عمر میں ایک دفعہ بلیتس کے مندر کو جاوے۔ اور وہاں جو کوئی
سر عام اُس کا طلبگار ہو۔ اُس سے ہم آغوشی کرے۔
بجائے نکاح کرنے کے بابلونی کنواری لڑکیوں کو منڈی میں لے جا کر
عام کے سامنے نیلام کرتے تھے۔ اِس سے بھی مقصد یہی تھا کہ دور دور سے
حسین لڑکیوں کے نظارہ کے لئے لوگ بابلون کو آویں۔ اور یوں طالبان
زر نقدی کھری کریں۔ کرتیس ایک مورخ یونان لکھتا ہے۔ کہ اجنبی لوگ
کسی لڑکی کے والدین کو حسب المطلب کچھ رقم ادا کر کے ہم بستری کی اجازت
حاصل کر سکتے تھے۔ نکلس و مسکس ایک اور مورخ یونان کہتا ہے کہ" بابلونیوں
کی لڑکیاں ملائم الطبع اور نازک بدن تھیں۔ جوانمرد اُن کی رنگین پوشاکوں
پر نظر کرنے کو رتبہ اعلیٰ کا حاصل کرنا سمجھتے تھے۔ اُن کی بالیاں۔ قیمتی اور
ملائم لباس قابل دید تھے۔ ہر ایک شخص بہت سی شادیاں کرتا تھا۔ شراب
خوری عام تھی۔ اکل و شرب پر فضول خرچیاں کرتے تھے۔ میزیں سونے اور
چاندی کے برتنوں سے لدی نظر آتی تھیں۔ قصہ مختصر بابلونی ہر طرح کی عیش و

عشرت پر فدا تھے"۔

معصیت اور بدکاری گو عارضی وقت کے لئے قوم کی خواہشوں کو پورا کرے۔ تو کیا اُس کا انجام ہمیشہ تباہی اور بربادی ہے۔ عروج کے زمانہ میں بابلونی بہادر اور طاقت ور سپاہی تھے۔ خلیج فارس سے لیکر دریائے نیل تک کے میدان اُن کی الوالعزمی کے گواہ ہیں۔ باوجود مرد میدان ہونے کے بابلونی بڑے ظالم تھے۔ مفتوحہ قوموں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو جلاوطن کرنا۔ بتکلیف وہ اور طویل قید اور مغلوبوں کے بچوں کا اُنکی انکھوں کے سامنے قتل کرنا معمولی سزائیں تھیں۔ قوانین کی سختی سے امیر وغریب یکساں ترساں تھے۔ بادشاہ وزیر اعظم تک کو ایک اشارہ سے قتل کرا سکتا تھا اور اگر رعیت بادشاہ کی دشمن ہو جاتی تھی۔ تو وہ بھی بادشاہ کو نہایت ذلت سے مار ڈالے بغیر آرام نہیں لیتی تھی۔ اکثر گرم کڑاہی میں پھینک کر اُسے جلا دیتے تھے۔ ان تمام ظلموں کی بنا غرور تھا۔ غرور جو ایک مہلک مرض ہے کامیابی کے وقت کم وبیش ہر قوم پر غلبہ کرتا ہے۔ اور انجام کار تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ بابلونی غرور وتکبر میں تمام ایشیای قوموں سے بڑھکر تھے۔ جس وقت بنوچد نذر نے اردگرد کی ریاستوں کو فتح کرکے شہر بابلون کو مالا مال کیا۔ اُس وقت تکبر نے بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلوا دیا "کیا یہ بابلون وہی ہے جسے میں نے اپنی طاقت بے مثال کے اظہار اور اپنی ذات اعلی کی عزت کے لئے بنایا ہے"۔ الغرض بو سے خودی سے قوم کا دماغ پُر ہو گیا۔ باوجود تمام برائیوں کے بابلونی متعصب اور مذہب میں ثابت قدم تھے۔ مگر اُنکی عبادت محض ریاکاری اور جاہ وجلال کے دکھاوے کا ذریعہ تھی۔ تجارت میں اُن کا دیانت دار ہونا اُن کی ترقی سے ثابت ہوتا ہے۔ جب تک ایک قوم جو تجارت کو بڑہانا چاہتی ہے۔ حساب میں سچائی اور معاملہ میں درستی اختیار نہ کرے کامیابی ناممکن ہے۔ دیانت دار تاجر اپنے لئے مستقل اور روز

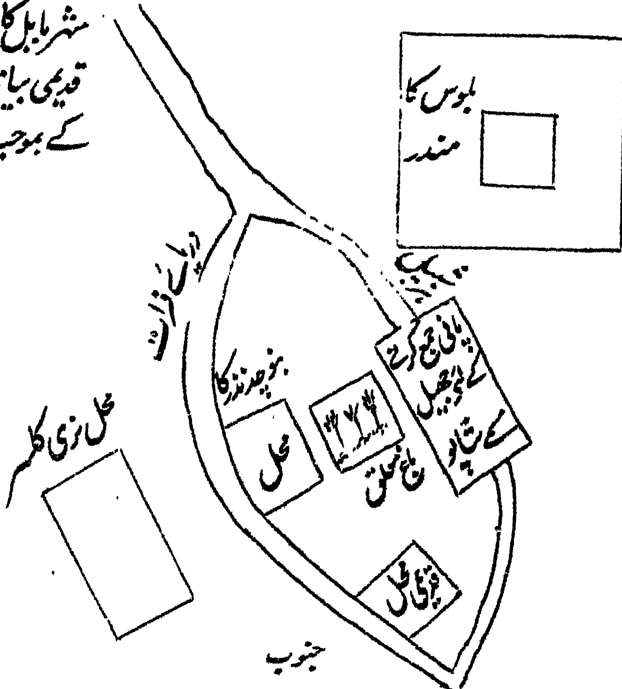
روزافزوں ذریعہ معاش بنتا ہے۔ اور دھوکے باز دوکان دار یا تو ایک نہ ایک دن دوالیہ ہوتا ہے۔ اور یا بلائے قید میں گرفتار ہوتا ہے ؎

تو پاک باش برادر مدار از کس باک
زنند جامۂ ناپاک گازراں برسنگ

شہر بابل۔

کہو کچھ تو اے شہر خاموش زباں — زمانہ کی گردش ہے تجھ سے عیاں
زمیں تو نے دیکھے عجب انقلاب — ہی خشک گاہے گہے غرق آب
سمندر جہاں آج ہے موجزن — وہاں کل کھڑا تھا درختوں کا بن

اگر تناسخ کا مسئلہ صحیح ہوتا۔ تو خدا جانے آج کتنے ہی دل شکستہ اور غم رسیدہ



اِس ویران شہر کے کھنڈروں پر آنسو بہاتے نظر آتے - وہ اولوالعزم بادشاہ جو دارالخلافہ کی زیب و زینت کو اپنے لئے عزت و افتخار کا باعث سمجھتے تھے وہ جفاکش مزدور جو تادم نزع اِس عالی شان شہر کی تعمیر میں مشغول رہے ہیں اور وہ مغرور اہل شہر جو اس شہر کے خوب صورت بازار اور جھکتی ہوئی گلزاروں کو دیکھکر جنت فردوس پر ترجیح دیتے تھے - کیا آج اِس مخزن شان و شوکت اور مرکز علم و تجارت کو مٹی اور چونہ کا انبار دیکھنا اُنھیں خون کے آنسو نہ رُلاتا یا بلونی تو کیا سینکڑوں مسافر جنہوں نے اس کے قدیمی عز و جلال اور موجودہ زوال کا اندازہ لگایا ہے - ان عبرت کے موتیوں پر جو اس خاک کے ذرے ذرے میں پنہاں ہیں دو چار آنسو نثار کرہی آتے ہیں ؎

چپے چپے پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

گو مورخین قدیم شہر نینوا کو بابل سے بڑا بیان کرتے ہیں - مگر کھنڈرات کی ملاحظہ اور دیگر وسایل سے ظاہر ہوتا ہے - کہ بابل بڑا تھا - شہر بابل مربع شکل کا تھا اور مورخین قدیم کے بیان کے بموجب اِس گرد اکوئی چھپن میل کے قریب تھا - اور فصیل شہر کے اندر اسقدر قابل زراعت زمین موجود تھی - اگر شہر کا محاصرہ ہوجاتا - تو باشندگان شہر کے اندر ہی کافی غلہ پیدا کرسکتے - دریائے فرات جو شہر کے وسط میں سے گذرتا تھا - کشتیوں سے پُر تھا - پل بھی جا بجا تھے - مشہور عمارات شہر بلوس کا مندر اور دو محل ہیں - ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ بلوس کا مندر مربع شکل کا تھا - جس کا ایک ضلع چوتھائی میل سے کم نہ ہوگا - مندر کا مینار جو آٹھ منزل کا تھا - بابلونیوں کی عالی حوصلگی اور دریا دلی کا ثبوت ہے - ہیروڈوٹس کے وقت میں آخری منزل پر ایک سونے کی میز اور چارپائی دھری تھی - بت اُس زمانہ میں وہاں نہیں تھے - فارسیوں کے حملہ بعد جب سب قیمتی چیزیں وہاں سے لُٹ گئیں - تو

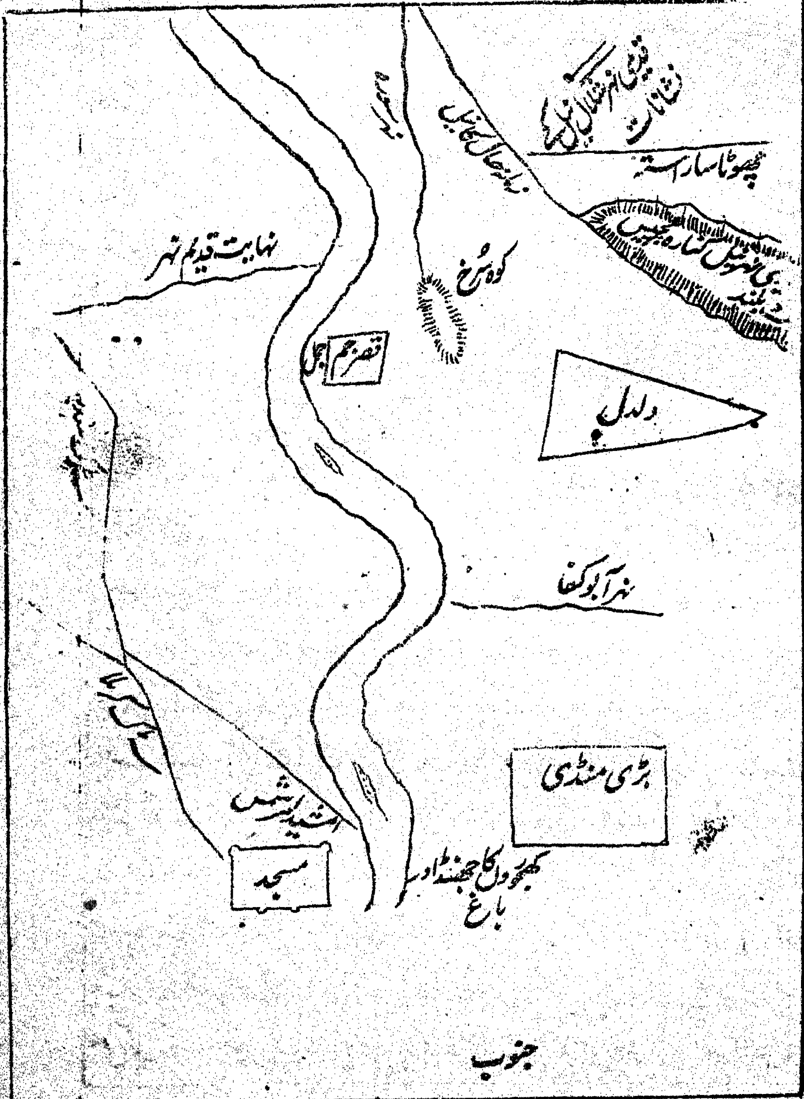
بت دھرے گئے۔ ڈایو ڈورس لکھتا ہے۔ کہ بت خانہ میں تین سونے کے بت تھے۔ یعنی بیل۔ بلیس اور ایشتر کے۔ بلیس کے بت کے سامنے دو سونے کے شیر تھے۔ اور ان کے نزدیک ایک نہایت وزنی چاندی کا سانپ دھرا تھا۔ سونے کی میز چالیس فیٹ لمبی اور پندرہ فیٹ چوڑی تھی اور ان بتوں کے سامنے دھری تھی۔ سونے چاندی کے گھڑے اور گلاس بھی وہاں دھرے تھے۔ مینار کی آٹھویں اور پہلی منزل پر اسی قسم کا قیمتی سامان دھرا ہوا تھا۔

سب سے زیادہ دل چسپ اور عجیب مقام باغ آویزاں تھا۔ جو بادشاہ بنوچد نذر نے اپنی بیوی آموہیا کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اس باغ کی خوبصورتی حیطۂ تحریر سے فزوں ہے۔ دور دور سے لوگ دیکھنے آتے تھے۔

وہ مقام جسے عرب آجکل بابل کہتے ہیں۔ خقندرات کا شمالی حصہ ہے۔ اور نہایت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ دیوار شہر بھی نہایت عجیب وغریب ہے۔ جو کرتیس کے قول کے بموجب ایک سو نوے فیٹ بلند اور چالیس فیٹ عرض میں تھی۔ اور فصیل میں دو سو پچاس مینار تھے۔

شہر بابلون کے کھنڈرات کا نقشہ

شمال



اس زمانہ کے علم و ہنر

ہر ایک مورخ اس بات کو مانتا ہے کہ فارسیوں کے حملہ سے پہلے تمام اقوام قدیم کی نسبت زیادہ شایستہ اور عالم تھے۔ علماء انہیں مصریوں کا ہمپایہ خیال کرتے ہیں۔ یونانی اور رومن بھی اُن کی بجید تعریف کرتے ہیں بابلونی نجوم اور علم تعمیر میں شہرۂ آفاق تھے۔ اُن کی عمارات ہیں سے دو دنیا کی سات عجائبات میں سے گنی جاتی ہیں۔ اول بلوس کا مندر اور دوم باغ معلق۔ علم نجوم میں خصوصاً اُن کی کسی نے برابری نہیں کی۔ یونانی جن کا تمام یورپ مدح سرا ہے۔ اپنے تئیں علماے بابل کا ادنے شاگرد کہتے ہیں علم تعمیر میں اولاً قوم خالدین نے بڑی ترقی کی ہے۔ بابلونیوں کی بے مثل عمارات خالدین ہی کی ایجادوں کا نتیجہ ہیں۔ بابلونی مندروں کی زیب و آرایش میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے تھے۔ بلوس کا مندر اس بیان کا کافی ثبوت ہے۔ برس کے مندر کی بھی عمارت لاثانی ہے۔ اسے انہوں نے عقاید نجوم پر مبنی کیا تھا۔ مندر کے نیچے سے لے کر اوپر تک سات درجے تھے۔ ان سات درجوں کے انہوں نے علیحدہ علیحدہ رنگ مقرر کئے تھے۔ جو کہ سات برجوں کے متناسب تھے۔ سورج کے لئے سنہری۔ چاند کے لئے چاندی کا سا رنگ۔ زحل کے لئے سیاہ۔ مشتری کے لئے نارنگی یا صندلی۔ مریخ کے لئے سرخ۔ زہرا کے لئے پیلا اور مرکری کے لئے نیلا رنگ مقرر کیا ہوا تھا۔ ان سات برجوں کا حساب قوم خالدین کے وقت سے ہے۔ اس عمارت کو دیکھ کر اس لائق معمار کے ہاتھ چومنے کو جی چاہتا ہے۔ کس کس حکمت سے اس نے ہر ایک رنگ کو بنایا ہے پایدار اور مضبوط عمارتوں کے بنانے کے نسخے انہیں کو معلوم تھے۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بابلونی کلیں وغیرہ بنانے کے بھی علم سے ماہر تھے چنانچہ

کھنڈرات میں سے ایک خوردبین بھی برآمد ہوا ہے۔ بابلونی چھوٹی چھوٹی نگینوں پر اس خوبصورتی سے تصاویر بناتے تھے۔ کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ سوائے اعلے درجہ کے اوزار اور خوردبینوں کے ایسا کام کرنا محال ہے۔ سیم وزر اور طرح طرح دھاتوں پر اُن کی دستکاری پایۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ پارچات بنانے میں بھی وہ شہرۂ آفاق تھے۔ خصوصاً اُن کے بنائے ہوئے قالین اور دریاں جن کے لئے آجکل روم و ایران مشہور ہیں۔ عجیب و غریب تھے۔ یورپ کا موجودہ علم نجوم مختلف طریق سے ہے۔ مگر حقیقت میں مختلف ستاروں کے مقامات وغیرہ کو یاد رکھنے اور نظام فلکی کے تغیرات کو ملاحظہ کرنے کے لئے خالدین کا طریقہ یورپ سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ستاروں کے اکٹھا ہونے سے جو مختلف شکلیں بنتی ہیں۔ اُن کا خیال رکھتے تھے۔ چونکہ سیارے گردش کرتے کرتے ہمیشہ اپنے مقامات کو تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے الگ الگ زمانہ کی اشکال نجوم کا ملاحظہ کرنے سے ہم بآسانی اُن کی رفتار اور طریق گردش کے متعلق اصول وضع کر سکتے ہیں۔ یورپ کے نجومی بھی آجکل بابلونیوں کی نقل کر رہے ہیں۔ اور اُنہیں کے طریق سے مشاہدے کرتے ہیں۔ قدیمی علم نجوم جسے آجکل یورپین ہندبیں للاتے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ کیونکہ عرب نے ہسپانیہ کے کتب خانوں کو ہر طرح کے علوم کی کتابوں سے لبریز کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے مصر و یونان اور یونان نے بابلونیوں سے سیکھا ہے۔ بر جہائے شمسی اور قمری کا حساب بلکہ علم نجوم کے سارے اعلے اصول بابلونیوں کی وقت سے ہیں۔ سورج اور چاند گرہن کی نسبت بھی اُنھوں نے بہت سے مشاہدے کئے تھے۔ مگر حقیقت میں اُنھوں نے اُس زمانہ میں اُس کی اصلی وجوہات معلوم نہیں کیں۔ کیونکہ نظام فلکی کے اصول دریافت کرنیکے

لئے طول وطویل زمانہ چاہئے۔ انہوں نے حساب کر کے لکھا ہے کہ اٹھارہ سال اور دس روز کے بعد چاند گرہن واقع ہوتے ہیں۔ یونانیوں کا سب علم نجوم بابلونیوں کی طفیل تھا۔ بابلونیوں نے کبتوں پر چاند گرہن کی چار تاریخیں تحریر کی ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔ ۷۲۱ قبل مسیح۔ ۷۲۰ قبل مسیح۔ ۶۲۱ قبل مسیح۔ اور ۵۲۳ قبل مسیح۔ ان میں سے ۷۲۱ قبل مسیح کا گرہن کل چاند پر تھا۔ مورخین قدیم نے یہ غلطی کی ہے۔ کہ علم نجوم کے آغاز کو بادشاہ نبوناصر کے وقت سے خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یوں ہے کہ اس بادشاہ نے اس لالچ سے کہ اس کا نام آئندہ کے لئے علم نجوم کے شائقین میں مشہور ہو اور اُسے اس علم کا موجد گنا جاوے۔ تمام پرانی کتابوں وغیرہ کو برباد کر کے مشاہدات کا حساب اپنے وقت سے شروع کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر حقیقت میں علم نجوم اُس سے ہزارہا سال پہلے کا ہے۔ جیسا کہ کبتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ بابلونی سورج گرہن کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں اور سیاروں کی مختلف حرکات اور اُن کے باہمی فاصلوں کی نسبت انکے معلومات زمانہ حال سے کم نہ تھیں۔ کیونکہ بہت سے نتائج انہیں کے وقت سے مانے جاتے ہیں۔ یونان کو اُن کے علم کا ایک حصہ معلوم تھا جس پر آج یورپ کے علماء مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں۔ غالباً بابلونیوں کے پاس دوربین بھی ہوں گی۔ کیونکہ ایسے مشاہدات میں اس آلہ کا ہونا ضروری ہے۔ کھنڈرات میں سے بہت سے کتبے ایسے پائے گئے ہیں جنمیں نجوم کے ذریعہ سے پیشین گوئیاں کی ہوئی ہیں۔ ہندوستانی وضع کا نجوم بھی انہیں کے وقت سے ہے۔ جیسا کہ آجکل یورپ میں موسم کے تغیر اور بارش وغیرہ کی نسبت پیشین گوئیاں کرتے ہیں۔ بابلون میں یہ بھی رواج عام تھا۔ حتی کہ وہ زلزلہ وغیرہ کی نسبت بھی پیشین گویاں کیا کرتے تھے۔

مگر یہ امر باعث تعجب ہے کہ اُن کی پیشین گوئیاں صرف اپنے ہی ملک میں محدود تھیں۔ گرد و نواح کے ملکوں کی نسبت کبھی اُنھوں نے کچھ نہیں لکھا۔ یونانی سیدین۔ نابوریان وغیرہ اُس زمانہ کے چند مشہور نجومیوں کا نام بیان کرتے ہیں۔ مگر اُنھوں نے اُن کے زیادہ حالات نہیں لکھے۔ بابلون میں سال بھر کے لئے جنتریاں فروخت ہوتی تھیں۔ جس میں موسم وغیرہ کی نسبت تاریخوار پیشین گویان درج ہوتی تھیں۔ اِس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بابلونی علم ریاضی میں بہت لائق ہوں گے ؞

بابلونیوں کے اوضاع و اطوار

کھنڈرات میں سے جو کتبے وغیرہ دستیاب ہوئے ہیں۔ گو اُس نے بابلونیوں کے اوضاع و اطوار کا نتیجہ نکالنے میں کافی مدد نہیں ملتی۔ مگر مورخین یونان کی تحریرات اس معاملہ میں مکمل ہیں۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ وہ لٹھے کا گھگھرا پہنتے تھے۔ جو پاؤں تک پہونچتا تھا۔ اور اُس پر ایک اور گھگھرا جو پشم یا کسی اور قیمتی کپڑے کا ہوتا تھا پہنا جاتا تھا۔ گلے میں عام لوگ چھوٹا سا انگرکھا یا فتوئی پہنتے تھے۔ مگر امیر لوگ ایک قسم کا لمبا چوغہ جس میں بار ونگے رستے تھے پہنا کرتے تھے۔ دستار بھی رائج تھی۔ گو امیر لوگ آسانی کے واسطے ایک خاص وضع کی ٹوپی کو ترجیح دیتے تھے۔ بہر صورت اُن کا لباس آجکل کے عرب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ بادشاہ زیور کے بھی شوقین تھے چنانچہ عموماً کڑے پہنا کرتے تھے۔ پاپوش کی بجائے چپلیان استعمال کی جاتی تھیں۔ ہتھیار اُس زمانہ میں سب اعلیٰ درجہ کے موجود تھے۔ تیر کمان۔ خود۔ تیغ و تبر اور زرہ نہایت صفائی اور کاریگری سے بنائے جاتے تھے۔ سپاہ پیادہ اور رسالوں کا انتظام بطور سابق تھا۔ چوپہیہ گاڑی جس میں چار گھوڑے جُتتے تھے۔ بابلونیوں نے ایجاد کی تھی۔ اس قوم کا استعمال

فتح یروشلیم سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ جب تک اِس شہر کو فتح نہ کرسکے برابر سال بسال حملہ آوری کرتے رہے ۔ قواعد وغیرہ میں بابلونی لایق نہ تھے ۔ اور سپاہ کو مختلف قوموں سے جمع کرتے تھے ۔

حملہ آوری سے پہلے فالیں ڈالی جایا کرتی تھیں ۔ اور جس طرف جنگ شروع کرنے کی پروہت ترغیب دیتے تھے ۔ اُسپر عمل کیا جاتا تھا ۔ پروہت لڑائی میں بھی ہمراہ رہا کرتے تھے ۔ خالدین علم فلسفہ وغیرہ میں لایق ہونے کی وجہ سے عموماً پروہت مقرر کئے جاتے تھے ۔ اور انہیں ہر طرح کا امتیاز اور رعب و داب حاصل تھا ۔ بت خانوں کی عبادت ۔ فالیں ڈالنا ۔ علم نجوم سے پیشین گویاں کرنی سب انہی کے سپرد تھا ۔ ان کے پاس کتابیں بہت اعلے اعلی درجہ کی مخفی رہا کرتی تھیں ۔ جن کا اوروں کو میسر ہونا محال تھا ۔ اور چونکہ یہ کتابیں زبان خالدین میں تھیں ۔ اس لئے ان کا پڑھنا بھی غیروں کے لئے ممکن نہ تھا ۔

بابلونی تجارت میں نہایت سرگرم تھے ۔ اور طرح طرح کا کپڑا درآمد کے لئے تیار کرتے تھے ۔ مال تجارت کی تقسیم میں آسانی کے لئے اُنھوں نے اردگرد کے املاک میں گودام خانے مقرر کئے ہوئے تھے ۔ چنانچہ ساحل عرب پر ایک مقام موسوم بہ گرہ میں بہت سا مال فروخت کا ذخیرہ جمع رہا کرتا تھا ۔ علاوہ دوسرے ملکوں کے اُن کا مال تجارت ہند کو بھی جاتا تھا درآمد کا مال یا تو براہ راست جہاز کے ذریعہ سے اور یا خشکی کے راستے بلوچستان سے ہوکر ہندوستان کو پہونچتا ہوگا ۔ زراعت کا بھی یہ قوم کچھ کم خیال نہیں کرتے تھے ۔ کھجوروں کے لئے سوائے پانی کا انتظام کرنے کے انہیں کچھ اور تکلیف نہ تھی ۔ بابلونی کہتے ہیں کہ کھجور کے درختوں میں بھی مؤنث اور مذکر کی تمیز ہے ۔ جب تک مذکر کھجور کا اندرونی حصہ مؤنث کھجور کے پھولوں سے نہ چھوئے پھل پیدا ہو نہیں سکتا ۔ اگر ان دونو درختوں کو

نزدیک نزدیک بویا جائے تو قدرت خود ان ضروریات کو پورا کر دیتی ہے ۔
کھجوروں کی ترقی کے لئے بابلونی مصنوعی ذریعے بھی کام میں لاتے تھے۔ اگر
زمین ریتلی نہ ہو۔ تو وہاں نمک چھڑک دیتے تھے ۔ اور وہاں گٹھلی یا شاخ کو
بو دیتے تھے ۔ جب ضرورت درخت کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو
تبدیل کر دیتے تھے ۔ مگر ایسا تغیر عموماً نصف موسم گرما میں کیا جاتا تھا ترکاریاں
اُگانے میں بھی یہ قوم بہت ہوشیار تھی ۔ بابلونی مچھلی کے بڑے شوقین تھے
اور اسے جال کے ذریعہ سے پکڑ کر نہایت عجیب طریقہ سے پکاتے تھے اُسے
دھوپ میں سُکھا کر پیس ڈالتے تھے ۔ اور پھر اُس کی روٹیاں پکائی جاتی تھیں
باوجود اسقدر شایستہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے بابلونی غیر مہذب قوم میدی کی
طرح شراب خوار تھے ۔ علم موسیقی تو اُن کا روح رواں تھا۔ ستار۔ طنبورہ
اور کئی اور ساز بجاتے تھے ۔ عورتوں کا پردہ بابلونیوں میں رائج نہ تھا۔
اسلئے چند رسومات بد جن کا پیشتر ذکر کیا گیا ہے ۔ کچھ باعث تعجب نہیں۔
آج کل گو تمام یورپ زنانہ پردہ کی مخالفت کرتا ہے ۔ مگر کیا تاریخ قدیم اور
کیا یورپ کے موجودہ حالات اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ کہ جن قوموں
میں پردہ کا رواج نہیں۔ زناکاری اور بدکاری بھی وہاں عام ہیں ہاں
عورتوں کو تعلیم پانے اور مہذب ہونے سے روکنا سراسر غلطی ہے ۔ ہماری
اولاد کی تعلیم اور لیاقت انہیں کی توجہ سے ترقی پذیر ہو سکتی ہے جب
عورتوں کو بھی خدا نے دماغی طاقتیں عطا فرمائی ہیں تو اُن کا بھی استعمال
کرنا چاہئے۔ تہذیب اور تعلیم اگر ظاہرداری اور غیر ضروری آراستگی کے
خیالات سے بری کی جاوے ۔ اور اس کی بنا طلب حقیقت اور خاکساری
پر ڈالی جاوے تو قوم کے سب عیبوں کی دوا بن سکتی ہے ۔ ورنہ ایسی تہذیب
سے جو بیجا آزادی سکھاتی ہے۔ جاہل مطلق رہنا بہتر ہے ۔
ہندوستان کی تہذیب کو شروع ہوئے گو دو ہزار سال ہو گئے ہیں ۔

جہاں تک ہمیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ تعلیم نسوان کا ابتدا ہی سے خیال نہیں کیا گیا۔ اب اگر ناظرین سے پوچھا جاوے کہ اگر یہی طول و طویل عرصہ عورات سرگرم تعلیم رہتیں۔ اور مردوں کو سیکھنے سے محروم کیا جاتا۔ تو ملک کی کیا حالت ہوتی۔ جس کسی نے تعلیم یافتہ عورات کے حالات پر غور کیا ہے وہ بلا تامل کہدے گا۔ کہ آج کم سے کم نصف ہندوستان کی عورتیں عالم اور لایق ہوتیں۔ اور ہند میں علم آجکل کی نسبت بدرجہا زیادہ اور وسیع ہوتا۔ اب مردوں نے آجتک ہندوستان میں کیا قابلیت ظاہر کی ہے۔ ابتدا میں انہوں نے چند صدیوں میں یکایک ایسی ترقی کی۔ کہ کہیں کے کہیں پہنچ گئے اور ابھی انہیں داد لیاقت اور ہوشیاری بھی نہیں ملی تھی۔ کہ ایک آدھ صدی میں پھر جاہل مطلق ہو گئے۔ الف کے نام بے بھی نہیں سمجھتے۔ نادانی اور جہالت کی چند صدیوں کے بعد حملہ آور مسلمانوں نے پھر انہیں تعلیم کی گاڑی کے آگے جوت دیا۔ واقعات بدلنے اب بھی دور تک نہ پہنچنے دیا۔ اور بار دیگر ابر جہالت ملک پر پھیل گیا۔ کاش کہ ہم ہمیشہ سے ہی بے علم و تہذیب ہوتے آج ہمیں یہ کہہ کہکر تو رونا نہ پڑتا۔ کہ ہمارے باپ دادا عالم نجوم و منطق تھے اور ہمیں ہائے لکھنا پڑھنا بھی نہیں آتا۔ ان سب برائیوں کے اسباب ہماری عادات و رسوم میں پنہاں ہیں۔ اشرف المخلوقات کہلانے کے صرف مرد ہی مستحق نہیں اس میں عورت بھی شامل ہے۔ خداوند کریم نے بعض باتوں میں مرد کو فضیلت بخشی ہے۔ اور بعض میں عورت کو۔ کامیابی تب ہی ہو سکتی ہے کہ دونو فضیلتوں سے کام لیا جاوے۔ مرد میں قوت ایجاد زیادہ ہے۔ اور عورت میں قوت حافظہ۔ مرد ہزار علوم بنا دیں۔ مگر جب تک وہ عورتوں کو نہ سکھائے جاوینگے اُن کا پایدار ہونا ناممکن ہے۔ کتابیں جل سکتی ہیں۔ کتنے برباد ہو سکتے ہیں۔ مگر جو علوم حافظہ میں ہیں تا بقائے انسان زائل نہ ہوں گے۔ یہ داستانیں جو ہزارہا سال کی ہمیں کتبوں سے ملی ہیں۔ خدا جانے کتبوں کی تحریر سے کتنے

ہزار سال پہلے کی ہیں۔ انہیں کس نے محفوظ رکھا ہے۔ عورات کے حافظہ نے۔ مرد جنگ میں تلاش معاش میں یا کسی اور شغل میں ساری باتیں بھول جاتا ہے یہ عورت ہی کی طفیل ہے کہ نسلاً بعد نسلاً اپنے معلومات کو اولاد کے سپرد کر کے ہزارہا سال تک قائم رکھتی ہے۔ جیسے کہ عورت کسی چیز کے ایجاد کرنے میں ناقابل ہے۔ ویسے ہی کسی ایجاد کردہ چیز کے پھیلانے میں بے بدل ہے۔ کسی عورت کو کوئی جھوٹی سچی حکایت کہکر تجربہ تو کر دیکھو کہ کتنے قلیل عرصہ میں ہر ایک کے کانوں تک پہونچتی ہے۔ علوم کے پوشیدہ رکھنے کی علت بد ہمارے سلف کو اسی سبب سے تھی کہ وہ عورتوں کو نہیں سکھاتے تھے۔ اگر عورتوں کو اپنا رازدار بناتے تو آج ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک علوم قدیم کا ڈنکا بجتا نظر آتا۔ عورتیں صرف علم کے پھیلانے ہی میں مدد نہیں دیتیں بلکہ اُس کی ترقی میں بھی وہ بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ جس وقت تعلیم عورتوں کے معلومات کو مرد کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ تو مرد کو از خود ترقی کا اشتعال پیدا ہوتا ہے اور چونکہ اُس میں قوت ایجاد موجود ہے۔ اس لئے وہ آگے بڑھنے میں ناکامیاب نہیں ہو سکتا۔ جھوٹ بھی ہندوستان کی مہلک امراض میں سے ہے۔ جس گھرانے یا قوم میں عورتوں کو عزت و شرافت حاصل ہو۔ وہاں یہ عادت بد کبھی داخل ہونے نہیں پاتی۔ کیونکہ راستبازی عورت کا قدرتی جوہر ہے۔ اُس کا رُعب مردوں کو کبھی اس گناہ کا مرتکب ہونے نہیں دے گا۔ جھوٹ بھی انسان کی قوت ایجاد ہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے مرد و عورات کے علیحدہ علیحدہ خواص کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر اس مضمون کی تفصیل آیندہ کی جاوے گی۔ کیونکہ اس مختصر کتاب میں گنجایش نہیں۔ اگر ہم نے عورتوں کی تعلیم اور ترقی میں بھی ویسی ہی کوشش کی۔ جیسا کہ ہم مردوں کے لئے سر کھپاتے ہیں۔ تو قوم کی ہزاروں خرابیاں دور ہو جاویں گی۔ اور ہندوستان آسمان تہذیب پر مہر درخشاں ہو کر دنیا کو روشن کریگا۔

مذہب بابلون

بابلونیوں کا مذہب وہی تھا۔ جس کے پندرہ سو سال پہلے قوم خالدین معتقد تھے۔ جیسے کہ پروہتوں کا لباس تک تا حال وہی تھا۔ ہاں اتنے عرصہ میں یہ فرق ضرور ہوگیا تھا۔ کہ اس قوم کے عیاش اور شایق شان و شوکت ہونے کی وجہ سے مندروں کا جاہ و جلال اب بدرجہا زیادہ تھا۔ بت طلائی کام سے مرصع تھے۔ بڑی بڑی قیمتی اشیا، صدقہ کے طور پر بتوں کی نذر کی جاتی تھیں۔ گاہے گاہے اختلاف رائے سے وقتاً فوقتاً بتوں کی تعظیم و تکریم میں بھی تفرقے پڑتے تھے۔ بادشاہ بنوچد نذر نے میرودخ کے بت کی فضیلت اور عظمت کو بدرجہا بڑھا دیا۔ اور اسے قدیمی بت بیل نامی کا ہمپایہ سمجھنے لگا۔ عوام کی پرستش میں تین بت اعلے تھے۔ میرودخ۔ بیل اور بینبو۔ چونکہ بادشاہوں کے نام ہمیشہ بتوں سے منسوب ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ہر ایک بادشاہ کے نام سے ہم اس کی پرستش کے خاص بتوں کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ مثلاً بادشاہان بنوچد نذر۔ بنوپلا سر اور بنونی دس کے ناموں سے ثابت ہے کہ یہ بادشاہ بت بینبو کی پرستش اور تکریم کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بھی بعض بعض دفعہ اپنے ناموں کو بتوں سے منسوب کرتے تھے۔ مگر وہ نام انہوں نے قصداً اب بگاڑ دیئے ہیں۔ تاکہ ان کی اصلیت کا پتہ نہ لگ سکے۔ مثلاً ایک یہودی شاہزادہ جسنے بابلون میں تعلیم پائی ہے۔ موسوم بہ عبد البینبو تھا۔ یعنے بت بینبو کا غلام۔ گو یہ نام آجتک رائج ہے۔ مگر یہودیوں نے اسے بگاڑ کر عبد النیگو کر دیا ہے۔ بتوں کی اس زمانہ میں ایسی کثرت تھی کہ جابجا چھوٹے چھوٹے مندر بنے ہوئے تھے۔ جہاں پرستش کے لئے کم سے کم ایک بت تو ضرور ہوتا تھا۔ عوام بتوں کے سامنے طرح طرح کی اشیاء خوردنی رکھ جاتے تھے جسے پروہت چٹ کر جاتے تھے۔ اور غریب لوگ بچارے خیال کرتے تھے

کہ بت ہی کھا جاتے ہیں۔ اعلےٰ درجہ کے لوگ بتوں اور خداؤں میں تمیز کرتے تھے۔ اور بتوں کو مختلف خداؤں مثلاً چاند سورج وغیرہ کی نشانیاں وغیرہ خیال کرتے تھے۔ مگر باوجود علم ولیاقت کے وہ بھی بدعتوں سے خالی نہ تھے۔ جیسا کہ آج کل عیسائیوں میں بعض عورتیں شادی نہیں کرتیں ویسا ہی اُن میں بھی بعض کنواری عورتوں کو پروہتن بنایا جاتا تھا۔ اور لوگ خیال کرتے تھے کہ خدا (اُن کے معنوں میں) رات کے وقت آسمان سے اُترتا ہے اور پروہتن سے ہم بستری کرتا ہے۔ اس خیال سے بت کے سامنے ایک چارپائی پڑی رہتی تھی۔ جس پر پروہتن خاص خاص موقعوں پر رات بھر سوتی تھی اور پروہت اپنا مُنہ کالا کرنے کے لئے وہاں جا دھمکتے تھے۔ عیسائیوں میں بھی بن بیاہی عورتیں جو کسی عیسائی مندر میں داخل ہو جاتی ہیں مقدس شمار کی جاتی ہیں۔ یہ رسم کفار قدیم سے ہے۔ گو عیسائیوں کو ان افعال بد کا مرتکب سمجھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ بت لکڑی۔ پتھر اور دھات وغیرہ سے بنائے جاتے تھے۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا۔ روئیں اور پیتل بھی مستعمل تھا۔ بعض دفعہ بتوں پر غلاف بھی چڑھاتے تھے۔ مثلاً بیل کا بت چاندی کا تھا اور اس پر بنوچد نذر نے سونے کا غلاف چڑھایا پروہتوں کو گزارہ کے واسطے مندر کے متصل کچھ زمین مل جاتی تھی۔ اور نذر نذرانوں سے بھی اُن کا کیسہ پُر رہتا تھا۔ ہیروڈوٹس مورخ یونان لکھتا ہے کہ سال میں ایک بڑا بھاری میلا لگتا ہے۔ جس پر بڑے بڑے جلسے ہوتے تھے۔ اس موقعہ پر لوگ بتوں کو مقدس گاڑیوں پر بٹھا کر سیر کرانے لے جاتے تھے۔

علاوہ بتوں کے بابلیوں نے بعض خداؤں کے لئے الگ علامات مقرر کی ہوئی تھیں۔ صلیب جس کی پرستش عیسائیوں میں عام ہے بابلون کے ایک بت کی علامت تھی۔ شمس (سورج کا خدا) کی علامت ایک دائرہ

تھا۔ اور اُس کی بیوی مسماۃ گولا کی نشانی ایک آٹھ کرنوں والا ستارہ بتاتے تھے۔ بابلون کے بہت سے مندروں کے نام قوم خالدین کے وقت سے ہیں مثلاً بیل کے مندر کا نام بیت سگاتھ قدیم سے ہے۔

ملک بابلون کے تاریخی واقعات

گو ناظرین ملک خالدی کا حال پڑھ چکے ہیں۔ مگر صرف تاریخ کا سلسلہ قایم کرنے کے لئے چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تیرہ سو سال قبل مسیح یہ ملک تغلات نین بادشاہ اسریا نے فتح کر لیا تھا۔ مگر چونکہ وہ خود وہاں کا انتظام کرنے کے ناقابل تھا۔ اسلئے اس نے اپنے ایک رشتہ دار کو وہاں کا حاکم قرار دیا اور کچھ عرصہ تک یہ ملک برائے نام خراجگزار رہا۔ رفتہ رفتہ ملک خالدی آزاد ہوگیا۔ اور باہمی جنگ وجدال ہونے لگا۔ مصر جو قدیم سے سلطنت اسریا کا حاسد تھا۔ اِس ملک کی مدد کرتا رہا۔ اس لئے بادشاہ اسریا نے بجائے کچھ کامیابی حاصل کرنے کے اپنے ملک کا تھوڑا سا حصہ ان لڑائیوں میں ہار دیا۔ اِس ناکامی سے دو سو سال کے بعد اسریا نے پھر اپنی طاقت کو بڑھا کر از سرِ نو کوشش شروع کی۔ اور ۹۰۰ قبل مسیح اشور ازیرپال کے بیٹے نے طول وطویل جنگ کے بعد ملک خالدی کو فتح کر لیا۔ مگر ۷۴۷ قبل مسیح میں بادشاہ بنوناصر کے وقت پھر یہ ملک آزاد ہوگیا۔ مگر اس بادشاہ نے ملک کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرکے اپنے تئیں ضعیف کر لیا۔ سمی رامس نامی ایک مشہور ومعروف عورت جس کی تعریف میں مورخین قدیم اسقدر سرگرم ہیں۔ اسی بادشاہ کی بیوی تھی۔ ۷۲۱ قبل مسیح میرودداخ بالادان بابلون کا بادشاہ تصور کیا گیا۔ اِس بادشاہ نے ایک عجیب وغریب معجزہ دیکھا اور اُس کی تعبیر پوچھنے کے لئے ہزکیہ پیغامبر کی طرف شہر یروشلیم کو ایک سفیر روانہ کیا۔ ہزکیہ نے اُسے بتایا کہ تم ایک نہایت مہلک بیماری میں مبتلا ہوگے مگر بعد میں شفا پاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا میرودداخ

بالادان کو آخرکار بادشاہ اسریا نے شکست دے کر جلا وطن کردیا۔ جتنے کہ رفتہ رفتہ تخت بنوپلاسر کو اس کی بیوفائی کے عوض میں نصیب ہوا جیساکہ ناظرین پڑھ چکے ہیں +

بادشاہان بابلون کی فہرست عرب خاندان کے تسلط سے بنوپلاسر کے وفت تک کی ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

بادشاہ کا نام	سن حکومت		اسکے عہد کے مشہور واقعات
خاندان اسرین	۱۳۰۰	قبل مسیح	تغلاتت پین سنے بابلون فتح کیا
بنوچدنذر اول	۱۵۰۰		
میرو داخ ادین اخی	۱۱۳۰	″	بادشاہان اسیریا سے لڑائیاں ہوتی رہین
میرو داخ شابک زیری	۱۱۱۰		
رسبر	...		بابلون نے مصر سے معاہدہ کرکے تھوڑا سا ملک اسریا سے فتح کرلیا
....	۸۸۰	″	اشور ازیرپال شاہ اسریا نے لڑائی کرکے بابلون سے اپنا ملک واپس لیا
میرو داخ سم ادین	۸۵۰	″	شلما سنر شاہ اسریا نے خانگی جنگ کے وقت اس بادشاہ کی مدد کی
میرو داخ بلاتز واجنی	۸۲۰	″	سمش ول بادشاہ اسریا نے بابلون فتح کیا۔
پل	۷۷۵	″	
بنوناصر	۷۴۷	″	ملک بابلون پھر آزاد ہوگیا
نادیس	۷۳۳	″	
چینیزوس	۷۳۱	″	

بادشاہ کا نام	سن حکومت	اس کے عہد کے مشہور واقعات
اِلُوْلُوْیا	۷۲۲ قبل مسیح	
میرودواخ بالاادان	۷۲۱ "	پیغمبر رینزیکیہ کی طرف سفیر روانہ کیا۔
سارگون	۷۰۹ "	بادشاہ اسریا نے بابلون فتح کیا
میرودواخ بالاادان	۷۰۳ "	بابلون کی بغاوت اور سناشریب کی فتح۔
سوسوب	۶۹۲ "	بابلون نے بغاوت کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔
آیسارحادون	۶۸۰ "	اسریا پھر بابلون فتح کرتا ہے
بنوپلاسر	۶۲۵ "	سلطنت اسریا تباہ ہوی۔

جس وقت قوم میدیہ غالب ہو رہی تھی۔ بابلون اور اسریا کی باہمی دوستی قایم تھی جب قوم سیبس کے حملہ نے سلطنت اسریا کو ضعیف اور ناتوان بنا دیا تب بھی بابلون نے اسریا کی وفاداری میں ثابت قدمی ظاہر کی۔ مگر آخر کار وہان ایک بغاوت ہو جانے پر شاہ اسریا نے اپنے سپہ سالار بنوپلاسر کو وہان امن بحال کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور آخر کار اُسے وہیں حاکم بنا کر رہنے دیا۔ مگر اس سپہ سالار کے دل میں بیوفائی کا ارادہ پہلے ہی سے تھا۔ جونہیں قوم میدیہ نے طاقت ور ہو کر اسریا پر حملہ کیا۔ تو بنوپلاسر فوراً سازش میں شامل ہو گیا۔ اور سیاکسارس کو کہنے لگا۔ کہ اگر اپنی لڑکی آموہیا کی شادی میرے بیٹے بنوچدنذر سے کردو۔ تو میں تمہاری مدد کو تیار ہوں۔ بادشاہ میدیہ نے بخوشی منظور کر لیا۔ اور یوں سلطنت اسریا کو تباہی آئی۔ اور بنوپلاسر تخت بابلون پر متمکن ہوا۔ بادشاہ

سیا کسارس کی بھی ملک اسریا ہاتھ لگنے سے تسلی ہوگئی۔ اور اُس وقت سے بابلون اور میدیا میں دوستی قایم ہوئی۔ جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ بنو پلاسر کے بعد ۱۹۵ قبل مسیح اُس کا بیٹا بنوچدنذر تخت نشین ہوا۔ اِس بادشاہ کے عہد میں جہویاکیم بادشاہ یہود نے شاہ مصر سے سازش کرکے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ بنوچدنذر فوراً فوج لیکر شہر یروشلیم کو پہونچا۔ چونکہ مصر نے وقت پر مدد نہ دی اسلئے یہود کو اطاعت کرنی پڑی۔ مگر بنوچدنذر اُسے سزا دیئے بغیر کب ٹلتا تھا۔ اُس نے جہویاکیم کو قتل کراکے حقارت ظاہر کرنے کے لئے اُسے گدھے کے ساتھ دفن کرایا۔ بنوچدنذر نے پہلے تو مقتول بادشاہ کے بیٹے جہویاچین کو تخت نشین کیا۔ مگر اُس سے تھوڑے ہی عرصہ بعد بدظن ہوکر اُس کے چچا زیدکیہ کو بادشاہ قرار دیا۔ زیدکیہ آٹھ سال تک تو خاموش رہا۔ مگر آخر کار اُس نے نوجوان شاہ مصر سے سازش کرکے بغاوت کی۔ اِس دفعہ مصر کو بھی شکست ہوئی۔ اور شہر یروشلیم بھی فتح ہوا۔ بادشاہ بنوچدنذر تاریخ بابلون میں بہت مشہور ہے۔ کیونکہ اُس نے شہر بابل کے گرد پچاس کروڑ مربع فیٹ کی فصیل بنوائی۔ اور ایک نیا محل تعمیر کیا۔ باغ معلق بھی اسی بادشاہ نے اپنی بیوی کی خاطر بنوایا تھا۔ اس بادشاہ نے بلوس کے مندر کی بھی مرمت کروائی۔ اور زراعت کے لئے دریاے فرات کا پانی جمع کرنے کے لئے اُس نے ایک سو چالیس میل لمبی اور ایک سو اسی فیٹ چوڑی ایک جھیل کھدوائی۔ اور کئی نہریں تیار کرائیں۔ شہر نیبر یدون اور بورسیا میں نیبو کا مندر اور بغداد کے قریب دریاے فرات کے ساحل کی عمارت اسی بادشاہ کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس بادشاہ نے ملک کے کسی حصہ کو تعمیرات سے خالی نہیں چھوڑا۔ بنوچدنذر سرکش۔ تند مزاج۔ دولت مند اور متقی بادشاہ تھا۔ کبھی تو وہ یہودیوں کے بتوں کو مانتا تھا۔ اور کبھی اپنے ہی بتوں کی پرستش کو بہتر جانتا تھا۔ بنوچدنذر کو اپنی بیوی اموہیا سے بڑی

محبت تھی۔ ایک رات بنوچد نذر نے ایک خواب پریشان دیکھا اور اس کی
تعبیر حضرت دانیال سے پوچھی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تو یکایک جنونی ہو جاویگا
اور سات سال کاروبار سلطنت کے ناقابل رہے گا۔ ساتویں سال تمہیں صحت
ہو جاوے گی۔ جب تعبیر چند روز میں بنوچد نذر پاگل ہوگیا۔ اور برہنہ ہوکر خاک
پر لیٹنے لگا۔ اس عرصہ میں ملکہ اتوہیا نے انتظام سلطنت میں خلل پڑنے نہ دیا۔
سات سال کے بعد خود بخود بادشاہ کو صحت ہوگئی۔ بنوچد نذر نے اسی سال کی
عمر میں ۱۶۵ قبل مسیح قضا کی۔ اور اُس کا بیٹا آیول میرودا خ تخت نشین ہوا۔
اس بادشاہ نے یہویا خین کو قید سے آزاد کیا۔ اور مذہب یہود کی طرف رغبت
ظاہر کرنے لگا۔ مگر دو سال کے بعد اُس کے برخلاف سازشیں ہونے لگیں۔
اور اُس کے بہنوئی نری گلسر نے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اور ۵۵۹ قبل مسیح سے
۵۵۶ قبل مسیح تک حکمرانی کرکے فوت ہوا۔ اور اُس کے بعد اُسکا بیٹا لابوردواخود
تخت نشین ہوا۔ مگر چونکہ یہ بادشاہ نابالغ تھا۔ رعایا نے اُسے قتل کردیا
اور اس طرح خاندان بنوپلاسر فنا ہوگیا۔ اور ایک اور شخص نابونی دوخو نامی
بادشاہ بنایا گیا۔ نابونی دوخو کا باپ ایک عہدہ دار تھا۔ جسے اُس زمانہ میں
رب ماگ کہتے تھے۔ یہ نام اگر لفظ ماگ سے لیا گیا ہے تو اس کے معنی مجوسی
ہیں۔ پس یہ عہدہ مذہب مجوسی کے پروہتوں سے متعلق ہوگا۔ ۵۵۵ قبل
مسیح یعنے اس بادشاہ کے تخت نشین ہوتے ہی اُسے پیغام آیا کہ شاہ فارس کے
حملہ سے خبردار رہے۔ اس خبر کے سُنتے ہی اُس نے فوراً مالک لیدیا کے ساتھ
عہد و پیمان کرلیا۔ اور شاہ فارس کے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کردی۔ اور
دریائے فرات کے تین دروازہ وغیرہ بنوائے۔ تاکہ دشمن ادھر سے شہر میں
داخل نہ ہوسکے۔ نابونی دوخو سد سکندری کی طرح دو دریاؤں کے درمیان
ایک دیوار بھی بنائی۔ تاکہ اُس کی آڑ میں کھڑے رہ کر دشمن کا مقابلہ کرسکے۔
بادشاہ لیدیا نے احمقانہ طور پر سارس بادشاہ فارس سے جنگ شروع

کردی - اور بابلون سے مدد پہونچنے کی انتظار نہ کی - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ سائرس نے شہر سارڈیس یعنے دارالخلافہ ملک لیڈیا کو فتح کرلیا - اور شہر اکباٹانہ کی طرف سے جنوب مغرب کی طرف بڑھنے لگا - جیساکہ اب بھی ایشیائی بادشاہوں کا حال ہے کہ فنون جنگ میں قابلیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے نابونی ووخو شہر کے گردو نواح کو مضبوط کرکے غافل ہو رہا - کہ اب شہر کا انتظام مکمل ہوچکا ہے - جب سائرس بابلون کا محاصرہ کرے گا تو دیکھا جاوے گا - اگر نابونی ووخو بجائے بابل کے مضبوط کرنے کے سرحد پر مورچہ بندی کرتا اور سائرس سے وہاں جاکر لڑتا - تو سائرس اگر دس گنا فوج لے کر آتا تو بھی اُسے ملک کا فتح کرنا محال ہوتا - فن حرب جو آجکل یورپ میں رائج ہے - بیشک بہت اعلے درجہ کا ہے - جیساکہ سال حال میں روم و یونان کی لڑائی میں ظاہر کیا گیا ہے - یونان نے فوراً سرحد پر فوج کو بھیجکر وہاں جابجا مورچہ بندی کردی - جب ترکوں نے ایک مقام فتح کرلیا - تو وہاں سے بھاگ کر دوسرے مقام پر مورچہ بندی شروع کردی - اس طرح سے ترکون کو ایک سو پچاس میل کا فاصلہ طے کرنے میں کوئی چالیس لڑائیان لڑنی پڑیں - اگر یونانی بھی ایشیائی طریق جنگ پر عمل کرتے اور ترکوں کا شہر ایتھنز میں انتظار کرتے - تو ترکوں کو یونان فتح کرنے میں ایک دن سے زیادہ وقت خرچ نہ کرنا پڑتا -

ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ جوں ہی بادشاہ سائرس اکباٹانہ سے روانہ ہوکر آگے بڑھنے لگا - ایک رتھ کا سفید گھوڑا ندی میں ڈوب گیا - یہ گاڑی اہورامزدا کے نام سے تیار کی گئی تھی - سائرس اس واقعہ سے ایسا ناراض ہوا کہ اُس نے فوج کو حکم دے دیا - کہ اس دریا کو کاٹ کر تین سو ساٹھ حصون میں تقسیم کردو - بجائے جنگ پر بڑھنے کے سائرس بیچارا ندی کو سزا دینے میں مصروف ہوا - اس کارروائی کے عملدرآمد میں نو مہینے کے قریب وقت

صرف ہوا۔ جوں ہی بابل میں اس واقعہ کی خبر پہونچی۔ سارس کی حماقت پر ہر ایک کو ہنسی آئی۔ موسم بہار کے آغاز میں سارس آگے بڑھا۔ تابونی دوخو بھی فوج لے کر مقابلہ کو آیا۔ اور شہر بابلون کے باہر ایک جنگ عظیم برپا ہوئی سارس کو فتح ہوئی۔ تابونی دوخواس خیال سے کہ اگر اُس نے شہر میں واپس جانے کی کوشش کی تو شاید دشمن بھی اُس کا تعاقب کرتے کرتے اندر داخل ہوجاوے سیدھا وہاں سے شہر بورسیپا کو بھاگ گیا۔ تابونی دوخو کا بیٹا شہر بابل میں دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ یہ تو ہر ایک کو یقین تھا کہ شہر کی مضبوطی دشمن کو اندر نہیں آنے دے گی۔ ہر چند سارس نے کوشش کی مگر اس زبردست شہر کا فتح کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اب اُس نے آخری تدبیر پر عمل کرنیکا ارادہ کیا۔ اور فوج کو حکم دے دیا کہ دریا کو کاٹ کر خشک کردیں۔ اس کام میں وہ مشق تو کرہی چکے تھے۔ انہوں نے بسرعت تمام دریا کو خشک کرنا شروع کردیا۔ ادھر سارس کی فوج اُس کے حکم کی تعمیل میں سرگرم تھی۔ اور اُدھر شہر کے اندر ایک نہایت عظیم الشان میلا لگا ہوا تھا۔ تمام باشندگان شہر شراب پی پی کر بے خود ہوگئے تھے۔ سارس کی ابتدائی ناکامیوں نے ہر طرح کا خطرہ اُن کے دل سے دور کر دیا تھا۔ تمام نشہ میں غل مچاتے اور گاتے بجاتے رہے۔ سارس نے بھی اودھر اپنے کام کی تکمیل کی۔ اور دریا کے دروازوں کے راستہ یکے بعد دیگرے سپاہیوں کو شہر میں داخل کرنا شروع کردیا تھا۔

بے خبر اور غافل شہریوں پر یکایک برق شرربار کی طرح جا گرا۔ اور قتل عام کرتے ہوئے محل شاہی میں پہونچا۔ جہاں شہزادہ کو بدکاری میں مشغول پایا۔ اور قتل کردیا۔ سارس شہر بابل کو فتح کرکے بورسیپا کی طرف بڑھا۔ مگر تابونی دوخو نے بغیر جنگ کے اپنے تیئں شاہ فارس کے حوالہ کردیا۔ سارس نے رحم کھا کر اسکی جان بخشی کی۔ اور اُسے صوبہ کارمانیا کا حاکم مقرر کردیا۔

ملک بابلون کا زوال بادشاہ کی کم لیاقتی اور فنون حرب سے ناواقف

ہونے کی وجہ سے واقع ہوا۔ اگر بنوچدنذر زندہ ہوتا۔ تو فارسیون کو کامیابی ہونی محال تھی۔ بابلون کی مضبوط اور بلند دیوارین اور عمیق دریاے فرات زبردست سے زبردست حملہ آوروں کو روک سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ سارس نے ایک پیچ کھیلا تھا۔ مگر شاہ بابلون نے بھی اس امر پر غور نہ کیا۔ کہ ایک ذی شعور اور لایق بادشاہ کا مفت میں دریا کو نذر دینے میں نو مہینے گذار دینا حکمت سے خالی نہیں۔ مگر مصرعہ

چون قضا آید طبیب ابلہ شود

جو قوم یا ملک موجودہ تہذیب کا مداح بننا چاہے اُسے خالدین کو اوستاد ماننا لازمی ہے۔ وہ علوم جن کے لئے ہم یوروپ کی اس قدر تعریف کرتے ہیں۔ اُن کے ایجاد کرنے میں ایک لایق اور محنتی قوم نمرود کے وقت سے کر شہر بابل کی تباہی تک مشغول رہی ہے۔

تحریر۔ تعمیر۔ مذہب کا خیال۔ قانون۔ علم ریاضی۔ جغرافیہ۔ تاریخ آلات بہر حساب وقت۔ گرامر۔ نقاشی۔ کپڑے بننا ستاروں اور چاند وغیرہ کی گردش کا قانون۔ دھاتوں وغیرہ کا صاف کر کے کام میں لانا۔ الغرض جو جو اعلے علوم آجکل ہندوستان اور یوروپ میں پائے جاتے ہیں۔ اسی سرزمین سے ایجاد ہو کر ملک ملک میں پھیلے ہیں۔

بابلونی لوگوں کے نام زبان عبرانی یا عربی سے مشابہ ہیں

نام	تشریح	معنی
بیل ابنی نابُونا صر بنُو نا ہد	بیل = خدا بانا = بنانا بنو = خدا نظر = حفاظت کرنا بنو = ایک خدا سعد = برکت دیتا ہے	بیل نے مجھے بنایا ہے بنو میری حفاظت کرتا ہے بنو برکت دیتا ہے

نام	تشریح	معنی
نابوپل انذور	نبو = ایک خدا پال یا بال = بیٹا نظر = حفاظت کرنا	نبو بیٹے کی حفاظت کرتا ہے
نرگال سارا ذور	نرگال = ایک خدا سار = بادشاہ نظر = "	نرگال بادشاہ کی حفاظت کرتا ہے
میرو داخ بالا دان	میرو داخ = ایک خدا بال = بیٹا دان = دینا	میرو داخ نے بیٹا دیا ہے
مارو ک ادین اخی	" = ایک خدا دان = دیا ہے اخی = بھائی	میرو داخ نے بھائی دیا ہے
میرو داخ سم ادان	" = ایک خدا سم = نام دان = دیا ہے	میرو داخ نے نام دیا ہے
بنوبل سمی	بنو = ایک خدا بل = سردار سمی = جمع اسم	بنو ناموں کا سردار ہے
بنو زر ادان	بنو = خدا زیر = بیج دان = دیا ہے	بنو نے اولاد دی ہے
بلیتا سارا ذور	بلیتس = ایک دیوی سات = بادشاہ نظر = حفاظت کرنا	بلیتس بادشاہ کی حفاظت کرتی ہے۔

باب پنجم

سلطنت فارس

بادشاہ سارس نے ملک بابلون کے فتح کرنے کے بعد ایسی وسیع اور طاقتور سلطنت کی بنا ڈالی۔ جس کی تاریخ قدیم میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یوں تو سلطنت فارس دریائے ستلج سے لے کر ملک مصر تک پھیلی تھی۔ مگر ارد گرد کے ملکون کے از دیاد سے اس کا رقبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ سلطنت فارس کے محکوم ملکوں کے نام بیان کئے جاویں۔ آسانی کے لئے ہم اسے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(حصہ مشرق میں) ہرکانیہ۔ پارتھیا (یعنے پٹھانوں کا ملک) آریا۔ خوراسمیا۔ سغدیانا۔ بخارا۔ سیستان۔ گندار یا۔ ساتاگدیا۔ ہندوستان۔ پریکانیا۔ اتھیوپیا۔ اور بائٹیا۔

(وسط میں) فارس۔ سوسان۔ بابلون۔ اسریا۔ میدیا۔ ساحل بحیرہ کیسپین۔ سگارتیا۔

(مغربی حصہ میں) بیوتیا۔ تھریس۔ ایشیائے کوچک۔ آرمینیا۔ ابیریا۔ سریا۔ فونیشیا۔ فلسطین۔ مصر اور سرنیکا۔

ناظرین کی آسانی کے لئے اگر یوں کہا جائے۔ کہ اس زمانہ میں فارسیوں کے قبضہ میں ہندوستان۔ افغانستان۔ ایران۔ ترکستان۔ روم۔ یونان اور مصر کے املاک تھے۔ تو آپ اس سلطنت عظیم کی وسعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

چونکہ ایرانی شہر بنانے کی شوقین نہیں تھے۔ اِسلئے اُس زمانہ کے مشہور شہر جن کا مورخین قدیم ذکر کرتے تھے۔ صرف قصبے یا گاؤں تھے۔ پرسی پولس۔ پاسار گادی۔ کاربان یعنے کرمان اور گابی اُس زمانہ کے مشہور شہروں میں سے ہیں البتہ فارس کے مقبوضات یعنے بابلون۔ اسریا وغیرہ میں بہت بڑے بڑے شہر جن کا حال ناظرین پڑھ چکے ہیں ضرور موجود تھے۔ بلخ کو اُس زمانہ میں بکترا سمرقند کو مارکندا۔ ہراست کو آریہ۔ اٹک کو ٹکسالہ۔ دیار بکر کو ادا۔ اور تریپے زوند۔ کو تربنرس کہتے تھے۔ گو تمام ہندوستان اُس وقت فارس کے قبضہ میں نہ تھا۔ تاہم پنجاب وغیرہ کے راجگان ضرور خراجگزار تھے اور یوں تو آریہ لوگ اُس وقت تمام ہندوستان کے تو مالک ہی نہ تھے۔

قوم فارس اور مید دونو قریبی رشتہ دار تھے۔ اور دونوں آریہ نسل سے منسوب تھے۔ چنانچہ داراشاہ فارس آریہ ہونے کا فخر کرتا ہے۔ مگر درحقیقت آریاؤں کی وہ شاخ جو فارس میں سکن پذیر ہوی ہے۔ دوسرے آریاؤں سے افضل تھی۔ اور آٹھویں صدی قبل مسیح بھی اُسے بہت سی آریہ قوموں پر حکمرانی حاصل تھی۔ گو کتاب ژند میں نہ تو مید اور نہ فارسیوں کا ذکر ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ دونوں قومیں آریاؤں میں بالاترین تھیں۔ جیساکہ اُن کے رسوم اور مذہب سے ثابت ہوتا ہے۔ مزید براں آریا وایو یعنے قدیمی مسکن قوم آریہ جسکا کتاب ژند میں ذکر ہے۔ اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ معتقدان ژند اوست زیادہ آریا کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور اُن کے قصے اور کہانیاں قدیمی مسکن کی نسبت اشارہ جو کرتی ہیں۔ وہ ضرور اُس قدیمی ملک سے جہاں کہ آریا ابتدا میں رہتے تھے منسوب ہوں گے۔

قوم فارسی چالاک۔ طرار اور مذاق پسند تھی۔ اور اُن کے خیالات کی بلند پردازی فارسی نظم اور صنعت سے ٹپک رہی ہے۔ علم ملکی میں بھی وہ مدبر اور دوربین تھے۔ باوجود اُن کے اشعار کے دل چسپ ہونے کے اُن میں ایک قصور

ضرور پایا جاتا ہے - اور جس سے افسوس ہے کہ ہندوستانی شعراے حال بھی خالی نہیں - یعنے طفلانہ ولولوں کی طرح اُن کے شاعرانہ خیالات مضمون کو حقیقت سے دور لے جاتے ہیں - اس میں کچھ شک نہیں کہ شاعری قوت خیال کی وسعت کا نتیجہ ہے - اور خیالات کی بلند پروازی ایک ذرہ کو بھی صفات وخصائص کی ازدیاد سے مہرالنور بنا دینا چاہتی ہے - مگر ہمیں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ حد اعتدال سے قدم باہر نہ پڑجاوے - خاک ناچیز کو ہم کتنا ہی رتبہ اعلے دیں - ساتویں آسمان پر ہی کیوں نہ پہونچا دیں - مگر اُس کا رشتہ کرہ زمین سے توڑ دینا مناسب نہیں - اور وہ لوگ جو آجکل انگریزی شاعری کی نقل کرتے ہیں - اُن کی حالت پر مجھے سب سے زیادہ افسوس ہے کیونکہ انگریزی شاعری محض تاریخ نویسی ہے - اور ایک تاریخ نویس کو شاعری سے وہی نسبت ہے - جو ایک شیشہ شکستہ کو کان جواہر سے ہوسکتی ہے بنئے جو آٹا دال کا خوب حساب رکھ سکتے ہیں - اور واقعات کے یاد رکھنے میں بھی اُن کا قوت حافظہ بہت ہے - غالبًا انگریزی شاعری میں اون سے زیادہ نمبر پاویں گے - ظاہری واقعات تو ایک جانور یا ایک شاعر کی نظر میں یکساں ہیں ؎

چشمان تو زیر ابروان اند
دندان تو جملہ در دہان اند

مگر ایک سچے شاعر کی نظر واقعات کی سطح پر ہی محدود نہیں رہتی - آنکھ سے بینائی - اور بینائی سے خیال کا اندازہ لگاتا ہے - غم وغصہ فرحت و شادمانی وغیرہ سب تغیرات مزاج کو معلوم کرنے کے لئے آنکھوں ہی کا مطالعہ کرتا ہے - اسباب سے نتائج اور نتائج سے اسباب تلاش کرتا ہے ؎

مرا آتش از رخسان میتم تو از آتش رخان بینی	من از گل باغ میجویم تو گل از باغ می جوئی

بادِ سحری اُس کے لئے نئی نئی تصاویر کھینچ کر لاتی ہے۔ اور رات کی تیرگی اُسے نئے مضمون سکھاتی ہے ؎

تعریف ترے آئنے کی زیب رقم کرون
پر اتنی روشنائی کہاں سے بہم کرون

الغرض شاعر غواص بحرِ واقعات ہے۔ جو اِس ناپیدا کنار سمندر کی تہ کو پہنچکر ایسے ایسے حکمت کے موتی نکال لاتا ہے۔ جو اور کسی کو میسر نہیں۔ فلسفہ اُسکی رگوں اور منطق اُس کے دماغ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ با اینہمہ اگر ہم اُسے فلاسفر بھی کہیں تو بے انصافی ہے۔ کیونکہ فلاسفر کو قدرت واقعات کا جو مصالحہ بہم پہنچاتی ہے اُس کے وہ ہمارے سامنے انبار کے انبار لگا دیتا ہے۔ اور ذرہ ذرہ کی تشریح و تفصیل سے ہمیں وہ واقف کرتا ہے۔ مگر شاعر انہیں واقعات کے مصالحہ کو جمع کر کے ایک عمارت بناتا ہے۔ اور اپنی تمام طاقت اِسی بات پر خرچ کرتا ہے کہ تراش خراش سے عمارت کی خوب صورتی کو دوبالا کر دے۔ شاعر نہ تو مورخ ہے اور نہ فلاسفر۔ کیونکہ نہ تو وہ مورخ کی طرح نابینا ہے اور نہ فلاسفر کی طرح تلخ زبان۔ مگر شاعر اِن دونو کے معلومات پر اپنی نازک خیالی اور شیرین زبانی سے نہایت خوبصورت اور عالیشان محل کی بنا ڈالتا ہے مگر افسوس ہے کہ آجکل ایسے اعلے شاعر بہت کم ہیں۔ اور کم و بیش ہر قوم کے شاعر غلط راستہ پر چل رہے ہیں۔ انگریزی شاعر تو مورخ کہلانے چاہئیں اور ہندوستانی شاعر فلاسفر۔ گو ہندوستانی شاعروں کو نسبتاً رتبہ اعلےٰ حاصل ہے۔ مگر شاعری اور فلسفہ مخلوط ہو نہیں سکتے۔ اگر شاعری زور کر گئی تو واقعات کے مخالف ہو جاوے گی۔ اور اشعار کو مجموعۂ ہذیان بناویگی۔ اور اگر فلسفہ نے زور کر دیا۔ تو خوبصورتی ندارد۔ پس لازم ہے کہ شاعر تواریخ اور فلسفہ کے اصول سمجھکر اپنے طبقہ پرواز کو اُن سے اوپر مقرر کریں۔ فلاسفر کی سی نظر دوربین رکھے۔ مضامین خوبصورت۔ خوبصورت واقعات

خوبصورت الفاظ غرضکہ کون ومکان میں جو خوبصورتی اُسے مل سکتی ہے۔ اسے جمع کرکے حسب ضرورت مترتب کرے اور مصورِ بدل کی طرح اپنے خیالات کے الفاظ سے ایسی تصویر کھینچے۔ کہ نکتہ فہم لوگ اُس کی خوبصورتی پر عش عش کر جاویں۔ مگر پیچیدگی پر نہیں۔

فارسی میدان جنگ میں نہایت بہادر اور قوی حوصلہ تھے۔ جس زمانے میں اُنھوں نے فتوحات کا خیال کیا ہے۔ تو کوئی مشرقی یا مغربی قوم تاب مقاومت لا نہیں سکی۔ اور اخیر میں یونانیوں سے مغلوب ہونا۔ صرف اُنکی سہولت پسندی اور فنونِ جنگ کے ترک کردینے کا نتیجہ ہے۔ اگر اسکندر اعظم کی فوج قواعد دانی میں یگانہ نہ ہوتی۔ تو ایشیا میں اسکی قدم رکھنا محال تھا۔ زمانہ قدیم کے تمام شاہانِ فارس جنگ کے شوقین تھے اور ملک گیری اور سپاہگری سے اُنہیں کبھی چین نہیں تھا۔ یونانی مورخین اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ فارسی نہایت راستباز اور صافدل لوگ تھے۔ باقی مورخ بھی یہی کہتے ہیں کہ شہسواری۔ تیراندازی اور صداقت میں یہ قوم بے نظیر تھی۔ قرضداری۔ خرید وفروخت الغرض ہر ایک بات جس میں جھوٹ کو دخل ہو سکے اُنہیں ناپسند تھا۔ اور ہندوستانیوں کی طرح نسل آریہ کے لئے باعث شرم نہ تھے۔ اپنے دل کی حالت کو بھی مخفی رکھنا وہ خطا سمجھتے تھے۔ اور نہایت سادگی سے غم وشادی کا اظہار کردیتے تھے۔ بادشاہ کی تعظیم وتکریم ہر ایک کے دل میں نقش تھی۔ اگر بادشاہ قتل کا حکم بھی دے دیتے تھے۔ تو بخوشی سرِ تسلیم جھکا دیتے تھے۔

سپاہی کُرتہ اور پاجامہ چمڑے کا پہنا کرتے تھے۔ اور اُن میں مدور ٹوپیوں کا رواج تھا۔ میدان جنگ میں تیر وکمان خنجر اور کلہاڑی سے کام لیتے تھے۔ زرہ کا بھی استعمال تھا۔ ابتدائی زمانہ میں رسالہ کی بھی

وردی پیادہ فوج کی طرح تھی۔ مگر سارس کے زمانہ میں اُن کی حفاظت کے لئے خود اور زرہ بنائے گئے۔ حتیٰ کہ گھوڑوں پر بھی زرہ ڈالنے لگے ورزش جسمانی فارسیوں میں بہت عام تھی۔ شہسواری اعلےٰ درجہ کا ہنر سمجھا جاتا تھا ایرانیوں کی رتھیں قوم اسرین کی نسبت زیادہ بلند تھیں جن میں سپاہیوں کا قریباً آدھا جسم پوشیدہ رہتا تھا۔ ایسی رتھوں میں زرہ بکتر پہنے چار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ میدان جنگ میں صف آرائی یوں ہوتی تھی۔ کہ پہلیاں سب سے پہلے اور بہادر سے بہادر سپاہی اطراف پر کھڑے کئے جاتے تھے۔ ان بہادر سپاہیوں کا ایک دستہ جنگ شروع کرنے کے لئے آگے بڑھتا تھا۔ ڈھالیں لگا کر زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور تیر پھینکنے شروع کر دیتے تھے۔ اگر دشمن آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا تو رسالہ کو اس کے روکنے کے لئے روانہ کر دیتے تھے۔ لیکن عموماً جب فوج کا پہلا حصہ حوصلہ ہار دیتا تھا۔ تو سارے لشکر کا دل ٹوٹ جاتا تھا۔

فارسیوں کی اکثر فتوحات اُن کی سپاہ کی تعداد کی وجہ سے تھیں۔ گو اُنکا رسالہ اس زمانہ میں ایسا ہی مشہور تھا۔ جیسے آجکل سپاہ روم کے باشی بزک تمام یورپ میں لاثانی ہیں۔ مگر فنون جنگ میں اُنہوں نے کچھ ترقیاں نہیں کی تھیں۔ تمام فوج میں صرف ایک ہی سپہ سالار ہوتا تھا۔ جس کے ماتحت ہزاروں چھوٹے افسر ہوتے تھے۔ مگر اُن کا اختیار صرف دس سپاہیوں ہی تک محدود تھا۔ رفتہ رفتہ اُن میں افسروں کا اختیار دس ہزار تک پھیلنے لگا۔ کیونکہ کبھی اس فوج کی تعداد دس لاکھ تک بھی پہونچ جاتی تھی۔ سپہ سالار ہمیشہ فوج کے وسط میں رہا کرتا تھا۔ ہر ایک ملک اور فرقہ کے سپاہی اپنا اپنا قومی لباس پہنتے تھے۔ فارسی اور میدچمکتا ہوا زرہ پہنتے تھے۔ عرب پشمینے کے کُرتے۔ بربر چمڑے کے کپڑے۔ اور ہندوستانی روئی کے کپڑے پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ فارسیوں کے اسلام جنگ

وغیرہ ملک یونان اور فونیشیا کے کارخانوں میں تیار ہو کر آتے تھے۔
جنگ ہمیشہ موسم بہار میں شروع ہوا کرتی تھی۔ ایک ہزار سپاہی آگے چلتے تھے۔ انہیں بادشاہ اور مذہب کے محافظ کہا جاتا تھا۔ اور آتش کدہ جو فوج کے ہمراہ جاتا تھا۔ انہی کے قبضہ میں رہتا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ خلعت پہنے نہایت خوبصورت گاڑی پر سوار نظر آتا تھا۔ اور ایک ہزار سوار حفاظت کے لئے اس کے اردگرد ہوتے تھے۔ غلہ وغیرہ کی بہت سی تعداد ہمراہ لے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایام حکومت میں فارسیوں نے رسد کے انتظام میں صرف ایک ہی دفعہ غفلت کی ہے۔ یعنے جب بادشاہ کمبائی سس نے ملک فونیشیا پر حملہ کیا تھا۔ فارسی مغلوبوں پر رحم کھاتے تھے اور مفتوح بادشاہوں کو حکمران رہنے دیتے تھے۔ اور انہیں اپنے ہم نشینوں میں شمار کرتے تھے۔ باغیوں پر اکثر سختی روا رکھتے تھے۔ جرم کے ثابت ہونے تک مجرم بادشاہ کے دروازے پر باندھا رہتا تھا اور خطا ثابت ہونے پر مصلوب کیا جاتا تھا۔ فارسی جہاز رانی کے شوقین تھے ان کے زمانہ کے اعلے ترین جہاز باشندگان کورنتھ کے ایجاد سے تھے۔ ان میں دو سو ملاح اور تیس سپاہی رہتے تھے۔ علاوہ اس قسم کے اور طرح کے بھی جہاز موجود تھے۔ مگر ان کی بحری لڑائیاں بڑی سادہ طرح کی تھیں کیونکہ ان میں کامیابی ہمیشہ شمار و تعداد پر منحصر ہوتی تھی۔ اکثر ملاحوں کو تیرنا ہی نہیں آتا تھا۔ شاہان فارس میدیا کے بادشاہوں کی طرح ریشمی اور طلائی کام کے پوشاک پہنتے تھے۔ اور ان کی خوبصورتی پر بے شمار خرچ کرتے تھے۔ سونے کا عصا بادشاہ کے ہاتھ میں اکثر رہا کرتا تھا۔ راجگان ہند کی طرح چھتر کا بھی استعمال تھا۔ تخت شاہی خالص سونے سے بنائے جاتے تھے۔ بادشاہ کے اعلے ملازم حسب ذیل ہوتے تھے۔
افسر باورچی خانہ۔ افسر اصطبل۔ خواجہ سرا۔ خوراک کو چکھنے والا حکیم۔

پیغامبر جو غیروں کو اُس کے دربار میں حاضر کرتے تھے۔ منشی جو بادشاہ کے احکام اور حساب و کتاب کا ذمہ وار ہوتا تھا۔ ساقی۔ رقاص اور گوئیے اور ایک خواص جو خواب گاہ میں اس کے ہمراہ جاتا تھا۔ ہر روز بادشاہ کے محل میں پندرہ ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ علاوہ بہت سے شکار کردہ جانوروں کے ایک ہزار بیل ذبح کئے جاتے تھے۔ بادشاہ عموماً اکیلا کھانا کھاتا تھا۔ مگر گاہ گاہ زمانہ قدیم میں ملکہ اور شہزادے بھی شامل کرلئے جاتے تھے۔ بادشاہ سنہری چارپائی پر بیٹھتا تھا۔ اور باقی لوگ فرش پر۔ زمانہ قدیم میں شاہان فارس دو تین بیویوں اور چند کنیزوں پر اکتفا کرتے تھے۔ بیویوں میں سے صرف ایک ملکہ کہلاتی تھی۔ اور تاج بھی پہنتی تھی۔ کنیزوں پر واجب ہوتا تھا کہ ملکہ کے سامنے سجدہ کریں۔ ملکہ کو بہت سی آزادی حاصل تھی بیویوں کے لئے علیحدہ علیحدہ محل اور بہت سے نوکر رکھے جاتے تھے۔ مگر کنیزوں کو باری باری بادشاہ کے خواب گاہ کو جانا پڑتا تھا۔ جب بادشاہ اور ملکہ کھانے بیٹھتے تھے۔ تو کنیزیں گا بجا کر انہیں خوش کرتی تھیں۔ ملک کے تمام حصوں سے خوبصورت عورتیں منتخب کرکے حرم سرا میں داخل کی جاتی تھیں۔ کیونکہ عموماً بلا خاص توجہ کے کوئی عورت بادشاہ سے ایک دفعہ سے زیادہ ہم بستری کر نہیں سکتی تھی۔ محل سوزا کے حرم سرائے میں تین حصہ تھے۔ ایک حصہ میں کنواری لڑکیاں۔ دوسرے میں کنیزیں اور تیسرے میں خاص بی بیاں رہتی تھیں۔ رفتہ رفتہ حرم سرائے کی تعداد بڑھتی گئی۔ اور جیسا کہ یہ اصول ہر ایک قوم میں بخیلی کا باعث ہوا ہے۔ سلطنت فارس کے زوال کا باعث ہوا۔ بادشاہ ہر طرح سے اپنی والدہ کی عزت کرتا تھا۔ اور اُسے بہت سے اختیارات حاصل تھے۔ حرم سرائے میں سوائے خواجہ سرائے کے اور کوئی جا نہیں سکتا تھا۔

رفتہ رفتہ خواجہ سراؤں کی تعداد بڑھتی گئی۔ کیونکہ بادشاہوں نے انہیں

سپہ سالاری رمشارت ۔ اتالیقی شاہزادگان کے عہدے بھی دینے شروع کر دیئے۔ اور انہی بری رسومات نے فارس کے چراغ حکومت کو پیش از وقت گل کر دیا۔ دارا کے وقت آجمندے قوم کے سات شاہزادون کو بہت بڑا اختیار حاصل تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ بادشاہ انہی سات شہزادون کے خاندان سے بیویاں پسند کیا کرتا تھا۔

حاضرین دربار کے لئے لازمی تھا کہ اُن کے ہاتھ آستینوں میں چھپے رہیں محل شاہی میں داخل ہوتے ہوئے کوئی قالین پر چل پھر نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ صرف بادشاہ کے لئے مختص تھا۔ بلا اجازت دربار شاہی میں داخل ہونے کی سزا قتل تھی۔ اگر بادشاہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا تھا۔ اور اُس کی نشانی یہ تھی۔ کہ بادشاہ اپنے زرین عصا کو اُٹھا کر خواص کی طرف اشارہ کر دیتا تھا۔ تخت شاہی پر بیٹھنا یا شاہی لباس کو پہننا بھی ویسا ہی خیال کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کو بھی ویسے ہی سخت قوانین پر پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اُسے خلوت میں رہنا۔ اور اکثر اوقات تنہا کھانا لازمی تھا محل کی دیواروں سے باہر نہ جاوے۔ جو حکم ایک دفعہ دے دے وہ خواہ کیسا ہی برا ہو اُسے تبدیل نہ کرے۔ اقرار کرکے اُسے ہمیشہ پورا کرے خواہ اُس میں کتنا ہی نقصان ہو۔ گو شاہان فارس ہمیشہ شکار کھیلا کرتے تھے مگر چوپڑ کا بھی انہیں بےحد شوق تھا۔ جس میں صرف نہایت قریبی رشتہ دار ہی بادشاہ کے ساتھ شامل ہو سکتے تھے۔ کبھی کبھی ایک ایک بازی پر دس لاکھ کی شرط لگائی جاتی تھی۔

کتابی تعلیم کا بادشاہوں کو بالکل خیال نہ تھا۔ تاریخ قدیم کو پڑھوا کر سنتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا کام منشیوں کے سپرد تھا۔ حتیٰ کہ بادشاہ دستخط تک نہیں کرتا تھا۔ صرف اُس کی مہر کافی تھی۔ دربار منعقد کرنا۔ لشکروں کا ملاحظہ۔ سماعت استغاثہ۔ تقسیم انعامات۔ اور اعیان سلطنت پر حکم صادر کرنا

بادشاہ کے فرائض منصبی تھے۔

زمانہ قدیم کے فارسی دس فرقوں پر منقسم تھے۔ جن میں سے چار تو گدڑیئے (مویشی چرانے والے) تھے۔ مثلاً داے۔ مروکے۔ دروپیسی اور سگارتی تین زراعت پیشہ تھے۔ یعنے پنتھیاکی۔ دروکسی۔ اور کرمانی۔ باقی تین فرقے زمیندار اور حاکم کہلاتے تھے۔ ہر پیشہ کے غریب لوگوں کا لباس چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس کا ذکر سپاہیوں کے بیان میں ہو چکا ہے۔ جوتیاں نہایت خوب صورت بنائی جاتی تھیں۔ اور دستانوں اور جرابوں کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ فارسی زیور کے بھی بڑے شوقین تھے۔ امیر لوگ سونے کے ہار کڑے اور بالیاں بھی پہنتے تھے۔ اور اُن کے گھروں کا سامان تکلف تو نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا تھا۔ سونے چاندی کی میزیں اور برتن گھروں کو رشک جنت بنا دیتے تھے۔ مگر کھانے پینے میں بڑی سادگی تھی۔ بکریاں گھوڑے۔ گدھے۔ اور اونٹ یکساں پکائے اور کھائے جاتے تھے۔ اخلاق کا سیکھنا امیر سے لے کر غریب تک کو لازم تھا۔ غریب لوگ امیروں کے سامنے سلام کے بجائے سجدہ کرتے تھے۔ برابری کے لوگ ایک دوسرے کا بوسہ لیتے تھے۔ اور اگر درجہ میں کم و بیش فرق ہوتا تھا۔ تو صرف کانوں پر ہی بوسہ دے دیتے تھے۔ مستورات حرم سرا میں بند رہتی تھیں۔ اور سوائے خاوند۔ بیٹوں یا خواجہ سرا کے اور کسی کا مُنہ دیکھنا اُنہیں ممکن نہ تھا۔ کنیزوں کو زیادہ آزادی ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ مالک کے مہمانوں کے سامنے ناچتی اور گاتی بھی تھیں۔

فارسی اپنے بچوں کی تعداد کی زیادتی پر فخر کرتے تھے۔ ملکہ انگلستان بھی اُس عورت کو جو ایک ہی دفعہ تین بچے جنتی ہے۔ پانچ پونڈ انعام دیتی ہے۔ الغرض انگلستان میں بھی کثرت اولاد میں سخت ترقیاں ہو رہی ہیں۔ یورک شایر کے ضلع میں ایک انگریز عورت نے بتالیس بچے جنے

تھے۔ سُنکر عقل حیران ہوتی ہے۔ مگر یہ بات انگلستان میں غیر معمولی نہیں ہزاروں عورتیں متواتر تین تین بچے جنتی ہیں۔ اور جوڑا تو وہاں ایسا عام ہے جیسے کہ ایک بچے کا جننا فرانس میں۔ بظاہر انگریز اس بات کا فخر کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کثرت اولاد میں اُن لوگوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ جو ایک سے زیادہ عورات سے شادی کرتے ہیں۔ مگر حکماے یورپ اس بات کو بہت بُرا خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ترقی نسل کو خراب کر دیتی ہے۔ اگر جسمانی نہیں تو کم سے کم اولاد کی دماغی طاقتیں ہرگز عمدہ نہیں ہوتیں ؎

زنان باردار اے مرد ہشیار　　اگر وقت ولادت مار زائند

ازاں خوشتر بود نزد خردمند　　کہ فرزندانِ ناہموار زائند

اِس میں اور خرابی یہ ہے کہ والدین بچوں کی تعلیم کے اخراج برداشت کر نہیں سکتے۔ میں نے ہزاروں ذی عزت انگریزوں کے بیٹوں کو دُوکانوں میں نوکری کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک وکیل کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں جنکی عمر پندرہ سال سے لے کر پچیس سال تک ہوگی۔ سب دکانوں میں نوکر تھے۔ اِن میں سے کسی کو انگریزی الفاظ کے ہجے تک کرنے نہیں آتے تھے اُن کے باپ کی آمدنی سو روپیہ ہفتہ وار سے کسی صورت میں کم نہ ہوگی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزوں کے مقبوضات بے شمار ہیں۔ گنجایش بھی بے حد ہے۔ پس وہ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے کہ وہاں انگریزوں کو آباد کریں۔ نہایت سرعت اور تیزی سے اولاد کو بڑھا رہے ہیں۔ اور اُن کے خرمغز اور بے عقل ہونے سے نقصان ہی کیا ہے۔ انگریز تو ہون گے۔

فارسی کثیر التعداد بچوں کے باپ کو انعام دیتے تھے۔ بچہ پانچ سال تک عورتوں کی حفاظت میں رہتا تھا۔ اِس عرصہ کے بعد اُس کی تعلیم

نہایت احتیاط سے شروع ہوجاتی تھی - تیر اندازی کرنا اور دوڑتے ہوئے گویا پھینکنا (یعنے کلوخ اندازی کرنا) اُسے روزانہ علی الصباح سیکھنا پڑتا تھا سات سال کی عمر میں اُسے سواری اور شکار کھیلنا سکھایا جاتا تھا - پندرہ سال کی عمر میں اُسے جوان تصور کر کے فوج میں داخل کر لیتے تھے۔ اور برابر پچاس سال کی عمر تک اُسے سپاہی رہنا پڑتا تھا - اعلےٰ درجہ کے لوگ بادشاہ کے محافظوں میں شامل کر لئے جاتے تھے - چونکہ زراعت مذہب زردشت کی بموجب ایک مقدس پیشہ تھا - اِس لئے آبادی کا کچھ حصہ اُس میں مصروف ہو جاتا تھا - اور باقی سپاہی ہو کر جابجا مقبوضات میں سرکاری خدمت کے لئے روانہ ہو جاتے تھے -

فارسی جوں جوں عیش و عشرت کے شوقین ہوتے گئے - رسومات بد اُن میں پھیلنے لگیں - بالوں کو گھنڈی دار بنانا - مصنوعی بال پہننا اور اس قسم کی ہزاروں اور واہیات رسمیں لوگوں نے اختیار کر لیں - بعض ننگ خلایق ہندوستانیوں کی طرح سے قوت باہ کے نسخوں کی ازحد قدر کرنے لگے خدا نے تو انہیں اشرف المخلوقات پیدا کیا تھا - مگر حیف صد حیف کہ وہ حیوانی طاقتیں حاصل کرنے کے لئے کوشش اور توجہ کو صرف کرنے لگے ؎

بریں عقل و ہمت بباید گریست

عورتوں کے لئے کوئی کام وغیرہ کرنا باعث شرم تھا - اور نکمے بیفکر شہوانی خیالات کے سوا اور کسی بات کی اُن کو سوجھتی نہ ہوگی - بناوٹ اور آرایش کے لئے علیحدہ علیحدہ نوکر تھے - عیش و عشرت کے بڑھانے کے لئے نت نئی نئی ایجادیں ہوتی تھیں - سُلانے کے لئے الگ اور جگانے کے لئے الگ نوکر تھے - چال چلن کا حال روز بروز بگڑنے لگا - لواطت اُنہوں نے یونانیوں سے سیکھی - اور بلیتس کے مندر میں معصیت کرنا جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے اُنہوں نے قوم اسرین سے سیکھا - تکبر قوم کو عاصی بناتا ہے - اور

عصیان قوم کی تباہی لاتا ہے۔ ایک زمانہ میں فارسی دنیا کی تمام قوموں سے
اہتر تھے۔ ایشیا کا بہت سا حصہ اُن کے قبضہ میں تھا۔ اور یورپ اور افریقہ
کے عمدہ ترین املاک اُن کے باجگذار تھے۔ اس بے مثال کامیابی نے اُن کے
دل میں تکبر پیدا کیا اور تکبر کی طفیل بجائے ترقی کے روبہ تنزل ہو گئے۔ اور طرح
طرح کی بدکاریاں تو زوال کے وقت قومیں سیکھ ہی لیتی ہیں۔ بادشاہوں کا
ظلم اور قہر بڑھنے لگا۔ اُن کے ہم پیالہ شہوت پرستی کے اوستاد تھے۔ جسے اپنے
کام میں مخل پاتے۔ بادشاہ کو کہکر اُس کا سر قلم کروا دیتے۔ امیر غریب غرضکہ
ہر شخص اس بات سے ترسان تھا کہ کہیں بادشاہ کے ناوک قہر کا نشانہ ہوا۔ تو
اس عیش و عشرت کو چھوڑ جانا پڑے گا۔ پس بدکاری کا جو کچھ موقعہ ملتا تھا
خالی جانے نہیں دیتے تھے۔ الغرض تمام رعایا اور بادشاہ معصیت میں
مصروف تھے۔ بادشاہ کی والدہ اور اُس کی بہنیں بھیاں دن رات جوڑ توڑ
میں مشغول تھیں۔ اپنے دشمنوں کو قتل کرا دینے کے لئے ہزاروں مکروفریب
کرتی تھیں۔ جس کسی کا حسد اُن کے دل میں گھر کر جاتا تھا۔ اُسے طرح طرح
کے عذاب دیتی تھیں۔ زمین میں آدھا جسم گاڑ کر پتھروں سے مروانا۔ راکھ
میں زندہ مدفون کر دینا۔ زبان کو پکڑ کر حلق سے کھینچوا کر نکال دینا۔ چمڑی
اُتار کر مظلوم کو دار پر چڑھانا۔ اور سب سے زیادہ سنگین طریقہ یہ تھا۔ کہ
انسان کو دو کشتیوں کے درمیان یوں باندھتے تھے۔ کہ سر اُسکا اوپر رہتا
تھا۔ اور کشتیوں کو دریا میں چھوڑ دیتے تھے۔ اس سزا سے مظلوموں کو جو
عذاب ہوتا تھا۔ حیطہ تحریر سے بیرون ہے۔ کبھی کبھی مردہ بچا رے سترہ روز
تک زندہ رہتے تھے۔ اللہ رے تغیر۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ فارسی جنگ کے
وقت دشمن پر رحم کھا کر اُسے رہا کر دیتے۔ قیدیوں کی جان بخشی کر دیتے تھے
اور کسی قسم کا عذاب دینا اُنہیں گوارا نہیں تھا۔ اور پھر زوال کے وقت
وہ ایسے سنگدل ہو گئے کہ ذرا سی خطا پر سزائے قتل حکم عام ہو گیا اور عذاب مظلوموں

کے لئے ایسے ایسے طریقے اختیار کئے کہ لاحول ولا۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

قوم فارسی کی زبان کیا تھی

زمانۂ قدیم کی فارسی ژند اور سنسکرت سے رشتہ تعلق رکھتی تھی۔ اور اس کی مشابہت یورپ کی قدیم زبانوں سے زیادہ ہے۔ مثلاً باپ کو قدیمی فارسی میں پِتا کہتے تھے۔ ژند میں پِتَر۔ لاطینی میں پیتر۔ زبان گوتھ میں فادر اور جرمن میں فاتر کہتے ہیں۔ لفظ نام ژند اور سنسکرت کی طرح قدیم فارسی میں نام تھا۔ اسے لاطین میں نومن اور جرمن میں نامے کہتے ہیں۔ قدیم فارسی میں آدمی کو مارتیا کہتے تھے۔ یہی لفظ زبان لاطین میں مورتالس اور انگریزی میں مورٹل ہے۔ گھوڑے کو قدیمی فارسی میں ژند کی طرح اسپہ کہتے تھے۔ یہی لفظ سنسکرت میں اسوا اور ویلز کی زبان میں اوسوا اور زبان لاطین میں اکواس ہے۔

مندرجہ ذیل فہرست میں قدیمی فارسی کے چند الفاظ کا دیگر مشہور زبانوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ الفاظ کا ماخذ معلوم ہونا علم زبان دانی میں بہت مدد دیتا ہے۔

فارسی قدیم	موجودہ فارسی	اردو میں ترجمہ	سنسکرت	ژند	لاطین	جرمن	انگریزی
آج	•	چلانا - آنا	آج	آز	•	•	ایکٹ
آپی	آب	پانی	آپ	آپ	آکوا	آو	آو (قدیمی انگریزی)
آمیا	آم	میں ہوں	اسمی	اہمی	سم	ان	ایم
بد	بندبدن بند	بندھنا باندھنا	باندھ	باند	•	بندن	بائنڈ
بر	برون	اٹھانا بار	بھری	بیرے	بیرے	فیوہرن	بیر
بومی	بوم	ملک زمین	بھومی	بومی	ہیومی	•	•
براتر	برادر	بھای	بھراتر	براتر	فراتر	برودر	برادر
ستا	ستادن	کھڑے ہونا	ستھا	ستا	ستو	شٹنے ہن	سٹینڈ
وا	وادن	دینا	دھا	دا	وایے	•	•
دارش	•	جرأت کرنا	•	دارس	اودیبر	ڈوفن	ڈیر
دُوَرا	در	دروازہ	دوارا	دوارا	•	تھیور	ڈور
دوویتیا	دو	دو	دویتیا	ڈبتیار	دو	سوے تے	ٹو
فراتما	پیشترین	پہلا	پراتھما	فراتھما	پریم	فرس	فرسٹ
گرم	گرم	گرم	•	گھرمو	•	وارم	وارم
گرب	گرفتن	پکڑنا گرفت	گربھ	گربو	راپیر	گرایفن	گریپ
گوش	گوش	کان	•	گوشا	•	•	گیبل
گب	گفتن	کہنا گپ	گپ	•	•	•	•
ہما	ہمہ	تمام	•	ہما	•	•	•
جن	زن	مارنا	ہن	زن	•	•	•
جیو	زیستن	جینا	جیو	جیو	ویوو	•	•

فارسی قدیم	موجودہ فارسی	اردو مین ترجمہ	سنسکرت	ژند	لاطین	جرمن	انگریزی
کا	کہ	کون	کا	کا	کی	.	.
نام	من	میں	نام	منم	ہے	مش	می
مان	ماندن	انتظار کرنا	مان	مان	مانس	.	.
مر	مُردن	مرنا	مری	میری	موریوید	.	.
متر	مادر	ماں	ماتر	ماتر	ماتر	مُتر	مَدر
ماہا	ماہ	مہینہ	ماس	ماؤگھا	منسے	مونات	منتھ
ناہا	بینی	ناس ناک	ناسا	ناؤگھا	ناسس	نازے	نوز
نپت	ناوا	بھتیجا	نپات	ناپو	نپوس	نفے	نفیو
نوما	نہم	نواں	نواما	ناوما	نونوم	ماشن تے	نائنتھ
ناوی	ناو	کشتی۔ ناؤ	ناوس	ناویا	ناویس	ناخو	نیوی
نیا	نا۔ نہ	نہ نہیں	نا۔ نہ	نیدھا	نے	نشت	نے
پاو	پام	پاؤں	پادا	پادھا	پیدیم	.	.
پاسا	پس	پس پیچھے	.	پسکت	پوست	.	.
پاتھی	.	راستہ	پنتھن	پاتھا	پونس	پھاد	پھاتھ
راستہ	راست	دایاں	راج	راز	ایکتوس	رشتگ	رائٹ
تہم	.	اوسے	ہم	ہم	.	این	رہم
ترس	ترس	ڈرنا	ترس	تریس	تزیو	.	ٹریبل
تگرا	تیز	تیز	تگما	تگھرا	.	.	ڈیگر
توما	تخم	تخم۔ نسل	تکما	توخما	ستمنا	ستام	سٹم
تخا	سخن	بات کہنا	ساس	ساگھ	.	ساگن	سے
ترتیا	.	تیسرا	ترتیا	تھرتیا	ترتس	دری تے	تھرڈ

قدیمی فارسی	موجودہ فارسی	اردو میں ترجمہ	سنسکرت	ژند	لاطین	جرمن	انگریزی
تُووم اُوتا	تو و	تم اور	توام اُوتا	تم اُوتا	تو ایت	تُو اُند	واؤ اینڈ

(۲) قدیمی فارسیوں کی طرز تحریر توم مید کی طرح تھی۔ ہر ایک کے بعد وہ ایک قسم کی علامت بنا دیتے تھے۔ تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جاوے کہ لفظ ختم ہو گیا ہے۔ اس توم کے کتبے ہیں سارس کے زمانہ سے لیکر کوئی دو سو سال بعد تک ملے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر زمانہ میں بھی تحریر و تقریر میں بہت تغیرات واقعہ ہو گئے تھے۔ سیتیاس ایک یونانی مورخ لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں پتھر کے علاوہ چمڑا اور کپڑا بھی لکھنے کے لئے مستعمل تھا۔ لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ پہلوی طرز تحریر سے قدیمی فارسی تحریر کا کچھ کھوج ملتا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ پہلوی طرز تحریر توم سمیت کی ایجاد ہے۔ قدیمی طرز تحریر اردشیر بابکان کے وقت سے پہلے ہی متروک ہو چکی تھی۔

فارس کی قدیم عمارت

یونانی مورخین نے جہاں کہیں فارسیوں کی تعمیرات کا ذکر کیا ہے اُن کے بیانات حسد سے خالی نہیں۔ ہیروڈوٹس نے اشریا میں تو دو سال خرچ کر دیئے مگر اُس نے شہر پرسی پولس کے کھنڈرات کو دیکھنے کا خیال کیا۔ الغرض معلوم ہوتا ہے کہ کسی مورخ نے بھی منصف مزاجی سے فارسی عمارات کا ذکر نہیں کیا۔ ستارھویں صدی میں جبکہ یورپ کے سیاح فارس کے قدیمی دارالخلافہ

تک آنے جانے لگے تو اس قدیمی شہر کے کھنڈرات کو دیکھ کر اُن کی عقل گم ہو گئی فارسی علم تعمیر میں قوم اسرین کے شاگرد تھے۔ پس کیا ایسے لایق وفایق اُستاد کا ایک ہونہار شاگرد اتنا ہی نا قابل ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے ہمسایہ ملکوں کی عمارات کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہیرن نکسی لے کی سرگرم کوششوں نے سب سے اول فارس کی قدیم عمارتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس عالی دماغ شخص نے بال کی کھال نکالکر کھنڈرات کے ذریعہ سے پرانی عمارات کا کھوج نکالا۔ اگر اسکندر اعظم جاہلانہ طور پر شہر پرسی پولس کے محل کو نہ جلا دیتا۔ تو آج سیاحوں کی دید کے لئے ایک نہایت دلچسپ مقام موجود ہوتا۔ شہر پرسی پولس میں تین عمارتیں قابل دید ہیں۔ بادشاہ دارا اور زرکسس کے محل اور ایک عظیم الشان آتش کدہ۔ اور شاہان قدیم کے مقبرے سارس کا مزار نہایت خوبصورت اور قابل دید ہے۔ یہ سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ سارس ایک سنہری صندوق میں ڈالکر دفن کیا گیا تھا۔

فارسیوں کی عمارات میں یہ بڑی خوبی ہے کہ یکسانیت اور اعتدال جا بجا برستا ہے۔ دروازہ کو دیوار اور دیوار کو مکان اور کمرہ سے مناسبت ہے۔ بعض بعض جگہ ایک مکان کے دو حصے ایسے مشابہ بنائے ہیں کہ اُن میں انچ بھر کا بھی فرق نہیں۔ اینٹوں کی بجائے بڑے قوی ہیکل پتھر استعمال کئے جاتے تھے۔ تعجب آتا ہے کہ اُس زمانہ میں یہ وزنی پتھر کیونکر اُن بلند عمارتوں پر پہونچائے گئے ہوں گے۔ عمارتوں کی بلندی میں نقص ضرور ہے۔ مصر اور یونان کی طرح چھت کی بلندی کم ہے۔ جب تک لوگوں کو محرابدار عمارات کا بنانا معلوم نہ تھا۔ چھتوں کا بلند رکھنا ناممکن تھا۔ بعض جگہ دو منزلہ مکان نظر آتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ علم تعمیر میں کامل نہ تھے۔ اسلئے خاطر خواہ مکانوں کو بنا نہیں سکے۔

یونانی جنہوں نے یورپ میں علم تعمیر کی بدولت اسقدر ناموری حاصل کی ہے۔ فارسیوں کے نقال ہیں۔ جو فارسی اور یونانی عمارتوں کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ یونانیوں نے تواریخ میں فارسیوں کے علم تعمیر کی تعریف نہ کرنے اور اپنی عمارات کو کسی قدر متغیر کرنے سے ہرچند نقال کہانے کے جرم سے بری ہونے کی کوشش کی ہے۔ مگر چشم دوربین سے یہ باتیں مخفی نہیں رہ سکتیں۔ فارسیوں کی تعمیرات کی ابتدا قوم میدکے وقت سے ہوی ہے۔ جنہوں نے پتھر کے شہتیروں پر مکانات کا بنانا شروع کیا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اُنہوں نے قوم بابلونی اور اسیرین سی مختلف وسایل تعمیر کو سیکھ کر بجائے ہوبہو ویسے مکانات بنانے کے اُنہوں نے اپنے قدیمی طریقہ میں اصلاحیں کیں۔ عمارتیں سادہ ہیں۔ نقش ونگار صرف بیرونی حصوں پر ہی نظر آتا ہے۔ مگر مناسبت اور یکسانیت کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ چونکہ ملک میدیا طرح طرح کے پتھروں سے پرہے۔ اسلئے قدرتاً قوم میدنے سنگ تراشی میں بھی خاصی ترقی کی۔ اور جب فارسی غلبہ میں آئے تو اُنہوں نے اپنے ہم قوم میدسے اس فن کو سیکھ کر اور بھی ترقی کی۔ قدیم زمانہ کی بعض عمارتیں جو ایران کے پہاڑوں میں پای جاتی ہیں۔ تاحال صحیح وسالم ہیں۔ یونانیوں نے سنگتراشی بھی فارسیوں سے سیکھی ہے +

قوم فارسی کا مذہب کیا تھا

ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ مجوسیوں کے ساتھ اختلاط کرنے سے قوم میدکے خیالات میں کیا تغیر ہوگیا تھا۔ حتےکہ اُنہوں نے آتش پرستی بھی شروع کر دی تھی۔ اُس زمانہ میں فارسی قوم میدکے ماتحت تھے۔ مگر

وہ مذہب زردشت میں ایسے ثابت قدم تھے۔ کہ بجاے اپنے ہم قوموں کی پیروی کرنے کے انہوں نے انہیں مار آستین خیال کرنا شروع کیا۔ اور انہیں قدیمی مذہب پہ لانے کے لئے کوشش کرنے لگے۔ جیساکہ سارس کے ارادوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ فارسی بھی قوم میدکی طرح تثنیہ کے معتقد تھے۔ مگر پرستش ابتدا میں اہورا مزدا کی ہوتی تھی۔ گو وہ اور کئی خداؤں کو بھی مانتے تھے۔ مگر وہ سب اہورا مزدا کے متابع گنے جاتے تھے۔ اہورا مزدا کے متابع سب سے بڑا خدا متھرا گنا (سب خداؤں سے بڑا) تھا۔ متھرا یعنے سورج کی پرستش آرتا کسرکسس میموں کے عہد میں شروع ہوی۔ مگر کتاب ژند اوستا کے بموجب اہورا مزدا دنیا کا پیدا کرنے والا اور سب نیکی کا مالک خیال کیا جاتا تھا۔ اور باقی چھوٹے خدا صرف اس کی صفات خیال کرنے چاہئیں کتھا کرنا اور بھجن گانا اُن کی عبادت تھی۔ قربانی کرنا اور سوما کا طریق بجالانا مستحق ثواب تصور کیا جاتا تھا۔ گھوڑوں کی قربانی زیادہ قابل قدر شمار کیجاتی تھی۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں فارسیوں نے دو دفعہ انسانی قربانی کی تھی۔ قربانی کا گوشت آگ کو دکھا کر پروہت آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ مگر ہیروڈوٹس کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور چونکہ اور کسی ذریعہ سے یہ امر پایۂ تحقیق کو نہیں پہونچا۔ ممکن ہے کہ ہیروڈوٹس کو غلط اطلاع ملی ہو۔

گو مذہب ژند اوستا بت پرستی کے نہایت برخلاف ہے۔ مگر چونکہ فارسی بخوشی غیر اقوام کی راہ ملت اختیار کر لیتے تھے۔ اسلئے انہوں نے قوم اسرین کے بت آشور کی علامت کو اہورا مزدا کی نشانی قرار دے دیا تھا۔ اور اُسے اپنی مذہبی رسوم میں داخل کر لیا تھا۔ اور دیو و جنات کی بھی فرضی تصاویر بناتے تھے۔ جب فارسیوں نے یونان فتح کیا۔ یا مصر پر حملہ آور ہوے انہوں نے وہاں کے سب بتوں کو توڑ دیا۔ مگر جب انہیں حد سے

زیادہ کامیابیاں ہوئیں - اُن کے مذہبی جوش وخروش میں فرق آنے لگا
بادشاہ کمبائی سس جب مصر کی بغاوت کو دور کرنے گیا - تو سلطنت کا اختیار
ایک مجوسیوں کے پروہت کو دے گیا - اس مجوسی نے بادشاہ کی غیر حاضری میں
مذہب فارسی میں اسقدر تغیرات کئے کہ بادشاہ کے واپس آنے پر تمام قوم نے
متفق ہوکر مجوسیوں کو اپنا پروہت قرار دے دیا - اور اُسی وقت سے آتش
پرستی فارسیوں میں عام ہونے لگی - آتش پاک مندروں میں شب وروز مشتعل
رہتی تھی - اور عوام خیال کرتے تھے - کہ یہ آگ آسمان سے جلائی جاتی ہے -
اگر انسانی قربانی فارسیوں نے کبھی کی بھی ہو - تو وہ مجوسیوں کے طفیل سے
ہوگی - کیونکہ ہیروڈوٹس یہ بھی کہتا ہے کہ جب فارسی یونان پر حملہ آور ہوئے
تو انھوں نے نوجوان مردوں اور نوکنواری لڑکیوں کو پکڑ کر قربان کیا تھا -
ابتدا میں فارسی بت پرستی کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے - مگر زوال
کے قریب بادشاہ آرتاکسارس مینون یکایک ایک دیوی مسماۃ تاتا پر ایسے فدا
ہو گئے کہ اس کے شکریہ میں سلطنت کے مشہور شہروں میں بت کھڑے کر دئے
شہر ہائے سوزا - پرسی پولس - بابلون - اکبا تانہ - دمشق -
ساردس اور بلخ میں ویتزک تاتا کے بت کھڑے رہے - جونہی قوم کی
توجہ بت پرستی کی طرف مبذول ہوئی - بتوں کی تعداد آناً فاناً بڑھتی گئی - متھرا
کی پرستش بھی شروع ہوگئی - اس کا بت یوں بنایا جاتا تھا - کہ ایک آدمی
بیل کو ذبح کرتا ہوا نظر آتا تھا - زوال کے وقت دو اور بت بھی ایزاد کئے
گئے - جن میں سے ایک بہمن اور دوسرا امرواتت کا یہ تھا - یہ دونوں آہرمزدا
کے مشیر گنے جاتے تھے - گو مذہب فارسی میں بہت سے تغیرات واقع
ہوئے - مگر اہرمزدا اور اہرمن یعنے اھور مزدا اور انگرومینوس
کا عقیدہ ہمیشہ بحال رہا -

شاہان فارس کے حالات

بادشاہ دارا ہشتاسپ کے کتبوں میں اس ملک کا نام پارسا لکھا ہے۔ رومن اسے پرسس یا پرسیا کہتے تھے۔ لفظ فارس بھی پارسا ہی کا بگاڑ ہے۔ فارس کے شاہی خاندان کا بانی ہنی مانش تھا اور سوائے دارا فندان کے سب قدیمی شاہان فارس ہنی مانش کی اولاد میں سے ہونے کا فخر کرتے تھے۔ سارس جو سلطنت فارس کے عروج کا باعث ہوا۔ اس ملک کا دوسرا بادشاہ ہے جسکے نام سے ہمیں واقفیت ہے۔ کیونکہ سارس کے وقت سے پہلے فارس قریباً گمنام تھا۔ مگر اس گمنامی کی حالت میں بھی ایک واقعہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ جو اس ملک کی عزت پر کسی قدر دلالت کرتا ہے۔ یعنے فارس کی ایک شاہزادی اتوسہ کی شادی کا پاؤشیا کے بادشاہ سے ہوی تھی۔

جب قوم میدہ نے بڑھ بڑھ کر قدم مارنا شروع کیا۔ تو فارسیوں کے دل میں بھی آتش رشک مشتعل ہوی۔ اور انہوں نے بھی ترقی کرنی شروع کی۔ مگر ۶۴۳ ء قبل مسیح شاہ میدیا نے فارس کو فتح کرکے باجگذار بنایا۔ مگر اس وقت سے ملک میدیا تو ضعیف ہوتا گیا۔ اور فارسی طاقت میں بڑھتی گئے۔ اور جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ سارس نے مخفی طور پر اپنے والد سے خط وکتابت کرنی شروع کردی۔ اور عین وقت پر استیاگس والئی میدیا کو شکست دے کر دونوں ملکوں کا بادشاہ بن گیا۔ اس عظیم الشان سلطنت کے ہاتھ لگتے ہی سارس نے فتوحات کو جاری رکھنے پر کمر باندھی۔ لیدیا جو ملک میدیا کا ہمسایہ تھا۔ سارس کی ترقی کو دیکھ کر آتش حسد میں جل رہا تھا انہوں نے فوراً مصر سے عہد کرکے سارس کو چھیڑنا شروع کردیا۔ سارس بھی ایک فوج گران تیار کرکے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ مقام سارڈس پہ دونو

فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ سارس جو فنون جنگ سے بہت ہشیار تھا
اُس نے فوراً معلوم کرلیا۔ کہ غنیم کا رسالہ زبردست ہے۔ اس لئے اُس نے
یہ چال کھیلی۔ کہ اونٹوں کی قطاروں کو رسالہ کے مقابلہ میں بڑھانا شروع کردیا
جس سے لیڈیا کا رسالہ بے قاعدہ ہوگیا۔ کیونکہ گھوڑے اونٹوں کو دیکھ کر
ڈر کر بھاگنے لگے۔ الغرض سارس کو فتح حاصل ہوگئی۔ جب ترک ملک سریا
کے برخلاف لڑ رہے تھے۔ اور بہت سے یورپین املاک سریا کی حمایت
کے لئے اُن کے مقابل تھے۔ اُنہوں نے بھی تیر چھیلا تھا۔ بادشاہ لیڈیا
نے شکست کھا کر شہر سارڈیس کے اندر پناہ لی۔ اور اپنے حمایتوں کو پیغام
روانہ کئے۔ مگر پیشتر اِس کے کہ بیرونجات سے مدد پہونچے۔ سارس نے ۵۵۴
قبل مسیح شہر کو فتح کرلیا۔ گو وہ ابتدا میں بادشاہ لیڈیا کے ساتھ درشتی سے
پیش آیا۔ مگر آخر کار اُس نے رحم کھا کر تھوڑا سا ملک دے دیا۔ اور اپنی خواصوں
میں داخل کرلیا۔

ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ بادشاہ لیڈیا کی کنیزوں میں سے ایک کے گھر
شیر پیدا ہوا۔ نجومیوں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ اِس شیر کو جا بجا فصیل شہر
کے تمام حصوں میں پھرائیں گے۔ تو کوئی دشمن شہر کے اندر گھس نہیں سکے گا۔
بادشاہ کے حکم کے بموجب نوکر شیر کو جا بجا پھرا لائے۔ مگر ایک جگہ جو بہت اونچی
تھی اور وہاں سے دشمن کا گذرنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اُنہوں نے فروگذاشت
کردی۔ آخر کار سارس اُسی مقام سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ سارس لگاتار
لڑائیوں میں مصروف رہا۔ اور اُس نے یکے بعد دیگرے کاریا۔ دوریا۔
منڈیا۔ ہلی کارنس اور بعض اور چھوٹی ریاستوں کو فتح کرلیا۔ اقوام کاؤن
اور لائیسی کا قصہ نہایت عجیب ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے آخری دم تک سارس
کا مقابلہ کیا۔ جب اُنہوں نے ناکامیابی کو ناممکن سمجھا۔ تو فوراً شہر کی طرف
ہٹے۔ اور اپنے مال و اسباب اور عیال و اطفال کو آگ لگا کر پھر میدان

جنگ میں کھڑے ہوے ۔ اور یکے بعد دیگرے سب کٹ کر مر گئے ۔ مورخین حیران ہیں کہ یہ عجیب و غریب قوم کس نسل سے ہوگی ۔ کیونکہ اُن کی زبان کا کسی اور زبان سے تعلق نظر نہیں آتا ۔

جب سارس ساٹھ سال کا ہوا ۔ تو اُس نے تمام ایشیا کو سپاہ فارس کے سامنے عاجز پایا ۔ ملک بابلون جو تہذیب اور طاقت میں ایک وقت تمام دنیا میں بے نظیر تھا ۔ برباد ہو گیا ۔ شہر بابل جو چند سال پہلے صنعت اور آرایش کا مخزن تھا ۔ شہر خموشاں کی طرح یاس و بیکسی کا گھر بن گیا ۔ دریاے سندھ سے لے کر مصر تک فارس کا پھریرا لہراتا ہوا نظر آتا تھا ۔ قوم سمیت کا نام جس نے تہذیب میں اس قدر ترقیاں کی تھیں ۔ آس پاس کی قوموں کو فراموش ہونے لگا ۔ اور آریا نسل کے لوگ جا بجا پھیلنے لگے ۔ بت پرستی جسے اقوام نے قانوناً جاری رکھا ہوا تھا ۔ مٹنے لگی ۔ بیل ۔ نبو ۔ اور نیبرو داخ جن کے سامنے والیان ملک تک سجدہ کرتے تھے انقلاب روزگار سے ایسے ذلیل ہوے کہ سر خجالت زمین سے اُٹھا نہیں سکتے تھے مذہب زردشت لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے لگا ۔ مذہب یہود بھی سارس کی توجہ کو مبذول کئے بغیر نہ رہا ۔ اور اُس نے بادشاہ پر اتنا اثر کیا کہ اُس نے یہودیوں کو کئی اختیارات دے دیئے ۔ جس سے آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں تغیرات واقعہ ہونے لگے ۔

ہیرو ڈوٹس لکھتا ہے کہ بادشاہ سارس نہایت چالاک اولوالعزم اور بہادر تھا ۔ فنون جنگ سے بھی وہ بخوبی واقف تھا ۔ رعایا کے ساتھ خوش خلق اور مہربان تھا ۔ مگر حد اعتدال سے کبھی تجاوز نہیں کرتا تھا جب قوم ایونی (لفظ یونان اسی سے لیا گیا ہے) نے سارڈس کے مفتوح ہو جانے کا حال سن کر سارس کی اطاعت قبول کرنے کے لئے ایک پیغامبر روانہ کیا تو سارس نے یوں جواب دیا ۔" ایک ماہی گیر مچھلیوں کا ناچ دیکھنا چاہتا تھا

اُس نے ہزار بنسری بجائی - مگر مچھلیاں خاموش رہیں - آخر کار اُس نے جال ڈال کر اُن کو پانی سے باہر نکالا - تب تو ساری کی ساری ناچنے لگیں - مگر ماہی گیر نے کہا کہ اب میں تمہارا ناچ دیکھنے سے باز آیا - جب میں چاہتا تھا تب تو تم ناچتی ہی نہیں تھیں "

سائرس ایسا رحمدل بادشاہ تھا کہ کبھی کبھی وہ بغاوت کے جرم کو بھی معاف کر دیتا تھا - اُس کا نام فارس کے اخیری بادشاہوں کی زبان پر رہتا تھا سائرس فتح کرنے میں تو بڑا لایق و فایق تھا - مگر انتظام سلطنت میں وہ ہشیار نہ تھا - گو اُس نے کوہستان میں پرورش پائی تھی - مگر ہنر اور صنعت کی وہ ہمیشہ بڑی قدر کرتا تھا - چنانچہ شہر پرسی پولس کے کھنڈرات اس امر کی کافی شہادت دے سکتے ہیں - سائرس نے صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کی جس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں - بیٹوں کے نام کمبائی سس اور سمردی تھے - اور لڑکیاں اتوسہ اور آرتستونے کہلاتی تھیں -

سائرس نے مرنے سے پہلے کمبائی سس کو اپنا ولی عہد قرار دے دیا تھا اور چند عمدہ اور زرخیز صوبے چھوٹے بیٹے کے حوالے کر دیئے تھے - مگر یہ تقسیم بڑی خرابی کا باعث ہوئی - کیونکہ کمبائی سس اپنے چھوٹے بھائی پر حسد کھانے لگا - حتیٰ کہ اُس نے سمردی کو قتل کرا کے اُس کے بجائے ایک اور شخص جو اُس سے مشابہ تھا - اُس کا لباس پہنا کر حاکم کر دیا - اس بد انجام کام کو پورا کرنے کے بعد کمبائی سس نے اپنے باپ کے ارادے کی پیروی کرنے کے لئے جنگ مصر کے لئے تیاریاں کرنی شروع کر دیں - اولاً اُس نے بادشاہ مصر کو پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکی کو یہاں روانہ کر دو تاکہ اُسے میں اپنی بیویوں میں شامل کر لوں - بادشاہ مصر نے ڈر کے مارے ایک عورت تو روانہ کر دی مگر اُس کے پہونچنے پر راز افشا ہو گیا کہ یہ بادشاہ مصر کی بیٹی نہ تھی - کمبائی سس کو اب جنگ کے لئے ایک بہانہ مل گیا - مصر کے راہ میں پانی کا حائل ہونا

حملہ آور کے لئے باعث تکلیف تھا۔ اِس لئے اُس نے یہ تجویز کی کہ جہازوں
سے زیادہ کام لیا جاوے۔ چونکہ ملک فونیشیا اُس زمانہ میں ایک بے نظیر
بحری طاقت کا مالک تھا۔ اِس لئے کمبائی سس نے اُس ملک کو ترغیب
دے کر اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ اب فونیشیا۔ یونان۔ انوکیس اور سائپرس
کے جہاز اکٹھے ہونے سے مصر کی نسبت بدرجہا طاقت ور تھے۔ بحری طاقت
کو محکم کرکے کمبائی سس نے یہ ارادہ کیا کہ بذریعہ اونٹوں کے عرب میں سے
ہو کر جاوے۔ لوگوں کو اکثر خیال رہا ہے کہ صحرائے عرب میں سے گذرنا ناممکن
ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ جب ابراہیم پاشا جنگ عرب میں
صحرائے میں سے گذرے ہیں۔ تو انہیں کوئی بڑی تکالیف پیش نہیں
آئیں۔ الغرض کمبائی سس سرداران عرب کی اجازت حاصل کرکے
اُن کے ملکوں کے راستے مصر کو روانہ ہوا۔ اور ۵۲۵ قبل مسیح اُس نے جنگ
شروع کردی۔ اُس وقت مصر کا بادشاہ سامنت تھا۔ جسنے یونان اور
قربان کی فوجوں کو پیسے کے لالچ سے جمع کرکے بڑی کامیابی سے حملہ آور
کا مقابلہ کیا۔ اخیر میں امدادی فوج نے بیوفائی کی۔ اور بادشاہ کے بال
بچوں کو صف لشکر میں لاکر اُس کے سامنے قتل کیا۔ اور اُن کے خون کو
پانی کے گلاس میں ڈال کر پینے لگے۔ ستیس لکھتا ہے کہ مصریوں کے ۵۰
ہزار اور فارسیوں کے صرف سات ہزار سپاہی کام آئے۔ سامنت بادشاہ
مصر پکڑا گیا۔ مگر کمبائی سس نے اُس کے ساتھ مہربانی سے برتاؤ کیا۔ اور
اردگرد کی دوسری اقوام کو فتح کرنے لگا۔ کمبائی سس نے ۵۰ ہزار سپاہ کو اموّن کی
طرف روانہ کیا۔ مگر وہ سب کے سب صحرائے بیابان میں مر گئے۔ اِس پر
بھی کمبائی سس باز نہ آیا۔ اور فوج لے کر نوبیا پر حملہ آور ہوا۔ مگر نقصان اُٹھا کر
واپس پھرا۔ دارالخلافہ میں پہونچنے پر کمبائی سس کو معلوم ہوا کہ مصریین
پھر بل چل مچ رہی ہے۔ پروہتوں نے مشہور کر دیا تھا کہ آفس کا اوتار نمودار ہوا ہے

اور اس جھوٹی خبر کی خوشی میں میلے لگنے شروع ہو گئے تھے ۔ اور بغاوت ہو جانے کا ڈر تھا ۔ کمبائی سس نے پہلے تو مقید شاہ مصر کو قتل کرا دیا ۔ اور پھر خود فوج لے کر مصر کو سزا دینے کے لئے بڑھا ۔ اس بادشاہ کو اپنی ابتدائی کارروائیوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ ظلم اور جفا کاری سے اس نے بہت سے دشمن بنا لئے ہیں ۔ پس بجائے اس میں کچھ کمی کرنے کے اس نے اندھا دھند ظلم کرنا شروع کر دیا ۔ مصریوں کو بجبر مذہب تبدیل کرنا پڑا ۔ وہ گائے جسے مصری آئس کا اوتار سمجھتے تھے ۔ ذبح کرا دی ۔ اور پروہتوں کو بید لگوائے ایسی کارروائیوں نے مصریوں کے دل میں آتش غیظ کو بڑھکا دیا ۔ مگر چونکہ وہ کمزور ہو چکے تھے ۔ سردست کچھ نہ کر سکے ۔ اور اپنے تئیں انہوں نے فارسیوں کا غلام تصور کر لیا ۔ مصر کو بالکل ضعیف کرکے کمبائی سس اسپاہیں سے ہو کر دارالخلافہ کو آ رہا تھا ۔ یکا یک ایک روز عین غفلت کے وقت فوج فارس میں غل مچگیا ۔ کہ کمبائی سس بادشاہ فارس کا عہد ختم ہو چکا ہے ۔ اور اس کے بھائی سمردی کا زمانہ آ گیا ہے ۔ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ یہ انقلاب کیونکر واقعہ ہو سکتا ہے مگر ؎

ہر آں کہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت
دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست

کمبائی سس نے اپنے حقیقی بھائی کو تو سازش کرکے مروا ڈالا تھا ۔ ایک مجوسی کو جو اس سے بہت مشابہ تھا ۔ مصلحت وقت سمجھکر تخت پر بٹھا دیا تھا ۔ تاکہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ سمردی خلف سارس قتل ہو چکا ہے ۔ اب اس مجوسی نے جو کمبائی سس کے اس ملک میں سے گذرنے کی اطلاع پائی ۔ اسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ کمبائی سس کے ظلم سے تمام رعیت رنجیدہ ہے ۔ یکا یک فوج لیکر وہ موقعہ پر پہونچ گیا ۔ جوں ہی کمبائی سس کی فوج کو خبر ملی ۔ کہ بادشاہ کا چھوٹا بھائی لڑنے کو آ رہا ہے ۔ وہ بخوشی اس سے شامل ہو گئے جو بھی کمبائی سس کو

اِس حال سے خبر ملی۔ اُس نے فوراً خودکشی کرلی ؎

ہزار حیف کُھلا اب کہ سب یہ دھوکا تھا

یہ زندگی تھی مری مثل موجہائے سُراب

۵۲۲ قبل مسیح کمبائی سس کے مرنے پہ مجوسی جو لوگوں کے خیال کے بموجب بادشاہ متوفی کا چھوٹا بھائی تھا۔ اِس سلطنت عظیم کا مالک بنا۔ یہ جعلساز بادشاہ دن رات ایسی تجاویز میں مشغول رہتا تھا۔ کہ لوگوں پر اسکا راز کُھل نہ جاوے مجوسی پروہتوں کو تو اُس کے حسب ونسب سے خبر ہی تھی۔ اب سب نے ملکر خیال کیا۔ کہ اگر ہم نے یکایک یہ قانون بنایا کہ فارس کی تمام رعایا مذہب مجوسی اختیار کرے۔ تو لوگوں کو شک پڑجاوے گا۔ اسلئے مناسب ہے کہ ہم آہستہ آہستہ فارسیوں کو مجوسی بنادیں۔ شاہان فارس میں رسم تھی۔ کہ نیا بادشاہ اپنے سے پہلے بادشاہ کی بیوہ عورتوں سے شادی کرلیا کرتا تھا اِس لئے اپنی صداقت کا لوگوں کو یقین دلانے کے لئے بادشاہ سمردی (مصنوعی) نے بادشاہ مقتول کی تمام بیویوں سے شادی کرلی۔ اب مشکل یہ پڑگئی کہ ملکہ اٹوسہ شہزادہ سمردی اصلی سے واقف تھی۔ اِسلئے اِس جعلساز مجوسی کو دیکھتے ہی وہ فریب سے واقف ہوجاوے گی۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے۔ کہ اِس شناخت سے بچنے کے لئے مجوسی نے اپنی تمام بیویوں کے لئے علیحدہ علیحدہ محل بنائے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کو نہ مل سکیں۔ اور اس بات کا بھی پورا بندوبست کردیا۔ کہ کسی رشتہ دار وغیرہ سے اُن کا رابطہ واتحاد باقی نہ رہے۔ کچھ مدت جو آرام گذر گئی۔ تو مجوسی افشائے راز سے بے فکر ہوگیا۔ رفتہ رفتہ اُس نے زرتشتی مندروں کا توڑنا شروع کردیا۔ اور آتش کدے روبہ ترقی ہونے لگے۔ فارسی رعیت جو پہلے ہی مذہب مجوسی پر مائل تھی اِن تغیرات سے تھوڑی ہی رنجیدہ ہوی۔ مگر یہودیوں سے بہت سا بگاڑ ہوگیا سارس کی اجازت کے بموجب یہودی چودہ سال سے ایک مندر تیار کر رہے

تھے۔ اِس بادشاہ نے مذہب مسمارت کے پیرووں کو جو یہودیوں کے جانی دشمن تھے۔ حکم بھیجا کہ یہودیوں کی عمارت بجبر بند کر دو۔ ایسے ایسے احکام نے رعیت کو شُبہ میں ڈال دیا۔ اُسپر بادشاہ کے ہر وقت خلوت نشین رہنے اور لوگوں کی ملاقات سے انکار کرنے نے امراء و وزراء کو بھی بدظن کر دیا ؎

من ازآں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخارا

راز کھل گیا۔ اراکین سلطنت نے خفیہ طور پر مشورہ کرکے ہشتاسپ کو جو تخت کا حقدار تھا۔ پیغام بھیجا۔ مگر ہشتاسپ نے پیرانہ سالی کا عذر رکھکر اپنے بیٹے دارا کو روانہ کیا۔ مجوسی قتل کیا گیا۔ اور ۵۲۱ قبل مسیح دارا نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔

مجوسیوں کی سازش کے افشا ہونیکا ذکر سُنکر فارسی جوش میں آگئے۔ بادشاہ نے بھی پروہتوں اور مجوسیوں کے قتل عام کا حکم دے دیا اور اس جلسا کی یادگار میں ایک سالانہ قتل گاہ قایم کیا گیا جسے ماجوفونیا کہتے تھے۔ اور جہاں مجوسیوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ مذہب زردشت پھر بحال ہونے لگا۔ یہودیوں کو بھی صرف مندر بنانے ہی کی اجازت نہ ملی گئی بلکہ خزانہ بادشاہی سے اُنہیں سیم وزر اناج اور مویشی بھی عطا کئے گئے۔ پیروان زردشت اور یہودی آپس میں پھر ملکر بیٹھنے لگے۔

مشرقی سلطنتوں میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا ہے۔ باجگذار ریاستیں خودسری کی کوششیں شروع کر دیتی ہیں۔ دارا کا ابتدائی زمانہ اس قاعدہ سے مستثنےٰ نہ ہوا۔ بغاوت کی وباء ایسی پھیلی۔ کہ اس نوجوان بادشاہ کو اُس کے دور کرتے کرتے چھ سال گذر گئے۔ مصر اور لیدیا کی بغاوتوں کو دور کرکے دارا نے انتظام سلطنت

میں اصلاحیں کرنی شروع کردیں۔ اور فی الحقیقت اُس نے بہت عمدہ راستہ ایجاد کیا۔ جو فارس کی تاریخ قدیم میں شہرت سے خالی نہیں۔

تمام سلطنت کو الگ الگ صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر ایک میں سترپ یعنے گورنر مقرر کئے گئے۔ جن کی تعداد ہند کو ملا کر چوبیس کے قریب تھی۔ ایک قانون وضع کرکے سلطنت کے تمام حصوں میں جاری کیا گیا۔ سترپ کا کام مالیہ جمع کرنا۔ امن کا بحال رکھنا۔ انصاف کرنا اور ملک کا نگران رہنا تھا۔ بادشاہ کو اختیار تھا کہ جسے چاہے سترپ مقرر کردے اور جب خواہش موقوف کردے یا سر اُڑا دے۔ باوجود اس کے سترپ بڑے خودمختار تھے اور جب چاہیں رعایا پر ظلم کرسکتے تھے۔ اُن کی طرز رہایش بادشاہ سے مشابہ تھی۔ حسب دلخواہ وہ بلا زمان ریاست کو کم و بیش کرسکتے تھے۔ اور مالیہ کو بھی گھٹا بڑھا سکتے تھے۔ تمام کاروبار نذرانوں اور تحفوں پر چلتا تھا۔ اور بے شرمی کا تو یہ حال تھا۔ کہ رعایا میں سے جس کی لڑکی کو پسند کرتے حرم سرائے میں داخل کرلیتے تھے۔ فوج کا انتظام بھی ہر جگہ یکساں تھا۔ رعایا کو سپاہی بننے کی اجازت نہیں تھی۔ فوجیں میدیا اور فارس سے بھرتی کرکے تمام صوبوں میں بھیجی جایا کرتی تھیں۔ تاکہ اگر کہیں بغاوت وغیرہ ہو تو نہایت درشتی سے فرو کی جاوے۔ ڈاکوؤں کے غول کے غول اِدھر اُدھر تاخت و تاراج کرتے ہی رہتے تھے۔ اور نہ تو سترپ اور نہ فوج شاہی کی کچھ پروا کرتے تھے۔ فارسیوں کو معاملہ معاف تھا۔ مگر جب بادشاہ محل سے باہر جاوے۔ تو رعیت پر لازمی تھا کہ حسب توفیق نذرانہ دیں۔ اِس رسم سے غریبوں کو بہت فایدہ تھا۔ کیونکہ وہ تو میوہ مٹھائی دے کر بچ نکلتے تھے۔ مگر امیروں کو بھاری بھاری نذرانے دینے پڑتے تھے۔ بادشاہ کے لئے قانون تھا کہ جب مقام پسارگاوی کو جاوے تو جو عورت سامنے آوے اُسے دس روپیہ انعام دیوے۔ یہ رسم فارس کے

وقت سے اسلئے رائج تھی - کہ آخری جنگ میں فارسیوں کو فتح صرف عورتوں
ہی کے طفیل ہوئی تھی - کہ انہوں نے شور پکار کرکے فوج کا دل بڑھا دیا -
بادشاہ ہر ایک سترپ پر خراج کی مقدار مقرر کر دیا کرتا تھا - جو اُسے سالانہ
ادا کرتا تھا - خراج کی مقدار زیادہ سے زیادہ ایک ہزار بابلونی خشت ٹلے
نقرہ تھیں - جن کی قیمت تیس لاکھ روپیہ کے قریب تھی - مگر ہندوستان
کا خراج ایک کروڑ سے متجاوز نہ تھا - باوجودیکہ ہندوستانی اس زمانہ میں
آبادی کم ہونے کی وجہ سے اب سے لاکھوں درجہ زیادہ دولت مند تھے -
علاوہ یا بجائے خراج صوبہ ہائے سلطنت اپنے ملک کی خاص خاص اشیاء
بادشاہ کو دے سکتے تھے - بابلون اور اسیریا کا اس میں کسی قدر نقصان تھا
کیونکہ انہیں غلہ کی ایک بڑی مقدار دینی پڑتی تھی - بعض بعض مقامات
میں آبپاشی کا معاملہ بھی وصول کیا جاتا تھا - ماہی گیروں کو بھی ٹکس ادا
کرنا لازمی تھا - گو اُس وقت تمام سلطنت فارس کی آبادی چار کروڑ کے
قریب تھی - مگر ہر طرح کا معاملہ وغیرہ دس کروڑ سے زیادہ نہ تھا یعنی بحساب
اوسط ہر ایک شخص کو اڑھائی روپیہ سالانہ دینا پڑتا تھا - جو ہندوستان کے
موجودہ معاملہ سے بہت کم ہے - اور اُس زمانہ میں جبکہ آبادی چار کروڑ تھی
سلطنت فارس کی رعیت نہایت متمول اور آسودہ حال ہوگی ہندوستان
کی موجودہ زمین مزروعہ اس بے شمار آبادی یعنے ۲۰ کروڑ کو برداشت کرنے
کے قابل نہیں - بشرطیکہ صنعت اور تجارت میں اعلےٰ درجہ کی ترقی نہ کی
جاوے - گورنروں کی تنخواہیں اُس زمانہ میں مقرر نہیں تھیں - وہ اپنے
اخراج ریاست سے وصول کر لیتے تھے - اس میں کچھ شک نہیں کہ اس
انتظام سلطنت میں بھی بہت سے نقائص پائے جاتے ہیں ہر جگہ فارسی
قوم کو افواج میں بھرتی کرنا - اُن کی تہذیبی ترقی میں بڑا ہارج تھا گورنروں
کی تنخواہیں مقرر نہ ہونا بھی گو اُس زمانہ میں ایسا ضرر رسان نہ ہوگا - مگر آجکل

رعیت کے لئے زہر ہلاہل ثابت ہو گا۔ آجکل سلطنت ایران میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں وہ اس وجہ سے ہیں۔ کہ وہاں معاملہ مقرر نہیں۔ اِس لئے گورنر اکثر ظلم وتعدی سے کام لیتے ہیں۔ ہر ایک صوبے میں تین شاہی افسر مقرر تھے۔ ستر پ۔ سکوٹری اور سپہ سالار تاکہ ان میں سے اگر ایک آمادہ شرارت ہو تو دوسرا پردہ فاش کر دے۔ صرف اتنے ہی انتظام پر اکتفا نہیں کی گئی تھی۔ شاہی خاندان کے لوگوں کو ناظر مقرر کیا جاتا تھا۔ جو اچانک کسی صوبہ میں جا کر وہاں کی کارروائی کا معائنہ کرتے تھے ایک مسلح دستہ فوج ان کے ہمراہ رہتا تھا۔ تاکہ اگر کوئی نقص بآسانی دور ہو تو جبراً انسداد کیا جائے۔ دارا کا انتظام سلطنت ایسا مفید اور اعلیٰ ثابت ہوا ہے۔ کہ آجکل انگریز اور کئی اور مھذب قومیں اسپر عمل کرتے ہیں۔ بعض اوقات کسی صوبہ کے ستر پ کو بیاہ شادی کے ذریعہ خاندان شاہی میں داخل کر لیتے تھے۔ تاکہ بادشاہ کے فوائد اُسے مدنظر رہیں۔

صوبہ جات کے اعلےٰ افسروں کے اختیارات کا منقسم ہونا۔ امن کے وقت میں تو ازحد مفید ہے۔ مگر جنگ یا بغاوت کے وقت باعث نقصان ہے۔ کیونکہ روپیہ فوج اور اختیارات جب تین مختلف شخصوں کے ہاتھ میں ہوں۔ تو اُن کا متفق ہو کر چلنا اور کام کو عین وقت میں سرانجام کرنا دشوار ہے۔ اور مزید برآں کاروبار سلطنت میں جب بہت سے رازدار ہوں۔ تو تجاویز کا پوشیدہ رہنا بھی محال ہے۔ اسلئے ہنگامے کے وقت میں سلطنت روم کا انتظام بے نظیر ہے۔ جہاں ہر ایک صوبے کا پاشا خزانے اور فوج وغیرہ پر اختیار کامل رکھتا ہے۔ احکام بھی سلطان سے اُسے جو ملتے ہیں۔ وہ ہمیشہ مخفی رہتے ہیں۔ اگر کسی حصۂ ملک میں شر و فساد ہو تو عین وقت میں اُس کا انسداد ہو جاتا ہے۔ اگر یورپ کے کسی لایق سے لایق اور مھذب سے مھذب قوم کو وہ مشکلات حایل

ہوں۔ جو ہمیشہ سے سلطنت روم کے ساتھ ملحق رہی ہیں (یعنی اولاً نصف رعایا کا عیسائی ہونا۔ اور دوسرے عیسائی سلطنتوں کا شب و روز تخریب میں مشغول ہونا) تو شاید ہی تاب مقاومت لاوے۔

دارا کو یہ امر بھی مدنظر تھا۔ کہ سلطنت کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کو خبریں بہ سرعت پہونچ سکیں۔ جا بجا ڈاک خانہ بنائے ہوئے تھے جہاں تیز رو گھوڑے تیار رہتے تھے۔ کہ خطوں کو لیکر ہوا ہو جاویں۔ دارا نے سونے اور چاندی کا سکہ چلانا شروع کیا۔ لفظ ڈارک جو تقریباً تمام زبانوں میں بگڑا مستعمل ہے۔ دارا کی طرف ایما کرتا ہے۔ یعنی دارا کا ایجاد کیا ہوا سکہ۔ دارا امن پسند۔ زیور سنگتراشی اور تعلیم کا شایق تھا اس نے مقام سوزا پر ایک ایسا خوبصورت محل تعمیر کیا تھا کہ بعد کے بادشاہ اسی میں رہتے تھے۔ شاہان فارس میں سے صرف دارا ہی نے اپنی قبر پکتبہ بنوایا تھا۔ جسپر اس کے وقت کے مشہور واقعات اور محکوم املاک کے نقشہ جات تحریر تھے۔ ۵۰۰ قبل مسیح تک دارا انتظام سلطنت میں ایسا محو رہا کہ اسے فوج کی آراستگی اور مضبوطی پر خیال کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ رعیت جو ہمیشہ جنگ اور فتوحات کی خبریں سننے کی عادی تھی۔ دارا کو کمزور خیال کرنے لگی۔ دارا جیسا بیدار مغز بادشاہ بھلا کب رعیت کے خیالات سے ناواقف رہ سکتا۔ اس نے چاروں طرف جو نظر دوڑائی تو مشرقی پنجاب کی سر سبز زمین جو اس زمانہ میں سونے چاندی سے پر تھی اسکی توجہ کو مبذول کرنے لگی۔ وہاں کے قدآور اور جنگ جو باشندوں کو بھی دیکھ کر دارا کا دل للچا آیا۔ کہ انھیں اپنی فوجوں میں داخل کرے اسنے ایک فوج گراں کو روانہ کر دیا۔ جو دریائے سندھ سے کشتیوں کے ذریعہ پار اُتر کر سارے پنجاب کو فتح کر آئی۔ فتح پنجاب کے بعد بھی دارا کو تسلی نہوئی۔ اور یونان اور مقدونیہ اس کی فتحمندی کی تلوار پر سنگ مقناطیس ایسا

اثر کرنے لگی ہے

ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ
ہم چناں در بند اقلیمے دگر

اُس زمانہ میں قوم سیس ملک آرمینیا سے لے کر دریائے ڈینوب کے کناروں تک آباد تھی - اور دارا بھی اُن کی کار روائیوں سے ناواقف تھا - اگر دارا بے سوچے سمجھے یونان پر حملہ کر دیتا - تو قوم سیس حسب عادت عین موقعہ پر بلائے ناگہانی کی طرح اُسپر جا گرتی - اِن تمام مشکلات کی پیشبندی کرنے کے لئے دارا نے آٹھ لاکھ کے قریب فوج تیار کی - اور چھ سو جنگی جہازوں کو باسفورس کی طرف روانہ کیا - جونہی دارا کی فوج بڑی سرحد سے باہر نکلی قوم سیس تاب مقاومت نہ لاکر پیچھے ہٹنے لگی - دارا بھی برابر اُن کا تعاقب کرتا گیا - اور ساری قوم کو دریائے ڈینیوب کے پار بھگا کر اُن کے دل پر اپنی فوجی طاقت کو نقش کیا - باوجود ایسے دور دراز سفر کے دارا نے رسد کا انتظام ایسا خوب کیا تھا کہ کوئی بھی مشکل پیش نہ آئی - وہاں سے دارا اپنے جہازوں کی طرف آیا اور میگا بازوس نامی ایک سپہ سالار کو مقدونیہ فتح کرنے کے لئے بھیجا - اِس سپہ سالار نے صرف دھمکیاں ہی دے کر وہاں کے بادشاہ کو مطیع کر لیا - اور ارد گرد کی اقوام کو بھی فرمانبردار بنایا - میگا بازوس اپنے قائم مقام ستیانس مقرر کر کے خود شہر سارڈس کو واپس آیا کیونکہ وہاں دارا ٹھیرا ہوا تھا - ستیانس نے ۵۰۰ قبل مسیح شہر بازنطیم کو جہاں آجکل قسطنطنیہ واقعہ ہے - اور بہت سے اور شہروں کو سلطنت فارس کے ساتھ ملحق کیا - دارا مقام سارڈس سے شہر سوزا کی طرف بڑھا - اور کچھ عرصہ کے لئے یونان کو فتح کرنا اُسے بھول گیا - یونانیوں نے اپنے ہم قوموں کو جو جابجا مغربی ایشیا میں پھیلے ہوئے تھے - بغاوت کے لئے بھڑکانا شروع کیا - جو چھ سو جہاز دارا نے چند ماہ پیشتر باسفورس

کی طرف روانہ کئے تھے۔ اُن میں ملاح سپاہی بلکہ افسر تلک یونانی تھے جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ اتنی کثیر التعداد فوج کا جو غیر قوم میں سے تھی یک جا رکھنا صرف دارا کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ یونانی سپاہ جو جہازوں میں تھی۔ اُن فارسی سپاہیوں کے قتل کے لئے کافی تھی۔ جو اُن کے متصل کنارہ پر خیمہ زن تھے۔ یونانیوں میں یکایک قومی جوش پیدا ہو گیا۔ آرستاگورس کو اپنا سردار مقرر کرکے اُنہوں نے یکایک بغاوت کا جھنڈا اکھڑا کر دیا۔ اور یورپ کے یونانیوں سے امداد کے ملتجی ہوئے۔ ارستاگورس اپنے ہم قوموں سے امداد کے وعدے لے کر ایشیا میں بڑھنے لگا۔ اپنی شجاعت اور بہادری کا اظہار کرنے کے لئے اُس نے حد اعتدال سے تجاوز کیا۔ یعنی شہر سارڈس کا جو کہ ملک لیدیا کا دارالخلافہ تھا۔ محاصرہ کر دیا۔ وہاں کا سترپ بالمقابل نہ ہو سکا۔ اور وہاں سے رو بفرار ہوا۔ یونانیوں نے اندھا دھند شہر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کش مکش میں شہر میں بھی آگ لگ گئی۔ الغرض وہاں سے بے انتہا مال و اسباب لیکر یونانی شاد و خورم گھر کو واپس ہوئے۔ مگر ابھی دور نکلنے نہیں پائے تھے کہ فارسی فوج پہونچ گئی۔ اور اُس نے یونانیوں کی بہت ہی بُری گت بنائی۔ برّی فوج ہتھیاروں کو پھینک اور بحری فوج جہازوں کو چھوڑ بھاگی۔ اور دم دبائے ہوئے اپنے شہروں میں چھپ گئی۔ اس مہم سے یونانیوں کو اتنا فائدہ ضرور ہوا۔ کہ فارس کی باجگذار ریاستوں اور دشمنوں کو سلطنت کی کمزوری کا خیال ہو گیا۔ یعنی یونانی فوج کا بے روک ٹوک شہر سارڈس تک پہونچ جانا ایک ایسا کام نہ تھا کہ بہتوں کو تقلید کی ترغیب نہ دیتا۔ قوم سیس جو انتقام کے لئے دانت پیس رہی تھی۔ اِدھر اُدھر حدود فارس پر لوٹ مار کرنے لگی۔ دارا نے فوج گران روانہ کرکے ایشیا کے یونانیوں اور مقدونیہ کے باشندوں کو اُن کی گستاخانہ حرکات

کے لئے سخت سزائیں دیں۔
دارا نے اِس بات کا بھی مصمم ارادہ کرلیا۔ کہ یونان خاص کو بہر صورت فتح کرلیا جاوے۔ ورنہ آئے دن وہ جا بجا لوگوں کو بغاوت کی ترغیب دینگے اِس کام کے سرانجام دینے کے لئے دارا نے اپنے داماد مار دونی کو سپہ سالار مقرر کرکے یونان کی طرف بھیجا۔ مار دونی نے سمندر کے راستے سے جاکر یونان کے بہت سے شہروں کو فتح کرلیا۔ مگر ایک روز سمندر میں ایسا طوفان عظیم بپا ہوگیا۔ کہ آناً فاناً میں تین سو جہاز بمعہ بیس ہزار سپاہیوں کے غرق ہوگئے اور سپہ سالار فارس اپنا سا مُنہ لے کر واپس آیا۔ اِس واقعہ سے بھی دارا کے ارادہ میں فرق نہ آیا۔ ۴۹۰ قبل مسیح اُس نے دات نامی سپہ سالار کو فوج دے کر فتح یونان کے لئے روانہ کیا۔ یونانیوں نے زیر کمان ملتیا داس اس بہادری سے مقابلہ کیا۔ کہ فارسیوں کو شکست کھا کر ایشیا کو لوٹنا پڑا۔ گو یہ شکست باعث ندامت تھی۔ مگر دارا نے اس خیال کو ترک نہ کیا۔ اور نہایت سرگرمی سے تیاری کرنی شروع کردی۔ مصری بھی فارسیوں سے آزاد ہونے کی تجاویز کر رہے تھے۔ موقعہ پاکر اُنہوں نے بھی خودمختاری اختیار کرلی۔ دارا نے اِن دونوں دشمنوں کو ایک ہی دفعہ سزا دینے کا ارادہ کرلیا مگر عمر نے وفا نہ کی۔ ۴۸۶ قبل مسیح دارا جان بحق تسلیم ہوا۔ یہ بادشاہ بوجہ انتظام ملکی بے نظیر ہے۔ اس کی لیاقت اُس کے کاموں سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ دارا کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سرکسس جو ملکہ اتوسا کے شکم سے تھا تخت نشین ہوا۔ فارس میں قاعدہ تھا کہ بادشاہ ہمیشہ اپنا ولیعہد مقرر کر دیا کرتا تھا۔ گو سرکسس بادشاہ بننے کے لایق نہ تھا۔ مگر اپنے باپ کی وصیت کے بموجب حکمران ہوگیا۔ سرکسس نے تخت نشین ہوتے ہی نہایت سرگرمی سے تسخیر یونان کے لئے تیاریاں شروع کردیں۔ اور اندھادھند روپیہ خرچ کرکے بارہ سو جنگی جہاز اور تین سو معمولی بیڑے فراہم کئے۔ جا بجا

راستہ میں خوراک کے ذخیرے جمع کئے گئے - تاکہ فوج کو کسی قسم کی تکلیف نہو
فنون جنگ سے تو سرکسس نے بہرہ تھا - صرف اپنے تجمل و احتشام نے ظاہر
کرنے کے لئے اس نے زر کثیر صرف کر دیا - مقام ہیلیسپونٹ پر اُس نے فوج کو
دریا سے پار کرنے کے لئے دوہرا پُل بنوایا - اور مقام اتھوس پر ایک نہر بنائی -
کیونکہ یہ مقام یونان پر حملہ آوری کرنے والے کے لئے بڑا خطرناک تھا - ان
بڑے بڑے کاموں کو سرانجام دے کر سرکسس ۴۸۱ قبل مسیح مقام سوزا سے
براہ سارڈس روانہ ہوا - ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ اُس کے جھنڈے کے نیچے
اوپچاس اقوام کے سپاہی تھے جن میں ہندوستانی بھی شامل تھے - ایبی دوس
کی پہاڑی پر سرکسس کے لئے ایک سنگ مرمر کا تخت بچھایا گیا - جہاں بیٹھکر
وہ اپنی افواج کی کثرت اور شوکت کو ملاحظہ کرنے لگا - مقابل میں یونانی دانہ
ہائے ریگ کی طرح زمین پر پھیلے ہوئے تھے - بائیں طرف فارسی جہازوں
کے سفید پھریروں نے سمندر کو بحر منجمد شمالی کی صورت بنا دیا تھا - سرکسس
نے اپنے جہازوں کو حکم دیا کہ اعلے سے اعلے جہازوں کو دو حصوں میں تقسیم
کر کے ایک مصنوعی لڑائی دکھاویں - تاکہ معلوم ہو کہ کونسی قوم کے جہاز
حقیقت میں عمدہ ہیں - اس مقابلہ میں قوم فونشین نے اپنا کمال ظاہر کیا
اور اول درجہ کے جہاز ران قرار دیئے گئے - دوسرے روز مذہبی رسومات
بجالائے - سرکسس نے سونے کا ایک مرتبان - ایک پیالہ - اور ایک تیغ فارسی
کو سمندر کی نذر کیا - اور متھرا یعنے سورج کے خدا سے دعا مانگی - تاکہ یورپ
پر ظفریاب ہو - بعد ازاں فوجوں کو پل کے ذریعہ سے پار ہونے کا حکم دیا گیا -
سات روز تک سپاہ دریا سے پار اُترتی رہی - سرحد یورپ میں پہنچکر جنگلی
شیروں نے کسی قدر نقصان کیا - صوبہ تھسلی (جسے تھسالیہ کہتے ہیں)
کی قوموں نے کوئی مزاحمت نہ کی - رات کو خیمہ زنی کر کے علی الصباح سرکسس
کی فوج نے یونان پر حملہ کر دیا - کچھ تو یونانی فراری ہو گئے - مگر ایک زبردست

فوج لیونیداس کے ماتحت مقابلہ پر تلی رہی - گو اس لڑائی میں فارسیوں کا بھی بہت نقصان ہوا - مگر سوائے چار سو کے کل یونانی سپاہی تہ تیغ ہوئے مگر اسی پر ہی بس کیوں ہو جاتی - جنگ یونان میں بحری لڑائی بھی لازمی تھی بطور سابق اس دفعہ بھی ایک طوفان آیا جسنے فارسیوں کے بہت سے جہاز فنا کر دیئے - مگر پھر بھی سرکسس نے حوصلہ نہ ہارا - اور خشکی کے راستے ایتھنز پہونچ گیا - یونانی وہاں سے بھی بھاگ نکلے - اور قریب تھا کہ جہازوں میں سوار ہو کر جزیروں میں پہونچ جاویں مگر سرکسس نے اپنی فوج میں حکم دیدیا - کہ جو ہیں یونانی جہازوں پر سوار ہوں - بحری لڑائی شروع کی جاوے اور یونانیوں کو فراری نہ ہونے دیں - جونہیں یونانیوں کے جہاز نمودار ہوئے فارسیوں نے حملہ کر دیا - اور دیر تک لڑائی ہوتی رہی - کچھ دیر کے بعد یونانیوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا - قریب تھا کہ یونانی بھاگنے لگیں - کہ یکایک یونانیوں کے جہازوں میں ایک جرأت بڑھا دینے والا شور مچا - اور یونانیوں نے یہ سمجھ کر کہ اگر شکست کھائی تو مارے جاویں گے - جی توڑ توڑ کر لڑنا شروع کر دیا - فارسی جہاز پسپا ہونے لگے - حتی کہ کئی گھبراہٹ اور کھلبلی میں غرق ہو گئے - چند گھنٹوں کے بعد سمندر میں جہازوں کے تختوں اور مردوں کے کپڑوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا - سرکسس کا اس واقعہ سے بالکل حوصلہ ٹوٹ گیا - اور اس نے ایشیا واپس جانے کے لئے بوریا بندھنا اٹھا لیا -

مارڈونیس سپہ سالار نے بادشاہ سے عرض کی - کہ اگر اجازت ہو تو میں یونان پر فوج کشی کروں - سرکسس نے اسے تین لاکھ فوج دے کر یونان پر حملہ آوری کے لئے روانہ کیا - مارڈونیس شہر بشہر فتح کرتا دارالخلافہ تک پہونچ گیا - مگر جب فتح کر کے وہ واپس پھرا - تو راستہ میں ایک تنگ مقام میں جہاں معدودے چند سپاہی مل کر چل سکتے ہیں - باشندگان

سپارتا نے حملہ کرکے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور فوج کو بھی گھیر کر سخت نقصان پہونچایا۔

سرکسس کے عہد میں یونان سے جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ اُن میں فارسیوں کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوا۔ مقدونیہ اور فارس کے دیگر مقبوضات جو یورپ میں واقع تھے۔ یکے بعد دیگرے باغی ہو گئے۔ اور یونانیوں کی بھی جرأت بدرجہا بڑھ گئی۔ اُنہوں نے از سر نو فارس کی باجگذار ریاستوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اور جزیرہ سائپرس کو فتح کر لیا۔ اِدھر بادشاہ فارس کے خانگی معاملات میں فتور مچ گیا۔ شادی تو اُس نے صرف ایک ہی بار کی تھی۔ مگر اُس نے اپنے امرا وزرا وغیرہ کی بیویوں سے حتیٰ کہ اپنے رشتہ داروں کے گھروں میں بھی بدکاری شروع کر دی۔ اُس کی بدچلنی کا یہاں تک اثر ہوا کہ اُس کی لڑکی آمتت جو شہزادہ میگابزوس سے بیاہی ہوئی تھی باپ کی نقل کرنے لگی۔ اس کثرت عصیان کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمام اراکین سلطنت بادشاہ کے دشمن بن گئے۔ اور ایک دن اُنہوں نے اُسے خواب گاہ میں قتل کر دیا الزنا بجزیٔ البناء۔

سرکسس کے مرنے کے بعد اُس کے تینوں بیٹوں میں فساد مچ گیا۔ مگر اُس وقت محل شاہی میں صرف دو ہی بیٹے دارا اور ارتاکسرکسس تھے۔ ارتاکسرکسس نے دارا پر قتل پدر کا الزام دے کر اُس کا سر قلم کرا دیا۔ اور ۴۶۵ قبل مسیح خود تخت نشین ہو گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے حقدار شہزادوں میں بغاوت پھیلنے لگی۔ مگر ارتاکسرکسس نے یکے بعد دیگرے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اِسی اثنا میں مصر میں ایک نیا گل کھلا۔ اناروس نامی حبشیوں کے سردار نے مصر کے سترپ (گورنر) سے جنگ شروع کر دی۔ اور یونانیوں کی مدد سے اُس فوج کو جو فارسیوں نے

حفاظت کے لئے وہاں رکھی تھی مار ڈالا۔ بادشاہ فارس نے میگا بازوس کو
سپہ سالار بنا کر مصر کی طرف روانہ کیا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جس میں یونانیوں
کے سب جہاز پکڑے گئے۔ اور اکثر یونانی مقتول ہوئے۔ سپہ سالار فارس
نے حسب الحکم بادشاہ آنارو کو گرفتار کرکے مصلوب کردیا۔ ۴۴۹ قبل مسیح
یونانیوں نے پھر تین سو جہاز جمع کرکے مصر کا راستہ لیا۔ اور سائپرس میں بھی
فساد شروع کر دیا۔ اور جہاں جہاں فارسی سپاہ کو پایا۔ اُسے قتل کر دیا۔
ارتاکسرکسس نے مصلحت وقت سمجھ کر یونانیوں سے صلح کرلی۔ شرائط یہ
قرار پائیں کہ وہ اپنے مقبوضہ اُن ایشیائی ریاستوں کو جن میں یونانی آباد
ہیں۔ آزاد کر دے گا۔ یونانیوں کو آزادی عطا کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے
ملک خود مختار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ اور اسی وقت سے سلطنت
فارس کا زوال شروع ہوگیا۔ کیونکہ بادشاہ ارتاکسرکسس ایسا بزدل تھا۔ کہ
وہ ایک دفعہ بھی لڑائی پر نہیں گیا۔ اُس کی بہن اور والدہ دونوں بدکار
تھیں۔ اور جو چاہتی تھیں بادشاہ کو ترغیب دے کر کرا لیتی تھیں گویا
کہ عنان حکومت اُنہیں کے ہاتھ میں تھی۔ اس بادشاہ کے بعد اُس کا
بیٹا سرکسس ۴۲۵ قبل مسیح حکمران ہوا۔ مگر ڈیڑھ مہینہ بھی گذرنے نہ پایا
تھا۔ کہ اُس کے بھائی نے اُسے شراب پیتے وقت قتل کر دیا۔ اور خود تخت
پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ اِسے بھی چھ مہینے سے زیادہ حکمرانی کرنی نہ ملی۔ کیونکہ
اُس کے ایک اور بھائی اوجس نامی نے اُسے قتل کرکے تخت سلطنت پر
جلوس کیا۔ اور اپنا نام دارا مقرر کیا۔ دارا باپ کی زندگی کے وقت ہرکانیہ
کا سترپ یعنے گورنر تھا۔ اور اُس نے اپنی پھوپھی سے شادی کی تھی اُس
کے تخت نشین ہوتے ہی ملک میں بغاوتیں ہونے لگیں۔ مگر اُس نے روپیہ
کا لالچ دے کر یونانیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور چونکہ اُس وقت یونانی
مغربی ایشیا اور یورپ کے جنوب مشرق میں جا بجا پھیلے ہوئے تھے

اِس طرح وہ کبھی ایک ریاست کو ساتھ ملا کر دوسری سے لڑاتا تھا۔ اور کبھی ایک ملک کو زر دیکر دوسرے سے لڑنے کو بھیجتا تھا۔ اِس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی آئے دن لڑائیوں میں مشغول رہ کر فن حرب میں لایق ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ دارا نے اُنہیں اپنی فوج میں بھی بڑے بڑے عہدے دینے شروع کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ فارس کی فوج یونانیوں سے پُر ہو گئی۔ انتظام سلطنت کی یہ حالت ہو گئی کہ ناگفتہ بہ۔ خواصوں اور ملازموں کو یہانتک اختیار تھا۔ کہ ایک خواجہ سرا نے بادشاہ کو تخت سے اُتار کر خود بادشاہ بننے کی کوشش کی۔ عداوت اور نا اتفاقی نے ملک میں اسقدر ترقی کی۔ کہ ولیعہد تک نے بادشاہ سے جنگ شروع کر دی۔ الغرض ملک کو شر و فساد سے لبریز چھوڑ کر دارا راہیِ ملک بقا ہوا۔ دارا کے دو بیٹے ارساس اور سارس تھے۔ ماں کو گو چھوٹے بیٹے سے بڑی محبت تھی۔ مگر دارا نے آخری وقت میں بڑے بیٹے کو جانشین قرار دیا۔ ارساس نے ۴۰۵ قبل مسیح تخت نشین ہو کر اپنا نام ارتا کسرکس رکھ لیا۔ ایک دن یہ بادشاہ مندر میں پوجا کر رہا تھا۔ کہ یکایک کسی مخبر نے اطلاع دی۔ کہ تمہارا چھوٹا بھائی سارس یہاں پنہاں ہے۔ جونہی تم کپڑے بدلنے کی رسم ادا کرنے لگو گے وہ اچانک تم پر حملہ کرے گا۔ بادشاہ نے فوراً سارس کو گرفتار کرا لیا۔ مگر ماں نے بیچ بچاؤ کر کے اُس کی جان بخشی کرا دی۔ اور اُسے حاکم اسریا مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ وہاں پہونچتے ہی سارس نے پوشیدہ طور پر اپنے بڑے بھائی یعنے شاہ فارس کے برخلاف تیاریاں شروع کر دیں۔ آس پاس کی ریاستوں سے لڑائی کا بہانہ کر کے بادشاہ سے فوج منگواتا رہا۔ اور یونانیوں کو بھی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ جو ہیں فوج کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب پہونچ گئی۔ سارس خفیہ طور پر دار الخلافہ فارس کی طرف بڑھنے لگا۔ اور یسوپوٹیمیا کے راستہ تینتیس[۳۳] دن میں چھ سو میل کا

فاصلہ طے کرکے ۱۰۴ قبل مسیح بابلون تک پہونچ گیا۔ اس طول وطویل سفر میں فوج نے کئی بار تنگ آکر آگے بڑھنے سے انکار کیا۔ مگر سارس اُنھیں زیادہ تنخواہ دینے کے لالچ سے اتنی دور لے آیا۔ ارتاکسرکس یعنے بادشاہ فارس بھی اِن کارروائیوں سے بھلا کب بے خبر تھا۔ آنا فانا نو لاکھ سپاہ کو جمع کرکے وہ بھی اپنے بھائی کے استقبال کے لئے روانہ ہوا۔ سارس نے تین روز تک ہر طرح سے خبرداری رکھی۔ کہ کہیں دشمن سے راستہ ہی میں مٹ بھیڑ نہ ہوجاوے۔ مگر جب اُسے سپاہ فارس کا کچھ نشان نہ ملا تو غافل ہوگیا۔ سارس خود تو ایک چوپیہ گاڑی پر لد لیا۔ اور فوج بے ترتیب ہوکر چلنے لگی۔ اِس بے فکری اور کوتہ اندیشی کی رفتار میں یکایک ایک سوار نے جو دور سے سرپٹ گھوڑا دوڑائے چلا آتا تھا۔ لشکر کو متوجہ کیا۔ قریب آتے ہی اُس نے مضطربانہ طور پر چلانا شروع کردیا۔ کہ شاہنشاہ فوج عظیم لئے مقابلہ کے لئے آرہا ہے۔ اِس خبر وحشت اثر سے سارس کے حوصلہ میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ تین گھنٹہ کے اندر ہی اُسنے فوج کو بڑی ہوشیاری سے آراستہ کرلیا۔ اور دشمن کا انتظار کرنے لگا۔ جونہیں فارس کی فوج دور سے نظر آئی۔ یونانی سپاہی جو اتنے روز سے جنگ کے پیاسے تھے۔ وحشی درندوں کی طرح حملہ آور ہوگئے۔ یونانیوں کے اچانک جھپٹ پڑنے سے رتھ جو فارسی فوج میں سب سے آگے تھے۔ گھوڑوں کے بے تحاشا بھاگنے سے اپنے ہی لشکر کو پامال کرنے لگے۔ سارس چھ سو خاص سواروں کو ساتھ لئے فوج فارس میں داخل ہوگیا۔ اور عین بادشاہ کے محافظوں تک پہنچ گیا۔ مگر مقتول ہوا۔ سرلشکر کے مارے جانے سے سارس کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ بعضوں نے سر کٹا کر اور بعضوں نے بھاگ کر مخلصی پائی۔ سارس کی لیاقت اور شجاعت پر اتنا بھروسہ ضرور تھا۔ کہ اگر اسے فتح حاصل ہوجاتی تو فارس کا رعب وداب چند دن اور برقرار رہتا۔ مگر

مگر ارتاکسرکس کی زندگی باقی تھی ۔ اور فارس کا زوال لازمی ۔ یونانیوں کو جو سارس کے ساتھ آئے تھے ۔ اتنا یقین تو ہو گیا ۔ کہ اگر وہ کافی تعداد میں آتے تو فارسی بے قاعدہ سپاہ کے انجر پنجر ڈھیلے کر سکتے تھے ۔ دس ہزار یونانی جو فارسیوں سے شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے ۔ گھر پہونچکر فوج فارس کی کمزوری کے راز افشا کرنے لگے ۔ کسی مخالف کی فوج کا حدود فارس میں داخل ہوکر بغیر مزاحمت کے ایک ہزار میل جا سکنا ایک ایسا راز نہ تھا ۔ جو فارس کی بد انتظامی کو ثابت نہ کرتا ۔ مزید برآں پیشتر یونانی خیال کرتے تھے کہ کوہ قاف سے لے کر عرب کے جنوب تک سب ملک فارسیوں سے آباد تھا ۔ مگر اب اُنھیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ ملک بڑے نام فارس کے ماتحت ہے ۔ اور وہاں کے باشندے فارسیوں کی جان کے دشمن ہیں ۔

ارتاکسرکس نے اس خیال سے کہ باشندگان سپارٹا نے سارس کی مدد کی تھی ۔ اس ملک پر فوج کشی کی ۔ مگر چھ سال تک لڑائی جاری رہی ۔ اور کچھ حسب خواہش فیصلہ نہ ہوا ۔ انجام کار شاہ فارس بجائے اپنی فوج کی طاقت کو بڑھانے کے یونانیوں کو روپیہ سے مدد دے کر سپارٹا سے لڑوانے لگا ۔ ان نالایقانہ حرکات نے فوج فارس کا خوف محکوم اقوام کے دل سے دور ہونے لگا ۔ اسی اثنا میں قوم قدوسی نے جو کوہ البرز اور بحیرہ کیسپین کے درمیان آباد تھی ۔ خودسری اختیار کی ۔ مگر ارتاکسرکس نے فوج بھیجکر کسیقدر وقت سے اُنھیں مغلوب کیا ۔ ایسے ویسے قلیل ہنگاموں میں فتح حاصل کرنے سے شاہ فارس کے دل میں مصر کو جو تیس سال سے آزاد ہو گیا تھا از سر نو فتح کرنے کی ہوس پیدا ہوئی ۔

اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے شہنشاہ فارس نے یونان سے فوجیں منگوا کر ۳۷۵ قبل مسیح اُنھیں تسخیر مصر کے لئے روانہ کیا ۔ مگر بوجہ دریائے

نیل کی طغیانی کے کامیابی نہ ہوئی۔ اور ایشیائی روم کی تمام ریاستوں نے جو اُسے زمانہ میں فارس کے زیر حکومت تھیں۔ آزاد ہونے کے لئے جنگ شروع کر دی۔ اور اُدھر مصر نے اسرایا پر حملہ کر دیا۔ مگر شاہ فارس کے روپیہ نے سب کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور سب کے سب اُلٹے آپس ہی میں لڑنے لگے۔ اِس مکر و فریب سے سلطنت فارس کے مریض جان بلب کی عمر میں چند روز کا اضافہ ہو گیا۔ بادشاہ ارتاکسرس کی زندگی بوجہ خانگی معاملات کے بڑی خراب تھی۔ اُس کی والدہ نے سازش کر کے مسماۃ ستاترا بادشاہ کی محبوبہ بی بی کو زہر دلوا دیا۔ اور ارتاکسرس کو ترغیب دے کر اُس کی اپنی دختر اتوسہ سے شادی کرا دی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ولیعہد سلطنت نے بادشاہ کے قتل کرنے کو سازش کی۔ مگر راز افشا ہو گیا۔ اور وہ خود ہی دار پر چڑھایا گیا۔ آریاسپس بادشاہ کے دوسرے بیٹے نے خودکشی کر لی۔ اُس کے مرنے پر بادشاہ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ وہ خود بھی روانۂ عدم ہوا۔ اور اوچس بیٹے بادشاہ کا تیسرا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اوچس نے تخت نشین ہونے سے پہلے حسد کھا کر اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ اِس واقعہ نے بھی ارتاکسرس کے دل حزین ہونے میں بہت سی مدد کی تھی۔ ارتاکسرس اگر بُرا اور ظالم تھا۔ تو اسلئے کہ لوگوں کے کہنے کہانے پر وہ بُرے سے بُرا کام بھی کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ مگر اوچس قدرتاً ہی بدفطرت تھا۔ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی شاہی خاندان کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ میدان اُس کے حریفوں سے خالی ہو جائے۔ حتے کہ اُس نے شہزادیوں کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ اِس جور و جفا سے فرصت پا کر اوچس نے مصر پر فوجکشی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور باوجودیکہ ایشیائے کوچک میں بدامنی پھیلنے والی تھی۔ اُس نے اندھادھند مصر پر حملہ کر دیا۔ بحتانبو بادشاہ مصر نے یونان سے کچھ فوج اور کچھ افسر لالچ دیکر

منگوا لئے۔ اور آوچس کو شکست فاش دے کر پسپا کیا۔ اب بغاوت کی ربار جا بجا پھیلنے لگی۔ جنگ مصر سے ایک سال بعد یعنے ۳۵۰ قبل مسیح ملک فونیشیا نے مصر سے معاہدہ کرکے وہاں کی فارسی افواج کو فنا کر دیا۔ اور خودمختار ہوگیا سائپرس نے بھی فونیشیا کی پیروی کی۔ اب آوچس نے فونیشیا اور مصر کو ایک ہی دفعہ فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ فوج عظیم جمع کرکے اوچس نے اولاً شہر سدون دار الخلافہ فونیشیا کو فتح کیا۔ اور وہاں قتل عام شروع کر دیا۔ باشندگان نے مایوس ہوکر شہر کو آگ لگا دی۔ اور جل کر راکھ ہوگئے۔ وہاں سے مظفر و منصور ہوکر اوچس مصر کی طرف بڑھا۔ راستہ میں یونان کی فوج بھی اُس سے شامل ہوگئی۔ اور اس طرح سے ایک بیشمار لشکر کو ہمراہ لے کر اوچس نے مصر کو بھی فتح کر لیا۔ بادشاہ مصر تو وہاں سے ملک ایتھیوپیا کی طرف بھاگ گیا۔ اور اوچس ملک کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ شہروں کی دیواریں گرا دیں۔ اور اپنے ہمراہی یونانیوں کو لوٹنے کی اجازت دیدی۔ اِس طرح ملک کو پائمال اور اپنے تئیں مالا مال کرکے اوچس فارس کو واپس آیا۔ اب تو اغیار اس جور و تعدی کو دیکھ کر دہشت سے خاموش ہوگئے۔ اور فارسی اوچس کی تعریفیں کرنے لگے۔ جونہیں اوچس کو خانہ جنگیوں سے فرصت ملی۔ مدبران ملک نے اُسے مقدونیہ کی طرف متوجہ کیا۔ کیونکہ یکایک یہ ملک طاقت میں ایسا بڑھ گیا تھا۔ کہ یونان خاص بھی ہیبت سے تھرا رہا تھا۔ اِس لئے دربار فارس میں اس امر کی تجویزیں ہونے لگیں۔ کہ اِس مار آستین کو فنا کرنے میں جلدی کی جاوے۔ ۳۴۰ قبل مسیح اوچس نے ایک لشکر جرار کو روانہ کیا۔ جسنے فلپ بادشاہ مقدونیہ کو شکست دی۔ ابھی فارس کے حریف کمزور نہیں ہو چلے تھے کہ خانہ جنگیوں کا بازار پھر گرم ہوگیا۔ بگاؤس نے ۳۳۸ قبل مسیح اوچس کو قتل کرکے اپنے چھوٹے بیٹے اَرس کو تخت نشین کر دیا۔ بگاؤس کا مقصد یہ تھا

کراٹس کا بیٹا جو ابھی کم سن ہے - برائے نام بادشاہ ہوگا - اور اختیار سب اُسی کے ہاتھ میں رہے گا - مگر لڑکا چالاک نکلا - اور رفتہ رفتہ اپنے باپ سے اختیار چھیننے لگا - اسپر بگاوس نے خشمگین ہوکر اپنے تمام بچوں کو قتل کر دیا اور ایک دوست مسمی کوومان کو تخت فارس پر متمکن کیا کوومان نے تخت نشین ہوتے ہی اپنا نام دارا رکھ لیا - اُسی سال یعنی ۳۳۶ قبل مسیح شاہ مقدونیہ مقتول ہوا - اور تخت سلطنت پر اسکندر اعظم نے جلوس کیا - الغرض یہ دونوں بادشاہ جنہوں نے دنیا کی تاریخ میں اسقدر شہرت حاصل کی ہے - ایک ہی وقت حکمران ہوئے ؎

آئینۂ سکندر جام جم است بنگر
کان موبمو بگوید احوال ملک دارا

افسوس ہے کہ دارا کی تخت نشینی سے پہلے مرض زوال ملک پر کافی اثر کر چکا تھا - اِس لئے اِس بادشاہ کی دانائی اور لیاقت جس میں کوئی بھی شک نہیں کرسکتا - اِس مریض جان بلب کو شفا دینے کے قابل نہ تھی - اُدھر فلپ کی وفات پر ملک مقدونیہ کو بجائے نقصان کے یہ فائدہ ہوا - کہ اسکندر جیسا لایق اور فن سپاہ گری سے ماہر بادشاہ حاکم ہوا اور جس کے سامنے فارس کے باغ خزان رسیدہ کا اُجاڑنا محال نہ تھا - اسکندر نے تخت نشین ہوتے ہی فارس کے مقبوضات پر جنگ شروع کر دی - اور جونہی مقامات تھریس اور بوتشیا پر اُس نے اپنی جنگی لیاقت کا اظہار کیا - دارا نے اپنی فوج کی طاقت کو بڑھانا شروع کر دیا - مگر وہ فوج اور انتظام جس کے بگاڑنے میں کئی سال لگے تھے - کیونکر یک بیک یونان سے برابری کرنے کے قابل ہو جاتی - دارا نے ملک سے بہادر سپاہیوں کو جمع کیا - اور اردگرد کی ریاستوں میں سے بھی زر کا لالچ دیکر مردان نبرد آزما کو منگوایا - میمنون نامی ایک لایق افسر کو یونانی سپاہ پر

سپہ سالار مقرر کر کے دارا نے ایشیا کے شمال مغربی حصوں کی طرف روانہ کیا۔ اس لایق افسر نے اپنی سپہ گری کے جوہر ابتدا ہی میں دکھائے اور مقدونیہ کی فوج کو جو کالاس کے زیر فرمان تھی۔ شکست فاش دی۔ اس فتح کے بعد فارسی کچھ ایسے غافل ہو گئے کہ اسکندر ایسے بے نظیر دشمن کی بھی پروانہ کی۔ جب سکندر مقام ایشیا پر پہونچکر اپنی فوج کو جہازوں میں سے اتارنے لگا۔ تو انہوں نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ اور جب وہ صحیح و سالم خشکی پر اوتر کر آگے بڑھنے لگا۔ تو فارسیوں نے اس کے مقابلہ کے لئے جانا چاہا۔ میمنون نامی ایک یونانی افسر نے اس تدبیر کی مخالفت کی اور کہا کہ مناسب ہے۔ کہ ہم یہاں کے سب شہروں کو آگ لگا دیں اور خفیہ طور پر سکندر کے جہازوں کے پاس پہنچکر انپر سوار ہو جاویں۔ اور یورپ میں پہنچکر سکندر کے ملک پر حملہ کر دیں۔ اس تجویز سے سکندر کی ساری امیدیں ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائیں۔ اور اس کی وہی مثال ہوئی کہ نہ جائے رفتن و نہ پائے ماندن" ایشیا میں ٹھیرنا چاہتا۔ تو فاقہ کشی سے تباہ ہو جاتا۔ کیونکہ ارد گرد کے شہر جل گئے ہوتے۔ اور اپنے ملک کو بھی واپس جانے کے قابل نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کے جہاز فارسیوں کے قبضہ میں ہوتے۔ مگر شامت اعمال فارسیوں نے ایسی قیمتی تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ اور ہٹ دھرمی کر کے سکندر سے لڑنے کو بڑھے۔ واضح رہے کہ یہ فوج نہ تو تعداد میں اور نہ فن محاربہ میں سکندر کی فوج سے بہتر تھی۔ جب کہ فارسی سکندر سے لڑنے کے لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک ندی آئی سکندر ندی کے پرلے کنارے فارسیوں کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں بھی فارسیوں نے حماقت میں مستعدی کی۔ اور دریا سے پار جانے کی کوشش کرنے لگے۔ جونہی فارسی رسالہ دریا میں داخل ہو گیا۔ سکندر نے اپنا رسالہ دریا کے کنارے پر کھڑا کر دیا۔ اب ایک تو سکندر کی فوج قواعد دان دوسرا

عمدہ موقعہ پر تھی۔ اِسی لئے فارسیوں کے سواروں کا بہت سا حصہ تو فنا ہوگیا
اور باقی بھاگ نکلے۔ یونانیوں کا ایک دستۂ فوج جو فارسیوں کی مدد کے
لئے آیا ہوا تھا۔ آخری دم تک لڑتا رہا۔ حتّےٰ کہ بیس ہزار میں سے صرف دو
ہزار زخمی ہوکر رہ گئے باقی سب کے سب قتل ہوگئے۔ اِس لڑائی میں فارسیوں
کی تو دلاورترین فوج نابود ہوگئی۔ مگر سکندر کے صرف دوسو آدمی کام آئے
اب تمام ایشیا سے کوچک سکندر کے سامنے کھُلا پڑا تھا۔ یکے بعد دیگرے
سب ریاستوں پر تسلط بٹھانے لگا۔ اُسی زمانہ میں افواج فارسی کا مشہور افسر
میمنون نامی فوت ہوگیا۔ جس سے اُن کی رہی سہی آس بھی ٹوٹ گئی۔ کیونکہ
اِسی لائق افسر کی طفیل ایشیا کے یونانی فارسیوں کی مدد کرنے آتے تھے۔
بہرحال دارا حتی الوسع ایک بڑی فوج جمع کرکے سکندر کے مقابلہ کے لئے
بڑھا۔ اور مقام سوچی کے کھُلے میدان میں انتظار کرنے لگا۔ مگر سکندر ایک آدھ
روز بیمار رہنے کی وجہ سے میدان جنگ میں آنہ سکا۔ دارا نے بیتاب ہوکر
اُسے تلاش کرنا شروع کیا۔ اور مقام اسوس تک پہنچگیا۔ سکندر وہاں بیمار
یا زخمی سپاہیوں کو چھوڑکر خود میدان جنگ کو چلا گیا تھا۔ دارا نے اپنا جوش
ظاہر کرنے کے لئے بچارے مریض سپاہیوں کو راہی ملک عدم کیا۔ سکندر کو
بھی خبر مل گئی۔ کہ دارا اب مقام اسوس میں ہے۔ اور بیمار سپاہیوں کو قتل
کر رہا ہے۔ یہ سُنکر خوشی سے سکندر کی باچھیں کھِل گئیں۔ یہ موقعہ اُس کے حق
میں از حد مفید تھا۔ مقام اسوس تنگ ہونے کی وجہ سے دارا اپنی کثیر التعداد
فوجوں سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ اسلئے سکندر نے بڑے اطمینان سے صف
آرائی کی۔ دارا نے یونان کی امدادی فوج کو وسط میں اور ایشیائی سپاہ کو میمنہ
میسرہ اور ارد گرد کی چند پہاڑیوں پر کھڑا کردیا۔ جونہی دونوں فوجیں آمنے
سامنے ہوئیں۔ سکندر نے آہستہ آہستہ اپنی فوج کو آگے لانا شروع کیا۔ حتّےٰ کہ
دونو فوجیں ایک دوسری کے تیر کی زد پر تھیں۔ سکندر نے بذات خود اپنے خاص

سواروں سے فوج کے وسط پر حملہ کیا۔ بازوؤں کی فوج تو پہلے ہی پس پا ہو رہی تھی۔ اب تاب مقاومت نہ لا کر تمام فوج بھاگ نکلی۔ سکندر نے تعاقب کر کے بیشمار کو تہ تیغ کیا۔ گرنتیس مورخ یونان لکھتا ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ دس ہزار کے قریب فارسی کام آئے۔ حالانکہ فوج سکندر کے مقتول سو سے متجاوز نہ تھے۔ علاوہ بہت سے مال و اسباب اور افسران سپاہ کے بادشاہی کیمپ بھی سکندر کے ہاتھ آیا۔ اس کیمپ میں ملکہ بمعہ دو بیٹوں اور ایک معصوم بچہ کے تھی۔ علاوہ اس کے شاہ فارس کی بہن اور کئی اور شہزادیاں سکندر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔ مقام اسوس کی فتح میں سکندر کی کچھ بہت بڑی قابلیت ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ بوجہ تنگ مقام اور فارسیوں کی بدانتظامی کے سکندر کی کامیابی یقینی تھی۔ اس فتح کے بعد سکندر تو مصر اور فونیشیا کو مطیع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور دارا بار دیگر لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ آخر کار ۳۳۱ قبل مسیح سکندر باقی فتوحات سے فراغت حاصل کر کے پھر ایشیا کی طرف مائل ہوا۔ اور اب اُسکی فوجی طاقت بھی خوب بڑھ چکی تھی۔ دارا اپنے عیال و اطفال کی مفارقت میں شب و روز مغموم رہتا تھا۔ اس نے سکندر کو اُن کی رہائی کے لئے لکھا۔ مگر سکندر نے جواب دیا کہ اگر مجھے ایشیا کا مالک مان لو۔ اور اپنے تئیں میرے حوالے کر دو۔ تو میں اُنہیں واپس بھیجنے پر راضی ہوں۔ لیکن اگر بادشاہت چاہتے ہو تو مرد میدان بنو۔ اور بھاگ نہ جانا۔ چھ مہینے کے بعد دارا نے ایک اور پیغام بھیجا۔ اور اپنے عزیزوں کے صلے میں چوبیس لاکھ روپیہ دینے کا اقرار کیا۔ اور ساتھ ہی اس شرط پر سکندر سے صلح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کہ اُسے دریائے فرات سے پرے کا سب ملک دیدے گا۔ اور سکندر سے اپنی بیٹی کی بھی شادی کر دے گا۔ مگر سکندر نے نہایت غیر موہ بانہ جواب لکھا یعنے "دولت اور ملک دینے سے دارا کی مراد کیا ہے۔ کیا اُسکا سب خزانہ اور ملک (بادشاہ کی بیوی اور لڑکیوں سے مراد ہے)

ابھی سے سکندر کا نہیں ہے۔ اگر سکندر دارا کی لڑکی سے شادی کا خواہاں ہو۔ تو وہ جب چاہے ایسا کر سکتا ہے۔ باپ کی رضامندی کی ضرورت ہی کیا ہے دارا میرے رحم کا طلبگار ہے تو اپنے تئیں میرے حوالے کر دے"۔

اس جواب سے دارا کا دل جلکر کباب ہو گیا۔ مگر اُسے اتنا یقین ضرور تھا کہ سکندر اس کے عیال و اطفال پر ظلم نہیں کرے گا۔ اب دارا نے فوجکو آراستہ کرنے کے لئے طرح طرح کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لمبے بھالے ایجاد کئے گئے رتھوں کو مکان کی طرح محفوظ بنایا گیا۔ ہندوستان سے لے کر قوم البان تک سے فوجیں منگائی گئیں۔ اور یہ لشکر عظیم جسکی تعداد قریبًا دس لاکھ تھی پچیس تومون سے فراہم کیا گیا۔ دارا نے بابلون کے پاس پہنچکر صف آرائی شروع کر دی۔ اور جا بجا آہنی کانٹے بچھا دیئے۔ تاکہ دشمن کی سپاہ کو نقصان پہنچے ہند کے فیلان جنگی ایک طرف اور محفوظ رتھیں دوسری طرف کھڑی کی گئیں۔ سکندر نے بھی مقابل میں آکر فوج کو آراستہ کیا۔ مگر اپنی فوج کی کم تعدادی کے باعث اس نے ایک دن غور و فکر ہی میں گذار دیا۔ جونہیں صبح کے قریب سکندر اپنی تدبیروں کو مکمل کر چکا۔ اس نے فوجکو تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ اب سکندر نے اپنی فوج کو اس طرح بڑھانا شروع کیا۔ کہ جسوقت دونو فوجیں قریب ہوتیں تو درمیانی زمین مثلث شکل کی تھی یعنے دونو فوجوں کا ایک بازو تو متصل ہو گیا تھا۔ اور دوسرا فاصلہ پر تھا۔ اس چالاکی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارا کی فوج میمنہ مرکز سے جہاں دارا خود موجود تھا۔ جدا ہونے لگی۔ سکندر نے پہلے تو رتھوں کو جو مقابل میں تھے بیکار کیا۔ اور پھر اپنی ایک طرفہ چال کو بدستور کیا۔ اب سکندر دارا کے بہت قریب پہونچ گیا تھا۔ اپنے موقعہ کو پہچانکر سکندر چیدہ سواروں کو ہمراہ لئے دارا پر حملہ آور ہوا۔ جن سواروں نے راستہ میں مزاحمت کی انہیں قتل کرتا ہوا دارا کی سواری کے قریب جا پہونچا۔ اور ایک ہی تیر سے کوچبان کا کام تمام کیا۔ قریب تھا کہ سکندر فوج دشمن میں گھر کر قتل ہو جاتا۔ کہ

یکا یک اُس نے خود ہی غل مچادیا - کہ دارا مقتول ہوگیا ہے - اس خبر وحشت اثر کو سنکر فوج بے اختیار بھاگنے لگی - جب دارا نے دیکھا کہ سکندر کا یہ فریب کاری پڑا - تو وہ میدان جنگ سے فراری ہوا - اور مقام اربیلا میں پناہ گزین ہوا -

آرین لکھتا ہے کہ اس لڑائی میں فارس کے تین لاکھ سپاہی کام آئے اور بیشمار گرفتار کئے گئے - یہ سب شکستیں دارا کی بدقسمتی پر منحصر تھیں کہ اُسنے سکندر کے فریبوں کو نہ سمجھا - ہاں عین آخری وقت دارا کا میدان جنگ سے بھاگ جانا کسقدر قابل افسوس ہے - ایسے وقت میں جبکہ سلطنت فارس کا آفتاب غروب ہونے کو تھا - بہادروں کی طرح میدان میں سر کٹانا ہمیشہ کے لئے دارا کو مستحق آفرین وتحسین بناتا - مگر نپولین کی طرح اُسنے بھی جان کو قوم سے زیادہ عزیز سمجھا - اور دو روزہ زندگی حاصل کرنے کے لئے دامن زندگی کو داغ ندامت سے آلودہ کیا ؎

کسی کی مرگ پر اے دل نکیجے چشم تر ہرگز
بہت سا رو ئیے اُن پر جو ان جینے پہ مرتے ہیں

تمام شد